تذکرۂ شاہ دولہؒ

ایم ایس۔ نسیم چوہدری

سندھ ساگر اکادمی ○ لاہور

حضرت شاہ دولہؒ غریبوں ، بیکسوں اور بیماروں کے صرف مونس وغمگسار ہی نہیں بلکہ صحیح معنوں میں انکے خدمت گذار تھے ، اپاھج بچوں پر خصوصی شفقت رکھتے تھے ان کا علاج معالجہ اور پرورش فرماتے تھے -

ضرورت تھی کہ حضرت شاہ دولہؒ کے حالات زندگی اور پیغام کے متعلق دل کش انداز میں صحیح معلومات فراہم کی جائیں تا کہ عوام ان کی حقیقی تعلیمات سے باخبر ہوں -

اس ضمن میں یہ پہلی کوشش ہے امید ہے قارئین کرام اس کے مطالعہ سے مستفید ہوں گے -

7.50

تذکرہ شاہ دولہ

دریائی گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ

ایم۔ ایس۔ نسیم چودھری

سندھ ساگر اکادمی۔ لاہور

انتساب

جناب محمد مسعود سی ایس پی

چیف ایڈمنسٹریٹر محکمہ اوقاف و سیکرٹری حکومت مغربی پاکستان

کے نام

جن کی مساعی سے درگاہ شاہ دولہ دریائی ؒ
پر زندہ انسانوں (جن سے گداگری کرائی جاتی
تھی) کی نذر سماجی بُرائی قرار پائی اور اصلاحات
سے ملک بھر کی درگاہوں پر سماجی اور معاشرتی
برائیوں کا خاتمہ ہو کر انسانیت کا وقار بلند ہوا۔۔

فہرس

طلوع

وقت کا ظالم ہاتھ پرانے زمانہ کی یادگاریں
مٹا رہا ہے اونچے مینار زمین بوس ہو جاتے
ہیں. کانسی کی تختیاں ہٹ جاتی ہیں پانی
بڑھتا ہے. ساحل توڑ کر سمندر میں ملا لیتا ہے
یہ سب تبدیلی سب تباہی بتلاتی ہے. کہ آخر
سب کچھ وقت کی لپیٹ میں آجائے گا.

(ترجمہ)

مگر نیک نام، وقت کی دست برد سے پرے ہیں. ان سے دلوں
میں یادوں کی روشنی ہے. دنیا میں بہاریں ہیں. ہم ان کے نیک ناموں اور
نیک کاموں سے بہت دور ہو رہے ہیں. مگر دوری اور محرومی کے باوجود ہمارے
سر نیاز ان کے آستانوں پر ہمیشہ جھکیں گے.

قیام گجرات کے دوران میں ہمیں درگاہ شاہ دولہ دریائی رحمۃ اللہ علیہ

پر مسلسل حاضری کا شرف ملا ہے۔ اور دل میں خواہش کروٹیں لیتی رہی ہے کہ چمن میں پھیلی ہوئی آپ کی داستان کی پتیوں کو ملا کر ایک گلدستہ ترتیب دیا جائے۔ اس کام کو بڑی ذمہ داری سے سرانجام دینے کی ضرورت تھی۔ شاہ دولہ دریائی گنج بخش کے سلسلے میں چند در چند وجوہ کی بنا پر کچھ غلط فہمیوں نے راہ پالی ہے جن کو تواریخ و تذکرہ کی روشنی میں پرکھنا چاہیئے۔ اس وقت حضرت شاہ دولہ دریائی کے لئے اور ہدیہ عقیدت نہیں ہو سکتا۔ کہ ان مکڑی کے جالوں کو جو بلا ضرورت انکے نام نامی کے گرد تنے ہوئے ہیں۔ صاف کر دیا جائے۔ تاکہ ان کے صحیح خط و خال نظر نواز خلائق ہوں۔

ہم نے کوشش کی ہے کہ ہمارا ہر قدم زمین پر پڑے۔ اور ہم نے بڑی ذمہ داری کے ساتھ ایک واقعہ لیا ہے۔ اور اسے دوسرے کے ساتھ جوڑتے آئے ہیں۔ اور ایسی کوئی بات کہنے سے احتراز کیا ہے جس کا کھلا ثبوت تاریخ و تذکرہ میں نہ ہو۔

ماخذوں کی چھان بین اور اخذ نتائج میں بڑی احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ شاید سبھی ماخذوں تک رسائی ممکن نہیں ہوتی لیکن بنیادی اہمیت کے سب ماخذ ضرور ہمارے پیش نظر رہے ہیں

ایک دو مقامات سے قطع نظر مقامی لوگوں کی روایات کا سہارا نہیں لیا گیا ہے۔ روایات، جب تک ان کی تصدیق تذکرہ و تواریخ سے نہ ہو جائے تحقیق و تفتیش کی بنیاد نہیں بن سکتیں۔ ہمارا مطلب یہ نہیں کہ سینہ بہ سینہ روایات کی قدر و قیمت گھٹا دی جائے۔ ہمیں صرف احتیاط کے تقاضوں

کو سامنے رکھنے کی سند دکھلانا مقصود ہیں۔

خزینۃ الاصفیاء تذکرہ اولیائے ہند، حدیقۃ الاولیاء، فرحت الناظرین سلیم التواریخ، تاریخ راجگان راجور، ایلیٹ کے مقالات و آثار مسلسل ہمارے سامنے رہے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی دور دور ہماری رسائی ہوئی ہے جس کا ایک اندازہ کتابیات کے ملاحظہ سے ہو جائے گا۔

شاہ دولہ دریائی ؒ نے انسانیت سے محبت کی عظیم روایت قائم کی۔ آپ بے سہاروں کا سہارا تھے۔ آپ خاص طور پر ان اپاہج بچوں سے پیار کرتے تھے جنہیں عرف عام میں شاہ دولہ کے چوہے کہتے ہیں۔ آپ ان سے محبت کرتے تھے۔ اور انہیں اپنے پاس رکھتے تھے۔ تاکہ ماں باپ کی شفقت کا (جس سے یہ بچے محروم ہیں) حصہ اُن بے چاروں کو میسر آجائے۔ اس کے سوا شاہ دولہ کی محبت نے چرندوں پرندوں اور درندوں کو بھی اپنے دامن عافیت میں پناہ دی تھی۔

حیرانی کی بات ہے۔ اس عظیم انسان کے حالات پر کوئی مستند کتاب نہیں ہے۔ ہم نے اس کار خیر کا بیڑا اٹھایا۔ اور شکر گزار ہیں۔ ہمیں اس کام کو پورا کرنے کی توفیق ارزانی ہوئی ہے۔

کتاب کو چار ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے۔

پہلے باب میں اولیائے کرام و صوفیائے عظام کی مغربی پاکستان میں اشاعت اسلام کے اندر مساعی جمیلہ کا ذکر ہے۔

دوسرے باب میں گجرات، گجرات کے علمی ماحول اور روحانی فیضان

کا اجمالی تذکرہ ہے۔

تیسرا باب ـــــــ حضرت شاہ دولہ دریائی گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق ہے۔ چوتھے باب میں کرامت نامہ اور اس کا مقدمہ لکھا گیا ہے۔

[illegible] چوہدری

دربار حضرت شاہ دولہ صاحبؒ گجرات

۶ ستمبر ۱۹۶۹ سنہ عیسوی

مغربی پاکستان میں اشاعتِ اسلام

اور

اور اس میں اولیائے کرام کا حصّہ

مسلمانوں کے حملوں سے ہندوستان کی تاریخ میں نیا باب کھلا۔
محمد بن قاسم، سلطان محمود، شہاب الدین غوری کے تابڑ توڑ حملوں سے
دیسی حکومتوں کا شیرازہ بکھر گیا اور ان کی خیر نہ آئی۔

لیکن محمد بن قاسم کو جلد ہی واپس بلا لیا گیا۔ محمود غزنوی اور محمد غوری کی فتوحات
صرف فتوحات تھیں۔ انہوں نے مستقل حکومتیں قائم نہیں کیں۔ انہیں صرف
جہاد کا ثواب ملا۔ اشاعت اسلام کی سعادت ان کا مقدر نہ تھا۔

غلاماں، خلجی، تغلق، لودھی خاندانوں کے حکمران پکے مسلمان تھے۔ مگر اشاعت
اسلام میں وہ معمولی کردار ادا کر سکے تھے۔ دین ملوک سے فرق ضرور پڑتا ہے۔
مگر بادشاہوں کی ملکی مصلحتیں بھی ہوتی ہیں (مثلاً) برنی کہتا ہے کہ سلطان بلبن
ذاتی طور پر فرائض مذہبی کا پابند تھا مگر وہ جس بات کو سلطنت کے لئے مفید سمجھتا
تھا۔ اس کے لئے احکام صادر کر دیتا تھا خواہ مذہبی طور پر کوئی انہیں جائز سمجھے
یا ناجائز۔ علاؤ الدین خلجی نے قاضی مغیث کے سامنے اسی قسم کے خیالات

کا اظہار کیا تھا. پھر ان خاندانوں کو کچھ ایسا استحکام بھی نصیب نہیں ہوا. اور جب خاندان مغلیہ کو استحکام ملا. تو اکبر دین سے برگشتہ ہو گیا تھا۔

صرف درگاہوں کے بوریہ نشین (جن کی اپنی مصلحتیں نہیں تھیں) جن کا اوڑھنا بچھونا صرف اسلام تھا. ہمہ وقت اسلام کی سربلندی کے لئے کوشاں رہتے تھے. سرزمین ہندوستان میں انہیں کچھ آسانیاں بھی تھیں............

حکومت مسلمان تھی. اس سے یہ آسانی پیدا ہو گئی تھی. کہ انہیں اس مداخلت سے واسطہ نہیں پڑتا تھا جس سے غیر حکومت میں کوشش دوچار ہوتا ہے. مگر اس سے بھی علاوہ مسلمان زندگی کا نیا فلسفہ لے کر آئے تھے. ہندوں میں جاتیوں کے طبقے قائم تھے. اونچی جاتی شرف کی نشانی تھی جس سے عوام کی اکثریت پر ترقی کے دروازے بند ہو گئے تھے. اس لئے ولیم ہنٹر لکھتا ہے.

"اب ان کے واسطے اسلام آسمانی رحمت
بن کر آیا. یہ حکمران طبقہ کا مذہب تھا. اور اس
کے مبلغ ٹھکرائی ہوئی مخلوق کے لئے خدا کی
وحدانیت کے ساتھ انسانوں میں کامل مساوات
کا پیغام لے کر آئے تھے"

مسلمانوں میں بھائی چارہ موجود تھا اور غیر مسلمان دیکھتے تھے. کہ اسلام لے آنے کے بعد انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے. اور نئے معاشرے میں جائز مقام ملنے کے بعد اگر وہ ترقی کے اہل ہوں تو راہیں کھلتی چلی آتی ہیں. مگر سب سے سوا ان خاک نشینوں کا کردار (جسے اسلام کا معجزہ کہیں

توجہ ہے) اشاعت اسلام کی ضمانت بن گیا۔ صوفیہ کے ایک گروہ نے بہاؤالدین زکریاؒ کی خدمت میں دودھ کا پیالہ بھیجا۔ اور آپ نے ایک گلاب کا پھول دودھ پر تیرا کر اُن کے پاس واپس بھیج دیا۔ دودھ اور گلاب کا پھول یہی دو علامتیں صوفیہ کرام کے لیے موزوں ہیں۔

مغربی پاکستان میں اب ہم اولیاء اور صوفیہ کی اشاعت اسلام میں مساعی جمیلہ کا اجمالی خاکہ پیش کرتے ہیں۔

محمد بن قاسم نے سندھ اور ملتان فتح کیے اس کے زمانہ میں غریب سندھیوں سے پہلی بار انسانی سلوک ہوا۔ بلاذری کہتا ہے۔ کہ جب اسے واپس بلایا گیا۔ تو لوگ زار و قطار روتے تھے۔ کچھ والوں نے تو اس کا بُت پوجا کے لیے بنا لیا تھا۔

نئے گورنر نے سندھیوں کو دعوتِ اسلام دی۔ اور سب سے مساوی سلوک کا وعدہ کیا۔ جس کا خاطر خواہ اثر بھی ہوا —— لیکن ہشام ابن عبدالملک کے گورنر جنید کے زمانہ میں سندھیوں نے بغاوت کردی۔ جنید نے ہوشیاری کے ساتھ ٹکڑیوں میں بٹے ہوئے مسلمان سپاہیوں کو سندھ میں "محفوظہ" کی چھاؤنی میں جمع کیا۔ اور سندھیوں کو نیچا دکھلا کر "منصورہ" کا یادگاری شہر بسایا۔

مکران، دیبل، سہوان منصورہ، الور، ملتان اور دوسری مسلمان نو آبادیوں میں دین داروں کی کمی نہیں تھیں۔ ابو تراب تابعیؒ ابو معشر محدثؒ سندھ میں تھے۔ ابو عطا ابو محمد قاضیؒ کے علاوہ مسلمان سیاح نے دوسرے لوگوں کا ذکر بھی کیا ہے انہی میں ابو علی سندھیؒ۔ بایزید بسطامیؒ کے پیر بھی تھے۔

جامی نفحات الانس میں لکھتے ہیں

در شرح شطحات شیخ روز بہاں نقل آوردہ
است کہ وے از استاداں بایزید است
بایزید گوید از ابوعلی علم فنا و توحید می آموختم و
ابوعلی از من ۔ الحمد للہ وقل ھو اللہ

(ص ۳۹)

تاہم ابھی تک اشاعت اسلام میں منظم کوشش نہیں ہوئی تھی۔ مسلمان آباد کاروں میں اسلام کی تازگی علم و ادب کی فراوانی تھی لیکن مقدسی کہتا ہے
اہل ذمہ بتوں کو پوجتے تھے۔ مسلمان واعظوں
کا وجود ان میں نہ ہونے کے برابر تھا۔

اسلام کی اشاعت میں منظم کوششوں کا سہرا بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ شیخ صدر الدینؒ اور حضرت رکن الدینؒ کے سر ہے۔ سندھ و بلوچستان کو ان کی روحانی مملکت سمجھا جاتا ہے۔

شہباز قلندرؒ نے (جنہیں لال کپڑوں کی وجہ سے لعل شہباز کہتے ہیں)، شیخ زکریا ملتانیؒ سے فیض پایا تھا۔ ان کا اصلی نام عثمان تھا اور وہ سرات کے ایک گاؤں "مروند" کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد ماجد عوفی صافی الضمیر تھے جنہوں نے بشارت کے پیش نظر ایک شاہ زادی سے شادی کی اور ۵۸۲ھ میں شیخ عثمانؒ پیدا ہوئے۔

شیخ منصورؒ سے بیعت ہونے کے بعد زکریا ملتانیؒ فرید گنج شکرؒ

مخدوم جہانیاںؒ کے ساتھ انہوں نے ہندوستان کی سیاحت کی۔ بوعلی قلندرؒ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے سندھ جانے کا مشورہ دیا۔ اور پھر شہباز قلندرؒ سلطان شہیدؒ کے اصرار پر بھی ملتان نہ آئے۔ پہلے آپ کا شمار ذی علم اہل ظواہر میں ہوتا تھا۔ مگر آپ پر جلد ہی جذب و سکر کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور آپ پابندی شریعت سے معذور رہے۔ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ آپ نے رشتہ ملامتیہ سے جوڑ لیا تھا۔

شہباز قلندرؒ سندھ آئے تو حدیقۃ الاولیاء کی روایت کے مطابق آپ نے بیسواؤں کے پڑوس میں قیام فرمایا۔ اور آپ کی کرامت سے سب تائب ہو کر مریدوں کے زمرے میں داخل ہوئیں۔ پھر آپ نے وہ قطعہ زمین صاف کروایا جہاں آپ کا مزار شریف ہے۔

شہباز قلندرؒ کے بعد ان کے مرید پیر منگھو، اشاعت اسلام کے لئے مشہور ہوئے اور مخدوم بلالؒ، درویش احمدؒ، درویش محمدؒ، نوح بالائی، شیخ موسیٰ درویش یحییٰؒ نے بھی شمع اسلام کو فروزاں رکھا۔

ملتان کے قدیم مشائخ میں حضرت یوسف گردیزی بڑے صاحب اعتبار تھے۔ اسی زمانے میں شیخ سہروردیؒ نے بہاؤالدین زکریا کو ملتان بھیجا محدث دہلوی اخبار الاخیار میں سلسلۃ الذہب کے حوالے سے کہتے ہیں۔

> حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی قدس اللہ سرہ ہندوستان میں انیس الاولیاء تھے۔ علوم ظاہری عالم مکاشفات و مشاہدات کے احوال و مقامات

میں کامل۔ ان سے اکثر اولیاء کے سلسلے
چلے۔ آپ نے لوگوں کو ہدایت فرمائی۔ اور ان
کو کفر سے ایمان کی طرف گنہ گاری سے اطاعت
کی طرف اور نفسانیت سے روحانیت کی طرف
لائے۔

(ص ۱۴۰)

بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ نے بخارا و خراسان کے بعد تکمیلِ علم جوارِ روضہ
رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فرمائی۔ اور

ہر روز ہفتاد تن ازعیان علماء و فضلا در مدرسہ
آں صاحب صدق و صفا تشریف می آوردند
و استفادہ علوم می نمودند۔

پھر بغداد میں آپ نے شہاب الدین سہروردیؒ کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔
اور جلد ہی خرقہ ولایت حاصل کیا۔ شیخ نے دوسرے مریدوں سے کہا۔

زکریا چوب خشک لایا تھا۔ جو ایک پھونک
مارنے سے بھڑک اٹھیں۔

شیخ کے وعظ سے ہندو تاجر۔ والیانِ ریاست مسلمان ہوئے۔
آپ نے زراعت و تجارت کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ افتادہ زمینوں کو آباد کروایا۔
کنوئیں اور نہریں کھدوائیں۔

اسی کارِ خیر کو ان کے صاحبزادے صدر الدینؒ نے جاری رکھا۔
جن کے جانشین شیخ رکن ابو الفتح ہوئے۔

شیخ صفی الدین کو ابو اسحاق گازرونی نے اونٹ پر سوار کرایا۔ اور
انہیں ہندوستان کی طرف روانہ کیا۔ ان کا اونٹ اُچ کے مقام پر بیٹھ
گیا۔ انہوں نے یہ بستی دوبارہ آباد کی اور ملتان کے چشمہ فیض کو جاری رکھا۔
بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے مرید اور خلیفہ جلال الدین بخاریؒ نے جنہیں "میر سرخ"
کہتے تھے، اسے اور بڑھایا۔ ان کی آمد پر اُچ دو حصوں تقسیم ہو گیا۔ اُچ
بخاریاں جہاں سہروردی سلسلہ کا فیض جاری تھا۔ اور اُچ گیلانیاں
۔۔ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ کے دوسرے خلیفہ موسیٰ نوابؒ نے بھی تبلیغ
میں کوششیں فرمائیں مگر مخدوم جہانیاں اور ان کے بھائی راجو قتال کو یہاں
بڑا درجہ ملا۔ سارے سلسلہ سہروردیہ کے بزرگوں کی طرح یہ حضرات شریعت کے
سختی کے ساتھ پابند تھے۔ بہاولپور گزٹیئر کے مطابق سیال، نون، جویہ
کھرل، وٹو کے علاوہ دوسرے قبیلوں کو بھی مسلمان کیا گیا۔ راجو قتال دین
کے معاملے میں اپنے بھائی مخدوم جہانیاں سے بھی زیادہ سخت تھے۔ انہوں نے
انہیں مریدوں کو تعلیم و تربیت کے بعد انہیں دور دور علاقوں میں پھیلا دیا۔

مغربی پاکستان میں ملتان اور اُچ کے بعد لاہور ہمیشہ مرکز رشد و ہدایت
رہا ہے۔ اولیاء اللہ میں سب ناموروں کا تعلق کسی نہ کسی طرح لاہور سے

رہا ہے۔ بختیار کاکیؒ۔ بدر الدینؒ غزنوی معین الدین چشتیؒ گنج شکرؒ نور محمدؒ
عبداللہ انصاری۔ خواجگان چشت یہاں رونق افروز ہوئے۔ اور پھر یہیں سے
دُور دُور علاقوں میں پھیل گئے خود لاہور کی خاک پاک میں کثیر تعداد اولیاء اللہ
کی آسودہ ہے۔

لاہور میں پہلے مبلغ اسماعیل بخاری وارد ہوئے تھے۔ جن سے متعلق ہے

از عظمائے محدثین و مفسرین بود اول کسے بود
کہ علم تفسیر و حدیث در لاہور آورد وہ ہزار ہا مردم
در مجلس وعظ وے بہ اسلام مشرف شدند۔

صاحب خزینۃ الاصفیا کہتے ہیں۔ کہ لاہور میں آپ کی آمد پر دوسرے جمعہ
کو ۵۰۰ اور تیسرے جمعہ کو ۱۰۰۰ غیر مسلم مسلمان ہوئے

حسام الدین لاہوری کی مساعی اشاعت اسلام کے سلسلہ میں سراہی
جائیں گے۔ مگر یہ ابو الحسن علی بن عثمان ہجویریؒ جلابی سید حسنی ہیں جن کے باعث
لاہور داتا کی نگری کہلاتا ہے پیر ہجویری نے ابوالعباسؒ، ابو القاسم گرگانیؒ، ابو
جعفر صیدلانی، ابو القاسم قشیریؒ، ابو عبداللہ داغستانی، جیسے ذی حشم استادوں
کا خود ذکر کیا ہے جنھوں نے آپ کی تعلیم و تربیت میں کوششیں فرمائیں پھر سیاحت
کے دوران میں شام، عراق، ایران، افغانستان، ترکستان میں ان کی ملاقاتیں وقت
کے جید علماء، صلحا اور صوفیہ سے ہوئیں۔

آپ ابو الفضل بن الحسن جنیدیؒ کے مرید تھے اور جنید بغدادی سے
رشتہ ارادت استوار ہونے کی وجہ سے کشف المحجوب میں صوفی کچھ کم عالم شریعت

زیادہ نظر آتے ہیں۔

لاہور میں فخر الدین زنجانی کے بعد (جنہوں نے اپنی تبلیغی جماعت کے ساتھ پینتیس ۳۵ سال لاہور میں خدمت اسلام فرمائی) داتا صاحب نے مسند ارشاد سنبھالی دن میں آپ طالب علموں کو درس شریعت دیتے تھے۔ اور رات کے وقت طالبان حق کی تربیت اور ہدایت کیا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ ۳۴ سال تک برابر جاری رہا۔

سید احمد توختہ ترمذیؒ، میر یعقوب زنجانیؒ، عزیز الدین پیر مکیؒ، سید مٹھاؒ اور حضرت باقی باللہؒ کی مساعی بھی اشاعت اسلام کے سلسلے میں فراموش نہیں کی جا سکتیں۔

مغربی پاکستان میں اسی دریائے فیض کی ایک موج سے گجرات کے قدیم شہر میں نئی زندگی اور نئی بہار آئی۔ یہ شاہِ ولایت شاہ دولہ دریائی گنج بخش ہیں جن کے حالات پر سے پردہ اٹھانے کی سعادت ہمیں ملی ہے۔

گجرات

کا

علمی ماحول

اور

روحانی فیضان

○

چناب اور جہلم کا درمیانی دوآبہ قدیم سے آباد ہے۔ یہ گجرات
کا علاقہ ہے۔ اور گجرات کے اسی علاقہ کے موضع کبیلہ میں حضرت آدم صفی اللہ
کے فرزند قابیل کی قبر بتلاتے ہیں جو بھائی کے قتل کے بعد ادھر نکل آیا تھا اِس
کی ۷ گز لمبی قبر آج بھی دکھلائی جاتی ہے لیکن بعض کہتے ہیں یہ قبر حضرت نوح
علیہ السلام کے کسی بیٹے کی ہے۔

کشف قبور والوں نے اس علاقہ میں اور لمبی قبروں کی نشان دہی کی ہے۔
انہیں نوگزوں کی قبریں کہتے ہیں مقامات محمود میں لکھا ہے

نوگزی قبروں والے بزرگ سب قدیم زمانے کے
ہیں۔ اِن میں اکثر انبیائے بنی اسرائیل کی اولاد ہیں
خط کشیدہ الفاظ دیہات کے نام ہیں جہاں ایسی
قبریں ہیں۔ موضع متصل ٹانڈہ ضلع گجرات میں ایک
ایسی قبر ہے۔ صاحب قبر کا نام "نقیب طوش"

بیان کیا گیا ہے۔ نجان متصل مناور نوگزہ مزار
ہے۔ صاحب مزار کا نام "فینوش" ہے۔ یہ
یوسف علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔ موضع
چھب میں "فلساووشس" کا مزار ہے۔ جو
حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ وٹالہ
میں نوگزہ مزار ہے۔ صاحب قبر کا نام "برشیا"
ہے۔ اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اولاد سے ہیں

(ص ۱۹۱/ ۱۹۲ حاشیہ)

یہ کہنا مشکل ہے۔ کہ ان باتوں میں تاریخی صداقت کتنی ہے۔ تاہم ان
روایات سے گجرات کے علاقہ کی قدامت کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔

گجرات کے علاقہ پر راجہ پورس حکومت کرتا تھا۔ اس وقت راجدھانی
کا نام پاٹا کوٹی تھا۔ آج بھی بیتی کی پہاڑیوں میں زور کی بارش کے دنوں میں ڈبلے
چھوٹے انسانی پنجر بہہ آتے ہیں معلوم ہوتا ہے۔ یہ پہاڑیاں کھنڈرات پر مشتمل
ہیں۔ یہ رشتے بستے علاقے برباد کیسے ہو گئے۔ تاریخ فی الحال بتلانے سے قاصر
ہے۔ وسیع کھدائیوں کے بعد البتہ انکشافات کی امید ہو سکتی ہے
بہر حال زمانہ، زمانہ میں گجرات کی شکل بنتی بگڑتی رہی۔

شہنشاہ اکبر کے زمانہ میں گجرات ایک بڑے ٹیلے کی صورت تھا۔
جس پر گوجر اور جاٹ قوم قبیلوں کا تنازع تھا۔ اکبر بادشاہ کے حکم سے یہ ٹاکا

نے (جسے اکبر نے ۹۹۷ھ میں "دوھیرا" کا خطاب دیا تھا) ایک اونچا قلعہ تعمیر کروایا۔

جہانگیر تزک میں لکھتا ہے۔

جس زمانہ میں عرش آشیانی (اکبر شہنشاہ) کشمیر کی طرف جا رہے تھے۔ تو اس دریا کے کنارے ایک قلعہ بنوایا تھا۔ اور اس کے گرد و نواح کے گوجروں کو جو چوری چکاری اور لوٹ مار پر گزارہ کرتے تھے لا کر اس قلعہ میں آباد کر دیا۔ گوجروں کی آبادی ہونے کی وجہ سے اس کا نام گجرات رکھ کر اس کا ایک الگ پرگنہ بنا دیا۔ گوجروں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ کام کاج کم کرتے ہیں۔ اور زیادہ تر دودھ دہی پر گزارہ کرتے ہیں (ص ۱۱۸)

قلعہ بن گیا، بستی بسا دی گئی، تاریخ تاسیس ہوئی۔

گجرات بہ سعیٔ اکبر آباد (۹۹۷ھ)

اکبر کے دور کی کچھ عمارتیں اب بھی خراب و خستہ حالت میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ شیخ عبداللہ نے مثنوی کے ایک مصرع میں خاص شہر کے اندر "حصار و باولی کہنہ حمام" کی نشان دہی کی ہے۔ نواح گجرات کھاریاں میں دو اور باولیاں ہیں۔ "ہیلاں" کے مقام پر شیخ علی بیگ کا مقبرہ ہے جس پر سال ۹۹۹ھ درج ہے۔

جہانگیر کے عہد میں گجرات شاد باد رہا۔

شاہجہان کے زمانہ میں نواب قلعہ دار خاں نے ایک نواحی بستی بسائی۔ اور جامع مسجد مقبرہ و محلات بنوائے مسجد کی بنیاد شاہ دولہ گجراتی کے دست مبارک سے رکھوائی گئی تھی۔ مسجد۔ مقبرہ اب بھی موجود ہیں دیکھے جا سکتے ہیں۔

ہندوستان میں آتش کدے کشمیر بنارس قلعہ دار میں تھے
قلعہ دار میں آتش کدے کو دھوئی صاحب کہتے تھے۔ دھوئی صاحب ملحقات سمیت وسیع عمارت تھی۔ صدر دروازہ برہمنوں کے رہائشی مکان، حویلی مہمان خانے شوالہ اور تالاب سبھی خراب خستہ حالت میں ہیں۔ صرف برج جس کے گرد سفید سفید شعلے لپٹے ہوئے نظر آتے ہیں اچھی حالت میں موجود ہے۔ اس کے اندر ایک بلند سنگی چبوترے پر آگ دن رات سلگتی رہتی تھی۔

دھوئی صاحب کے مقابل جامع مسجد میں درس محمدیہ حافظ خان محمد نے ملا صالح گجراتی کی تعمیل حکم میں جاری فرمایا۔ حافظ صاحب کے بعد علامہ سید احمد ناظم مولانا فضل احمد علامہ عبدالکریم نے قلعہ دار کی علمی روایات قائم رکھیں۔ اور فیض کو عہد انگریزی تک جاری رکھا۔

گجرات میں بیگم راج محل کی قبر صحن مسجد بیگم پورہ میں موجود ہے۔ اسے بیگم شاہی مسجد کہتے ہیں۔ یہ راجوری کے راجہ تاج دین کی دختر نیک اختر تھیں اور شہنشاہ اورنگ زیب کی دوسری حرم جن کے بطن سے معظم پیدا ہوا۔ جو بعد ازاں

بہادر شاہ کے لقب سے ہندوستان کا بادشاہ بنا۔

عہد مغلیہ میں درس گاہوں کی موجودگی کا تحریری ثبوت فی الحال دستیاب نہیں ہے۔ تحصیل پھالیہ میں تاہم ملک کی قدیم ترین دینی درسگاہ مولوی قائم دین کی تھی۔ خاندان نوشاہیہ سن پال کی درس گاہ کے فیض سے دور دور سیراب تھی۔

شہر گجرات میں دو اور اشخاص قابل ذکر ہیں۔ ایک عبد الباری، جس کا نام ہر گوبند تھا۔ جسے اورنگ زیب نے مسلمان کیا۔ صدق نامہ اسی کی تالیف ہے۔ دوسرے فاضل میراں۔

فرحت الناظرین میں لکھا ہے

بورع و تقویٰ موصوف و نہی منکر و امر معروف

داشت مکرر ۔۔۔۔ در گجرات سکونت داشت

منشی گنیش داس نے بھی انہیں مذہب کا بڑا پابند لکھا ہے۔ صدق نامہ کی وجہ سے عبد الباری کو فاضل میراں مرتد و منافق کہتے تھے۔ اور عبد الباری نے آپ کو بھی اسی وجہ سے محتسب کہا۔ فاضل میراں بہر حال ذرا خشک زاہد ہوں گے۔ ان کی شکایت پہ ہی شاہ دولہؒ کے دو مرید و ق حد جاری کی گئی تھی

کنجاہ میں (جسے قدیم زمانہ میں شاہجہان آباد کہتے تھے) علمی ادبی سرگرمیاں زوروں پر تھیں۔ غنیمت کنجاہی محمد ماہ صداقت اور دوسرے شعرا اور ادبا نے یہاں بہاریں لٹائی تھیں۔

گجرات کو پہلے پہل روحانی فیضان حضرت سید احمدؒ سے ملا انہیں

سلطان سخی سرور کہتے ہیں۔ سخی سرور مضافات ملتان میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے شیخ شہاب الدین سہروردی سے فیض پایا۔ اور پھر آپ سوہدرہ، وزیرآباد کے نزدیک مضافات گجرات میں آباد ہو گئے۔ مخلوق خدا نے حصول مراد میں آپ کا سہارا لیا اور کوئی مایوس نہ لوٹا۔ آپ نے "دھونکل" میں بھی قیام فرمایا۔ اشاعت اسلام میں کسی اور ولی اللہ کا حصہ آپ کے برابر نہیں۔ آپ کے مریدوں میں ہندوؤں اور سکھوں کی بڑی کثرت تھی۔ انہیں "سلطانی" کہتے ہیں۔ اور سلطانی سکھوں کی تعداد کسی صورت گرو کے سکھوں سے کم نہیں تھی۔ ان میں جاٹوں کی ایک بڑی تعداد کے علاوہ کمتر درجہ کے سکھ، چمار وغیرہ شامل تھے۔ جو بیجا کھاتے ہیں۔ اور تمباکو بکثرت پیتے ہیں۔ جالندھر، ہوشیارپور، لدھیانہ میں ان کے مریدوں کی کثرت تھی۔ میلہ یار سلطان سخی سرور کی یادگار ہے۔ اس کے علاوہ بھی ان کے مرید گاؤں کے باہر ایک زیارت بنا کر جمعرات کو اس پر چراغ جلاتے ہیں۔

تذکرہ اولیائے ہند میں مرزا محمد اختر دہلوی، سید حسن پشاوری گیلانی قدس سرہٗ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

آپ مرید اپنے پدر سید عبداللہ گیلانی کے ہیں۔
جد سید محمود، وارد ہند ہو کر ٹھٹھہ میں مقیم ہوئے۔
آپ پشاور میں آ کر ہدایت خلق میں مشہور ہوئے
نہایت بزرگ صاحب عظمت تھے۔ وفات
حضرت کی ۱۱۱۵ھ میں ہوئی۔ مزار پشاور میں ہے
سید محمد غوث لاہوری آپ کے فرزند ہیں (ج ۳ ص ۳۴)

سید حسن پشاوری کا سفر نامہ (قلمی) ہمارے زیر مطالعہ ہے لکھتے ہیں۔

بعد وفات حضرت والد مرحوم فقیر را شوق صحبت
درویشاں شد طلب ایں راہ بسیار بود۔

(ورق نمبر ۳ الف)

آپ نے پشاور اور مضافات میں اولیاء اللہ سے ملاقاتیں کیں جن کا ذکر نام بنام سفر نامہ میں موجود ہے سید حسن پشاوریؒ ان کے اشغال، اوراد، وظائف کا بیان بھی کرتے ہیں۔ پشاور سے آپ اٹک، پھر راولپنڈی آئے پھر فرماتے ہیں:

وبعد گجرات رسیدم و فرزا اطراف او نوشہرہ نام
دہی است آنجا حضرت شیخ پیر محمد نام عزیزی کہ
متجاوز از صد سالی عمر داشتند و از مریدان حاجی
گل آگوی مردی صاحب نظر بودند و جذبہ داشت
کہ بمجرد نظر و توجہ اثر حرارت و ذکر قلب و گریہ حال
غالب می شد برای زیارت ایشاں رفتم چوں رسیدم
در باغیچہ افتادہ بودند خادم ہائی پا ایشاں می مالند
ایں حقیر ہم پائے ایشاں مالیدن گرفت فرمودند ایں
عزیز کیست کہ مرا از دست او دا ذکر شروع می شود
و مکرر ایں کلمہ فرمودند بعد برخاستند و استفسار حال
فقیر نمودند و توجہ و مہربانی در حق احقر کردند و سہ روز
احقر را نزد خود داشتند و ہر روز توجہات می نمودند

طعام از دست خود در دہن احقر می دادند و اثری

از توجہ ایشاں در خود معلوم می شد تا غالب بود مرا

یافتن در رواز خود اجازت بخشند، رخصت کردہ

بعدہ از خدمت ایشاں رخصت شدم فرمودند کہ

یاراں مرا در عزلت پانشستہ اند دیدہ خواہند رفتہ

در شہر روز برائے دیدن یاران ایشاں ہم با طراف

رفتہ شد بعدہ بشہر گجرات آمدم، چوں در خود اثری

ازاں جذبہ نیافتم باز در دوم در خدمت شیخ رسیدم

شیخ مہربانی کردند گفتند کہ شمارا عادات بطریق سلوک

و مجاہدہ بیشتر است آں را ترک نمائند تا ایں نسبت

جذبہ غلبہ کند، از فقر ترک آں ممکن نشد بعدہ در گنجاہ

قریب گجرات عزیزی میاں محمد جعفر نام بزرگ بودند۔

در حبس نفس کسب بسیار کردہ بودند بخدمت

ایشاں بعضی کسب ہائے شاقہ فرمودند چنانچہ آں

کسب ہائے را نیز در اربعین بعمل آوردہ شد۔

فائدہ شد اما چندے اثر مرتب نشد۔

(ورق نمبر ۵ الف)

سید حسن پشاوری نے گجرات کے حالات کچھ پھیلا کر لکھے ہیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس سرزمین کے لوگوں کو شوق و ذوق کچھ زیادہ ارزانی ہوا تھا۔ اور تسبیح و

تحلیل ذکر، اذکار کی صدائیں ہر طرف سے بلند ہوتی تھیں

سید حسن پشاوری کی ملاقات حضرت شاہ دولہ سے بھی ہوئی

اسی زمانہ میں حاجی نوشہ گنج بخشؒ حافظ برخوردار بحر العشقؒ اور محمد ہاشم دریا دلؒ نے رشد و ہدایت کی محفلیں سنواری تھیں۔ نوشہ حاجی گنج بخش ۹۵۹ھ میں پیدا ہوئے۔ پدر بزرگوار علاؤ الدین کو حاجی غازی کہتے تھے۔ آبا و اجداد، صاحب، دولت و ولایت تھے فقر و تصوف سے خانوادہ مالا مال تھا۔ تعلیم معقول و منقول کے ساتھ حاجی نوشہ نے قرآن حفظ کیا۔ اور بعد والد مکرم سے بیعت ہونے بعد ازاں حضرت سخی شاہ سلیمان نوری کا دامن تھام لیا۔ اذکار نوشاہیہ بحوالہ عبرت نامہ مفتی علی الدین لکھا ہے۔

برگزیدہ خاندان دریں ملک حضرت حاجی نوشہ
صاحب است و خواب گاہ ایشاں در موضع
ساہن پال بر ساحل دریائے چناب محاذی
رسول نگر واقع است (ص ۳۳)

آپ نے ۱۰۶۴ھ میں وفات پائی

حاجی نوشہؒ کے فرزند اکبر اور سجادہ نشین حافظ برخوردار تھے جنہیں زندہ دل بحر العشق کہتے ہیں۔ آپ نے کسب علم عبداللہ لاہوری سے فرمایا۔ اور مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی سے سند فضیلت پائی۔ سعد اللہ خاں نواب وزیر سے آپ کے مراسم تھے۔ مگر آپ شاہی دیوان میں کام کرنے پر راضی نہ ہوئے صاحب خزینۃ الاصفیا لکھتے ہیں۔

حافظ برخوردار قدس سترہٗ فرزند عالیجاہ
وخلیفہ حق آگاہ حاجی محمد نوشہ بود۔

حاجی نوشہ کے دوسرے فرزند محمد ہاشم، دریادل، قرآن حدیث تصوف
وطب میں کامل دستگاہ رکھتے تھے عہد عالمگیری میں آپ کا انتقال ۱۰۹۲ھ
میں ہوا۔

ان کے سوا گجرات و نواح گجرات میں اولیائے کرام کی رونقیں تھیں
چند نام یہ ہیں:-

حافظ منصوری (ہیلاں)، محمد صالح (سلدہ)، محمد تقی مجذوب۔ قاضی خوشی محمد
شیخ مٹھا، شیخ جیون خاص گجرات میں اس زمانہ کے اولیا، اللہ کے بیان میں
منشی گنیش داس نے شاہ جہانگیر کا ذکر بھی کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

ہم چناں شاہ جہانگیر درویش مست ہم عہد
شاہ دولہ است خانقاہ او در زمین وزیرپور
سید اللہ داد مشہور بہ جھنگی شاہ جہانگیر مقرر است

(ص ۱۷۸)

شاہ دولہؒ کے اس عہد میں صرف مسلمان اولیاء اللہ ہی نے محفلیں
نہیں سجائی تھیں۔ صاحب نامہ میں منشی گنیش داس نے باہتمام خاص ہندو
سنت سادھوؤں کا ذکر کیا ہے جن کا حصہ اس روحانی ماحول کے بنانے میں
اہم ہوگا جس روحانی ماحول میں شاہ دولہؒ نے نام وری پائی تھی۔ ان کے نام
اور کام کا ذکر کرتے ہوئے صاحب نامہ کا مصنف کہتا ہے۔

موہیانند و سدانند ہر دو در عمل اگم (مکاشفہ
ہستی) کامل بودند — دیگر از فقرائے ہنود در
عہد سابقہ گوسائیں نرسنگھ داس، گوسائیں
مراد داس جہر چند زرگر بابا بلب بہ وکرامت
اثر بودند۔ (ص ۱۷۸)

مسلمان عرفا اور ہندو سادھو سنتوں کی روایات علمی و روحانی سکھوں کے عہد تک باقی تھیں۔ منشی گنیش داس کے علاوہ سلسلۃ الاولیاء میں بھی محمد صالح کنجاہی نے ان اہل اللہ کا ذکر کیا ہے جنہوں نے شمع علم و عرفان، عہد انگریزی تک فروزاں رکھی۔

تذکرہ شاہ دولہ

دریائی گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ

○

شاہ دولہؒ کی ڈیوڑھی کے بیرونی محراب پہ لکھا ہے۔

درگاہ حضرت سید کبیر الدین شاہ دولہ دریائی گنج بخشؒ

نصاب اسلامیات حصہ دوم میں محمد اشرف علی فاروقی مدرس

گلیانہ لکھتے ہیں۔

سید کبیر الدین عرف شاہ دولہ دریائی گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

(ص ۱۰۳)

انوار اولیاء اللہ میں فقیر اللہ قادری نے بھی لکھا ہے

حضرت کبیر الدین شاہ دولہ دریائی۔ آپ کا نام

مجیب۔ محبوب بھی ہے۔

"مقامات محمود" میں نواب معشوق یار جنگ بہادر قاضی صاحب مرحوم

کے ایک مرید کی زبانی روایت بیان کرتے ہیں۔

حضرت شاہ دولہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام

کبیر الدین گجراتی تھا۔ (ص ۳۶۹)

شاہ دولہ کی ڈیوڑھی نو تعمیر شدہ ہے۔ اسے حیدر شاہ نے بنوایا۔
اور یہ تحریر پیر محمد گجراتی سے لکھوائی۔ سوال یہ ہے۔ کہ انہوں نے شاہ دولہ کا نام نامی سید کبیر الدین کیوں اور کیسے لکھوایا۔ انہوں نے ظاہر ہے کہ تحقیق نہیں کی۔ اور نہ اس کا کوئی موقعہ تھا۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے جو سنا سنایا تھا کافی سمجھ کر لکھوا دیا۔

یہی حال نصاب اسلامیات حصہ دوم میں محمد اشرف علی فاروقی صاحب کا ہے۔ سرسری مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کا ماخذ سنی سنائی باتیں ہیں انہوں نے تحقیق نہیں کی۔ اور نہ شاید کوئی ایسی ضرورت ہی تھی۔ انہیں صرف نصاب کی ایک کتاب تیار کرنی تھی۔ اور بس کتاب میں واقعات کی غلطیاں موجود ہیں۔

فاروقی صاحب لکھتے ہیں:۔

> پھر سیر و سیاحت کرتے ہوئے سید علاء الدین
> صابر کلیری کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور وہاں
> سے پھرتے پھراتے ہوئے دلی آئے پھر لاہور
> اور پھر سیالکوٹ پہنچے۔ آپ سیالکوٹ رہتے
> ہوئے اکتا گئے۔ پھر آپ نے برلب چناب
> سکونت اختیار کرلی۔ (ص ۱۰۴/۱۰۵)

فقیر اللہ قادری صاحب نے اپنے ماخذ کی نشان دہی نہیں کی ہے مگر اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کا ماخذ کیا ہو سکتا ہے۔

قادری صاحب لکھتے ہیں۔

> آپ اپنے حضور قبلہ گاہی جناب غوث پاک محبوب سبحانی کی خدمت میں بہت عرصے رہے بہت خدمت کی۔ اور دینی دنیوی فیض کامل پایا۔

قادری صاحب کا ماخذ حقیقت گلزار صابری ہو سکتی ہے جس سے ہم تفصیلی بحث کریں گے۔

شاہ دولہ کو گجرات میں کبیر الدین کا نام دینے والے دراصل قاضی سلطان محمود اوان شریف والے ہیں۔ ان کا ماخذ کیا تھا۔ اس سوال کا جواب بآسانی دیا جا سکتا ہے۔

مؤلف "مقامات محمود" لکھتے ہیں۔

> مؤلف ہذا کی نظر سے ایک کتاب "حقیقت گلزار صابری" مؤلفہ جناب سید محمد حسن صاحب صابری چشتی حنفی قدوسی گزری ہے۔ جو ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۰۷ھ درمطابق جولائی ۱۸۹۰ء میں مطبع حسنی واقعہ مصطفٰے آباد عرف رامپور ریاست روہیل کھنڈ (بھارت) میں چھپی یہ کتاب حضرت صاحبزادہ محبوب عالم مدظلہ کے کتاب خانہ آوان شریف

میں موجود ہے۔ (ص ۴۷)

جناب قاضی سلطان محمود صاحب کشف قبور میں کمال رکھتے تھے۔
آوان شریف کے موجودہ سجادہ نشین قاضی محبوب عالم نے فرمایا۔

ہم زندہ آدمی ان کے لیے مُردوں سے بدتر تھے
البتہ مُردے ان کے لئے زندہ تھے۔

حضرت قاضی صاحب مرحوم کو ہدایت ہوئی کہ ان کا حصہ شاہدولہ کے پاس ہے اور انہیں سوات اخوند صاحب کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ یہ آپ کے دسویں سفر کے بعد کی بات ہے ——— جس کے بعد ہی اخوند صاحب نے انتقال فرمایا۔ جناب قاضی محمود صاحب ہی نے کشف قبور کے ذریعہ درست مقام مزار مبارک معلوم کر کے تجدید و تعمیر مسجد و درگاہ عالیہ فرمائی۔

کبیر الدین نام شاہ دولہ دریائی گنج بخش، القاب حضرت قاضی صاحب مرحوم کے سبب مشہور ہوئے۔ اور آپ کی اطلاع کا ماخذ حقیقت گلزار صابری ہے۔ نام کتاب و مصنف سن طباعت و جائے طباعت، نواب معشوق یار جنگ بہادر نے درست تحریر فرمائی ہے۔ اب ہم اسی کتاب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

صاحب حقیقت گلزار صابری لکھتے ہیں۔

حضرت پیر بغدادی مکتوب نطاب کرتبہ الوحدت
تصنیف اپنی تحریر میں فرماتے ہیں۔ کہ تاریخ

انیسویں ماہ رجب ۵۲۱ھ کو روز پنج شنبہ
مغرب کے بعد میں نے سید کبیر الدین شاہ دولہ
بن حضرت سید سعید موسیٰ حنبلی درست عمومی و
حقیقی اپنے کو بیعت توبہ سے اپنے ہاتھ پر مشرف
کر کے تعلیمات و کیفیات باطنی سے بہرہ مند فرمایا
اور ترقی باطن کی طرف متوجہ کر دیا۔ (ص ۴۳)

حضرت سید کبیر الدین شاہ دولہ صاحب رقطب الاسرار حبیب
مکتوب خطاب تحفۃ الارواح اسرار غوث اکبر الکبیر تصنیف اپنی میں لکھتے ہیں۔

کہ میں ۲۲ رسال کی عمر میں بتاریخ ۱۹ ر ماہ رجب
۵۲۱ھ کو روز پنج شنبہ بعد مغرب بیعت توبہ
حضرت قطب ربانی غوث صمدانی شیخ محی الدین
ابو محمد سید عبد القادر جیلانی محبوب سبحانی کریم الطرفین
حسنی و حسینی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر مشرف ہوا۔
اور تعلیمات و کیفیات باطن سے بہرہ مند ہو کر
طرف ترقی باطن میں مصروف ہو گیا (ص ۴۳)

سوال یہ ہے کہ مکتوب خطاب کر تبۃ الوحدت اور مکتوب خطاب
تحفۃ الارواح کی حیثیت کیا ہے۔ ان کی حقیقت معلوم کر لیں۔ تو ان کے
مندرجات کے سلسلہ میں درست رائے قائم ہو سکے گی مؤلف گلزار صابر
نے ان تصانیف کا ذکر بار بار فرمایا ہے اور ان کی کل تعداد ای سو بتلائی ہے

حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا مکتوب خطاب، قوی القدرت ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مکتوب خطاب شہاب المعرفت ہے۔ اسی طرح حضرت عمر الفاروقؓ حضرت عثمان غنیؓ حضرت ابراہیم ادھمؒ کے مکتوبات خطاب، بالترتیب، مجاہدۃ الوحدت، کلمات، آتا الحیات، شق الصدر، عزت الحسرت ہیں، مکتوب خطاب کیا ہیں۔ اس سے متعلق خود مصنف گلزار صابری فرماتے ہیں:۔

حضرت امام جعفر سے روایت کرتے ہیں۔ کہ یہ زبان ملکوت ہے۔ عارف کو جب مقام جبروت حاصل ہو جاتا ہے۔ تو خود بخود عالم مثالی میں یہ گفتگو شروع ہو جاتی ہے۔ یہ زبان ملکوت عالم ناسوت میں کسی طالب علم کو تعلیم نہیں ہوتی۔ خود عالم جبروت میں ملکہ سوال و جواب کا ہو جاتا ہے۔ اور مطلب اس کا بیداری میں بطور اثر کے ناحیہ رہتا ہے۔ اور بعض اوقات کچھ لفظ بھی یاد رہ جاتے ہیں (ص ۲۷)

مصنف موصوف بیان جاری رکھتے ہیں:۔

اور مخفی نہ رہے کہ مکتوب خطاب اصطلاح صوفیہ میں کتاب باطنی حضرات کاملین کو کہتے ہیں جس میں شب و روز کے احوال و کیفیات

اور تعلیم و ہدایت اور طریقہ ارشاد ظاہر و باطن و
دیگر خوارق و اسرار باطن منکشفہ و ایدا احکام ضروری
تحریر کئے جاتے ہیں۔ اور اس قاعدہ مقررہ اور
ضابطہ منضبطہ کے آج تک عارفان صاحب مجاز
مرفوع الاجازت اولوالعزم والمرتبہ شہنشاہ ولایت
پابند ہیں۔ اور ہر شیخ خاندان حسان صفات و نیز
عارف مرفوع کے مکاتیب قلمبند ہیں پس کوئی صاحب
دھوکہ نہ کھائیں مکتوب نطاب کو خط یا مجموعہ خطوط
نہ سمجھیں مکتوب نطاب مشرح کتاب مندرجہ
کیفیات ظاہر و باطن سے مراد ہے۔ (ص ۲۶)

اقتباسات مندرجہ بالا سے صاف ہو جاتا ہے۔ کہ اطلاعات باطنی
(انطاب صنعت قلب سے باطن بن جاتا ہے) کی قدر و قیمت حضرات
اہل باطن و صوفیہ کے نزدیک بیش قرار ہو سکتی ہے۔ مگر مورخ احتیاط کے
تقاضوں کے پیش نظر صرف مکتوبات نطاب پر انحصار نہیں کر سکے گا جب
تک کہ ان کی تائید صحیح تاریخی ماخذوں سے نہ ہو۔ یہ صرف روحوں سے باتوں کا
خلاصہ ہیں۔

جناب قاضی مرحوم آدان شریف والوں نے اور (غالباً) صاحب انوار
اولیاء اللہ نے بھی حقیقت گلزار صابری پر انحصار کیا ہے۔ حضرت قاضی صاحب
مرحوم وقت کے علما اور صلحا میں بڑا مقام رکھتے تھے۔ ان سے اختلاف کی

جرأت نہیں ہو سکتی ہے لیکن حقیقت گلزارِ صابری کے مندرجات کو درست سمجھنے میں کئی اور الجھنوں کا احتمال ہے جن کی نشاندہی ہم مندرجہ بالا اقتباسات کر حقیقت گلزار صابری سے مکمل کرنے کے بعد کر سکیں گے۔

حضرت سید کبیر الدین شاہ دولہ کا قطب ربانی حضرت عبد القادر جیلانی سے خلافت پانے کا بیان جاری رہتا ہے۔

اور بتاریخ نویں ماہ ذی قعدہ ۵۴۸ھ کو بروز
دو شنبہ بعد عصر محفل عام میں اپنے سامنے
بٹھا کر بیعت امامت وارشاد سے مشرف کر
کے کلاہ اپنی جو مجھ کو میرے پیر و مرشد حضرت
ابو سعید مبارک ابن علی مخزومی رحمۃ اللہ علیہ وقت
عطائے مثال صاحب مجاز فروع الاجازت
اولوالعزم والمرتبہ کے میرے سر پہ اپنے ہاتھ سے
اوڑھائی تھی یہ کلاہ متبرک اسی طرح حضرت
علی کرم اللہ وجہہ سے حضرت پیر و مرشد تک
پہنچی تھی۔ اپنے ہاتھ سے شاہ دولہ کے سر پہ
اوڑھائی عمامہ سبز اپنے ہاتھ سے باندھ کر خرقہ
پہنایا اور مثال خلافت بخطاب "قطب الاسرار
حبیب" کے اہل محفل کو سنا کر مرحمت فرمائی اور
تمامی اسناد خلافت، اجازت معتبرہ و شجرات متفقہ

اور مکتوب خطاب مفاوضہ و ملبوسات معنویہ
اور اوراد منضبطہ یعنی لوازمات مرتبہ صاحب مجاز
مرفوع الاجازت اولوالعزم والمرتبہ کے عطا فرمائے
اور عبدالغفور ابدال کو خدمت پر مامور کیا۔ اور
منور علی کو لائق مرتبہ صاحب مجاز مرفوع الاجازت
والوالعزم والمرتبہ کا سمجھ کر سپرد کر دیا (ص ۷۲/۷۳)

ترقی باطن کے مرحلے طے کر کے امامت و خلافت پانے کا تذکرہ کرکے سید کبیر الدین شاہ دولہ لکھتے ہیں۔

ستائیس سال کے بعد، انچاس سال کی عمر میں
بتاریخ ۹ ماہ ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ کو بروز دوشنبہ
وقت عصر جلسہ عام میں بیعت و امامت و ارشاد
سے حضرت مدوح کے دست حق پرست پر مشرف
ہوا۔ (ص ۷۳)

غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے پھر چند نصائح کے ساتھ سالک کی کامیابی کے راز بتلائے اور پھر ان کے مراتب اعلیٰ کی طرف اشارے کئے ....

سید کبیر الدین شاہ دولہ سے منور علی اسی انداز میں بیعت ہوئے۔ کلاہ عمامہ سبز، خرقہ انہیں عنایت ہوا۔ اور نفس نقدانی کا خطاب ملا۔ اور انہیں ولایت یورپ میں نامزد کر کے رخصت کیا گیا۔

مؤلف حقیقت گلزار صابری کے مطابق حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۵۶۱ھ کے سولہ سال بعد حضرت کبیر الدین شاہ دولہ نے ۵۷۷ھ میں بوقت عصر انہیں بیعت، امامت و ارشاد سے سرفراز فرمایا اور اس کے بعد حسب حکم حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کبیر الدین شاہ دولہ گجرات جو سرحد افاغنہ پر ہے چلے آئے

آپ نے حضرت غوث اعظم کے صاحبزادہ کلاں حضرت سیف الدین عبدالوہاب کو بغداد میں سجادہ نشین فرمایا۔

شجرہ بیعت سید کبیر الدین شاہ دولہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت سید کبیر الدین شاہ دولہؒ مرید سید عبدالقادر جیلانیؒ مرید شیخ ابو سعید مبارک بن علی مخزومیؒ مرید ابو الحسن علی بن یوسف قرشی ہنکاریؒ مرید شیخ ابو الفرج طرطوسیؒ مرید حضرت شیخ عبدالواحدؒ مرید حضرت شیخ ابوبکر شبلیؒ مرید سید الطائف حضرت جنید بغدادیؒ۔

مزار و درگاہ کے برآمدہ میں یہی شجرہ بیعت نظم میں کندہ ہے۔

الٰہی مردہ دل را زندہ گرداں	بہ ربع مصطفٰے ابندہ گرداں
بحق نام خود بخت انتم کن	بیاد خویشش خوش آسائشم کن
بحق سرور سردار عالم	بحق آل و اصحابش مکرم
بحق شیر یزداں دود پورشس	کہ حسنین و امامین اند خورشس
بحق شیخ اعلیٰ حسن بصری	حبیب عجمی از و شد قدر بدری
بحق مظہر انوار پاکش	ابوداؤد طائی اسم پاکش

بحق خواجۂ معروف کرخی — بسرّ سقطی آں انوار قدسی

بحقِ بوالفضل آں شاہ عالی — بحقِ بوالفرح عرفاں والی

بحقِ بوالحسن شاہ مفخر — بحقِ بوسعید آں شاہ انور

بحق .... انوار یزداں — بحق کوہ علم و بحرِ عرفاں

مرادر دین و دنیا اوست والی — جناب شاہ شاہاں غوث عالی

بحقِ آں لوائے غوث اعظم — کہ دائم یاد تا چرخِ چہارم

جناب بوالفضل محبوبِ محبوب — محمد شاہ دولہ شیر مطلوب

اب آئینۂ تاریخ تصوف سے بھی جو صاحب حقیقت گلزار صابری محمد حسن صابری چشتی قدوسی کی دوسری تالیف ہے۔ اخذ معلومات کریں۔

(۱) ــــ حضرت قطب زمانی عبدالقادر جیلانیؒ

تاریخ پیدائش ۴۷۱ھ ماہ رمضان، شہر گیلان

(بروایت ابو صالح والد ماجد ایشاں)

بیعت ۴۸۸ھ والد ماجد سے ۱۱ھ میں ابو سعید مبارک بن علی مخزومی سے بغداد شریف میں

وفات ۵۷۱ھ ماہ ربیع الثانی: بغداد شریف میں

خلفاء آپ کے دس ہیں۔ خلیفہ اکبر حضرت سید کبیر الدین شاہ دولہؒ ؛ خلیفہ اصغر ص ۲۹

(۲) ــــ حضرت سید کبیر الدین شاہ دولہ قطب الاسرار حبیب

تاریخ پیدائش ۴۹۹ھ محرم، گیلان میں، بروایت

سعید موسیٰ شیخ احمد بن مبارک والد ماجد ،

بیعت ۵۴۸ھ میں حضرت غوث پاک سے
بغداد شریف میں -

وفات ۶۰۳ھ مزار شریف احمد آباد گجرات

خلیفہ حضرت کے شاہ منور علی الٰہ آبادی ص۲۵

(۳) ـــ حضرت شاہ منور علی الٰہ آبادی نفس فقدانی عمر دراز

تاریخ پیدائش ۴۹۱ھ بغداد کہنہ میں (بروایت
عبداللہ والد ماجد)

بیعت ۵۱۹ھ میں حضرت غوث پاک رح سے
بغداد شریف میں ۵۸۰ھ میں حضرت سید کبیر الدین
شاہ دولہ سے احمد آباد گجرات میں

وفات ۱۱۹۹ھ مزار شریف الٰہ آباد میں قریب
باغ رانی والا - عمر آپ کی سات سو سال سے زائد
چھ سو سال عمر حضرت محبوب غوث اعظم رح نے
عطا فرمائی -

خلیفہ آپ کے حضرت شاہ عبدالکریم قطب الدارین ص۲۸

(۴) ـــ حضرت شاہ عبدالکریم قطب الدارین عرف
ملا فقیر اخوان

تاریخ پیدائش ۱۱۲۲ھ شہر گجرات قریب سرحد

پنجاب (بروایت رحمۃ اللہ سنجی قدوسی گنگوہی والد
ماجد ایشاں)

بیعت ۱۱۶۵ھ ذی قعدہ از حضرت ابوالقاسم
گورگانی

وفات ۱۲۰۶ھ مزار مبارک رامپور روہیل کھنڈ (ص ۳۷)

صاحب آئینہ تاریخ تصوف نے تاریخ پیدائش وبیعت ووفات سبھی مکتوبات نظامیہ سے اخذ کی ہیں جن کے نام وہ ساتھ ساتھ بتلاتے جاتے ہیں۔ سید کبیر الدین شاہ دولہ، حضرت غوث پاک کے خلیفہ اکبر ہیں ان کی تاریخ پیدائش ۴۹۹ھ ہے۔ اور تاریخ وفات ۶۰۳ھ آپ نے اس طرح سو سال سے اوپر عمر پائی۔

اب ان معلومات باطنی کا مقابلہ وموازنہ چند تاریخی حقائق سے کیجیے
حضرت شاہ دولہ گجراتی پنجابی کی تاریخ وفات ۱۰۸۵ھ ہے۔ قطعہ تاریخ سے یہ شعر مزار مبارک کے دروازہ پر لکھا ہوا ہے۔

توحید آں عارف حق گزیدہ
بگو شاہ دولہ بجنت رسیدہ ۱۰۸۵ھ

سید حسن پشاوری کے سفرنامہ کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔ آپ شاہ دولہ کے پاس گجرات ٹھہرے تھے۔ انہوں نے اجازت چاہی تو مسلسل انکار ہوا انہوں نے لاہور سے واپسی پر حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے کا وعدہ کیا

شاہ دولہ نے فرمایا۔

اے سید صحبت بس غنیمت است کہ باز میسر نیست
شما را دین جہاں بخشیدہ ما را آں جہاں طلبیدند

یہ واقعہ ۱۰۸۴ھ کا ہے۔ ان کے والد ماجد کا انتقال اسی سن میں ہوا تھا۔ اور حسن شاہ پشاوری ان کی وفات کے بعد مجبت وصحبت درویشاں کے حصول کے لئے سفر پر نکلے تھے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ شاہ دولہ کا سال انتقال ۱۰۸۵ھ درست ہے۔ یہ ممکن نہیں۔ کہ انہوں نے لاہور اور لاہور سے واپسی کے سفر میں ایک سال سے زیادہ عرصہ لگایا ہو۔ واپسی پر سفرنامہ میں شاہ دولہ سے دوبارہ ملاقات کا ذکر نہیں ہے۔

صاحب آئینہ تاریخ تصوف نے حضرت غوثؒ کا سن پیدائش ۴۷۱ھ اور سال وفات ۵۷۱ھ بتلایا ہے عمر شریف ۱۰۰ سال ہوئی (اخبار الاخیار میں محدث دہلوی کی تحقیق کے مطابق حضرت غوث پاک کی تاریخ پیدائش ۴۷۰ھ اور سن وفات ۵۶۱ھ ہے۔ عمر شریف ۹۰ سال ہوئی)

آپ کے خلیفہ اکبر سید کبیر الدین شاہ دولہ سن ۴۹۹ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۶۰۳ میں انتقال فرمایا عمر شریف ۱۰۴ سال ہوئی (ابلیٹ کی تحقیق کے مطابق سن پیدائش ۹۸۹ھ مطابق ۱۵۸۱ء اور ۲۵ سن جلوس اکبر شاہی ہے اور قطعہ وفات کے مطابق آپ نے ۱۰۸۵ھ مطابق ۱۶۷۴ء میں انتقال فرمایا۔ عمر شریف ۹۶ سال ہوئی غلام سرور لاہوری محمد اختر دہلوی صاحب سلیم التواریخ میرزا اعظیم بیگ لاہوری نے معمولی اختلافات کے باوجود سن پیدائش خاص کرامی

سن وفات پر اتفاق کیا ہے ۔ آئینہ تاریخ تصوّف اور حقیقت گلزار صابری
کے شاہ دولہ اور دوسرے تذکرہ نویسوں کے شاہ دولہ ایک نہیں ہو سکتے ۔
مشکل یہ تھی ۔ کہ سید کبیرالدین شاہ دولہ کا حضرت غوث اعظم کا خلیفہ اکبر اور عم زاد
ہونا ایسا شرف ہے جس سے باسانی ہاتھ نہیں اٹھایا جا سکتا ۔ اس لئے صاحب
آئینہ اور حقیقت کے ہم نواؤں نے ان کا سن پیدائش ۴۹۹ھ مانا ۔ جائے
پیدائش بغداد ـــــ انہیں اس کے سوا اور چارہ بھی نہیں تھا کیونکہ حضرت
غوث اعظمؒ کی تاریخ پیدائش اور سن انتقال معلوم اور مشہور ہیں ۔ مگر کسی نے
کبیرالدین شاہ دولہ کے سن وفات کی طرف توجہ نہ دی ۔ جو آئینہ تاریخ تصوّف
کے مطابق ۶۰۳ھ ہے ۔ اور نہ اس کا خیال کیا کہ ان کا مزار احمد آباد گجرات
میں بتلایا گیا ہے

انہوں نے خاموشی کے ساتھ یہ بھی نظر انداز کر دیا ۔ کہ سیّد
کبیرالدین شاہ دولہ کے مرید خاص اور جانشین محمد منور علی عمر دراز
الہ آبادی ہیں ۔ اور شاہ دولہ کے مرید اور جانشین بہاون شاہ

انہوں نے یہ بھی مان لیا ۔ کہ شاہ دولہ نے ۵۸۶ سال کی طویل عمر پائی ۔ اور
ان کا انتقال جیسا کہ ان کے مزار مبارک پر قطعہ تاریخ کے شعر سے معلوم ہوتا ہے
۱۰۸۵ھ میں ہوا ۔

اہل باطن کو تو لمبی عمر مان لینے میں نہ کوئی حرج نظر آتا ہے نہ کوئی مشکل
پڑتی ہے ۔ البتہ دوسروں کو مطمئن کرنے کے لئے (مثلاً) مقامات محمودی میں

نواب معشوق یار جنگ جنہیں یہ بھی معلوم تھا۔ کہ حضرت شاہ دولہ عہد اکبری میں
پیدا ہوئے) بحث کو اس طرح چھیڑتے ہیں۔

جناب بڑے پیر صاحب میراں سید عبدالقادر
قدس سرہ العزیز سے اسی طرح (آپ کا) ایک
اویسی توسّل تھا جیسا کہ ابوالحسن خرقانی کو حضرت
بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یعنی آپ
کی تربیت بہ طریق اویسی ہوئی۔ اور بارگاہ جناب
ثقلین سے فیض پایا۔ (ص ۳۶۷)

مؤلف کو خود ہی شک ہے کہ حضرت شاہ دولہ کا سن پیدائش ۹۹۹ھ
اور سال وفات ۱۰۸۵ھ ہو سکتا ہے۔ ورنہ اویسی توسّل نکالنے کی ضرورت
کیا تھی مؤلف حقیقت گلزار صابری اور آئینہ تاریخ تصوف نے شاہ دولہ
کو مرید خاص اور خلیفہ اکبر حضرت غوث صمدانی کا لکھا ہے۔ اویسی فیض کا
کوئی ذکر نہیں ہے۔

نواب معشوق یار جنگ بہادر پھر یہ بھی کہتے ہیں۔
اس بیان کی جو آپ کی ولادت اور بطور اویسی
توسل قادری کی شرح میں ہے۔ مؤلف ہذا کو
کوئی سند نہیں ملی۔ (ص ۳۶۸)

اور اگر سند ہاتھ بھی آجاتی تو اس سے ۵۸۶ سال کی طویل عمر کیسے ثابت
ہو جاتی جس ثبوت کے ہاتھ آنے پر ہی آپ کو بالآخر غوث اعظم کا مرید و خلیفہ

اور عم زاد ہونے کا شرف و افتخار مل سکتا تھا! جس کی جستجو میں اب حضرت مؤلف کہتے ہیں۔

> آپ حضرت شیخ الجن والانس حضرت میراں سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے عم زاد بھائی تھے۔ آپ ہی کے ہاتھ پر بیعت کی برکات اور فیوض حاصل کئے اور ایک طویل عمر پائی۔ گجرات میں بڑے پیر کے حکم سے آئے۔ آپ کا ایک مزار احمد آباد گجرات (بھارت) اور ایک شہر گجرات مغربی پاکستان میں ہے۔ اس کی ایسی ہی حقیقت ہے جیسے کہ حضرت شرف الدین بو علی قلندر کا ایک مزار پانی پت میں ہے۔ اور ایک کرنال میں یا جیسے حیدر کرار امیرالمومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا ایک مزار مشہد مقدس ہے۔ اور ایک افغانستان میں۔
>
> (ص ۳۶۹/۳۷۰)

گویا صاحب مزار ایک البتہ مزار کئی جگہ ہو سکتے ہیں۔ اور ہوتے ہیں۔ اس طرح احمد آباد گجرات اور گجرات پنجاب کا جھگڑا تو طے ہوا۔ اب جناب نواب معشوق یار جنگ اصل مقصد کی طرف آتے ہیں۔ اور قاضی صاحب مرحوم آوان شریف والوں سے منسوب ایک روایت ایک خاص مرید کی زبانی بیان کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ کہ حضرت شاہ دولہ علیہ الرحمۃ کا نام
کبیر الدین گجراتی تھا۔ اور سید تھے۔ آپ بغداد سے
تشریف لائے۔ اور جناب بڑے پیر صاحب
غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مرید اور وضو کرانے والے
تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے۔ کہ حضرت شاہ دولہ نے
وضو کراتے وقت جناب بڑے پیر رضی اللہ عنہ سے
پوچھا کہ آب حیات کیا ہے۔ آپ نے فرمایا میرا
ایک چلو پانی میں ۷۰۰ سال کی عمر ہے حضرت
شاہ دولہ نے لپک کر پانی پی لیا۔ اور تقریباً ٦۰۰
سال کی عمر پائی۔ (ص ۲٦۹)

تو شاہ دولہ کی اتنی طویل عمر پانی کی یہ وجہ تھی۔ لیکن نواب معشوق یار جنگ بہادر نے حقیقت گلزار صابری کا مطالعہ فرمایا تھا۔ انہیں یاد تھا۔ کہ آب وضو تو منظور شاہ مرید سید کبیر الدین شاہ دولہ نے پیا تھا۔ جن کا مزار احمد آباد میں ہے جس کی انہوں نے زیارت بھی فرمائی تھی۔ انہیں معلوم تھا کہ نواح الہ آباد میں انہیں عمر دراز کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آسان بات یہ تھی۔ کہ وہ کہتے۔ کہ قاضی صاحب نے نادانستہ طور پر ایک کا واقعہ دوسرے سے منسوب کر دیا۔ مگر ایک مرید خوش اعتقاد کے لئے یہ ممکن نہیں ہے۔ نواب صاحب تو قاضی صاحب مرحوم کو محفوظ سمجھتے ہوں گے۔ انہوں نے تو یہ بھی نہیں کہا۔ کہ شاید مرید نے غلط سنا۔ غلط یاد رکھا یا غلط بیان کیا۔ ایسا کہنا بھی مناسب نہیں ہو سکتا تھا شاید

کوئی بے ادب کہہ دے۔ کہ مرید سے غلطی ہوئی یا شاید پیر سے بہر حال نواب صاحب نے حکایات صوفیہ میں اس اضافہ کو بول کا توں رہنے دیا مگر یہ بھی لکھ دیا۔

اسی طرح کی ایک حکایت شاہ منور الٰہ آبادی کی طرف منسوب ہے جن کا نام نامی اس خاندان عرفیت کے شجرہ میں شاہ ودلہ کے بعد معاً آتا ہے۔ آپ کا مزار الٰہ آباد (بھارت) میں ہے۔ ....

حضرت شاہ منور اس نواح میں عمر دراز، کے لقب سے مشہور ہیں

آپ شاہ ودلہ کے مرید اور خلیفہ مجاز تھے۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ آپ کی عمر کم و بیش ۷۰۰ سال کی ہوئی تھی۔ (ص ۷۰)

صاحب حقیقت گلزار صابری نے یہ حکایت بحوالہ فقر العفیف مکتوب لطائف منور علی نقش بغدادی عمر دراز اس طرح بیان کی ہے

۲۲ برس وضو کرانے کی خدمت پر مامور رہا بتاریخ ستائیسویں ماہ شوال ۵ ہجری بروز چہار شنبہ وقت ظہر کے حضرت ممدوح کو وضو کرا رہا تھا میں نے کہا یا حضرت آبحیات کی کیا کیفیت ہے۔ جس کے نوش کرنے سے حضرت خضر علیہ السلام کو حیات تھا

ابدی حاصل ہوئی حضرت ممدوح نے ایک جرعہ
آب سید سے ہاتھ میں لے کر ارشاد فرمایا کہ اس وقت
فقیر کے ہاتھ میں ساڑھے چھ سو برس کی عمر کا آبحیات
ہے نوش کر لے میں نے اسی وقت نوش کر لیا۔

(ص ۷۵/۷۶)

بہرحال نواب معشوق یار جنگ بہادر کی کوشش حضرت کبیر الدین شاہ دولہ کی طویل عمر کو سمجھنے سمجھانے میں کامیاب نہیں ہوئی لیکن معشوق یار جنگ بہادر میں نہ کسی اور شیخ صافی ضمیر میں اتنا حوصلہ ہے۔ کہ آپ کے شرف مریدی اور عم زادگی شاہ میراں غوث اعظمؒ سے ہاتھ اٹھائے صاحب انوار اولیاء اللہ کی طرح دوسرے اب بھی بلا تحقیق یہی کہے جائیں گے۔

حضرت شاہ دولہ کے فضائل بے اندازہ ہیں بڑی
بزرگی یہ ہے۔ کہ آپ غوث پاک محبوب سبحانی
سید عبد القادر جیلانی کے کامل و اکمل مرید اور خلیفہ
ہیں۔ اور بغداد شریف سے تشریف لا کر اس ملک
میں خلق خدا کو فیض پہنچایا۔ اور پہنچا رہے ہیں۔

یہی صاحب حقیقت گلزار صابری کا بیان ہے۔

اور خود بھی حضرت سید کبیر الدین شاہ دولہ صاحب
قطب الامر ارحبیب رحمۃ اللہ علیہ بموجب حکم حضرت
قطب ربانی غوث الصمدانی شیخ محی الدین ابو محمد سید

> عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی کریم الطرفین حسنی حسینی
> رحمۃ اللہ علیہ کے بغداد شریف میں حضرت سیف الدین
> عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحب زادہ کلاں
> کو صاحب سجادہ کر کے بلدۂ گجرات واقعہ سرحد ولایت
> افاغنہ میں تشریف لائے۔ (ص ۲۲)

اس طرح گجراتی شاہ دولہ سید کبیر الدین بعد ازاں احمد آبادی گجراتی ہو گئے۔ تاہم اور جگہ کے اشتراک سے یہ فائدہ اٹھایا گیا۔ لیکن کسی نے نہ سوچا حقیقت گلزار صابری میں سید کبیر الدین شاہ دولہ کے مرید خاص اور سجادہ نشین منور علی عمرو راز الہ آبادی ہیں۔ اور شاہ دولہ گجراتی کے معلوم و مشہور مرید اور جانشین بحوالہ کرامت نامہ" شاہ دولہ بہادن شاہ ہیں۔ کوئی انصاف پسند شاہ منور علی الہ آبادی کو بہادن شاہ گجراتی نہیں مان سکتا ہے۔ پھر سید کبیر الدین شاہ دولہ کو شاہ دولہ گجراتی ماننے کی کونسی وجہ ہو سکتی ہے۔ خوش اعتقادی نے سارا معاملہ الجھا دیا ہے۔ اور اب عقیدت اور عقیدتمند دل کے پیش نظر ہمارے لئے تحقیق و تنقید کی راہ بڑی دشوار گزار ہے۔ احتیاط کا تقاضہ مفتی ریاض احمد مجلہ شاہین جوبلی نمبر میں پورا کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> شاہ دولہ دو ہیں۔ اور اتفاق سے دونوں گجراتی مگر
> ایک کا تعلق گجرات کاٹھیاواڑ سے ہے اور دوسرے
> کا گجرات پنجاب سے

اور پھر انہوں نے دونوں کے حالات جدا جدا لکھے ہیں۔ سید کبیر الدین

شاہ دولہ گجراتی کاٹھیاواڑی کے حالات کے سلسلے میں انہوں نے بھی سارا انحصار حقیقت گلزار صابری پر کیا ہے جس کے ماخذ تمام تر مکتوبات نطابیں ہیں ——— سوال ضروری یہ تھا۔ اگر شاہ دولہ گجراتی کاٹھیاواڑی، شاہ دولہ گجراتی پنجابی نہیں ہیں تو (اتفاق ہی سے سہی) کیا دونوں کا نام کبیر الدین تھا یا شاہ دولہ گجراتی کاٹھیاواڑی کا صرف جن کے نام کو چند در چند وجوہات کی بنا پر شاہ دولہ گجراتی پنجابی کا نام ہی سمجھ لیا گیا ہے۔ عزیزم مفتی ریاض احمد نے یہ سوال قطعاً نہیں چھیڑا۔ آخذوں کے مطالعہ کرنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس سلسلہ میں درست حکم بھی نہیں لگایا جا سکتا۔ البتہ ایلیٹ غلام سرور لاہوری محمد اختر دہلوی کے سوا بھی بعض دوسرے تذکرہ نویسوں نے شاہ دولہ گجراتی پنجابی کے خاندان حسب نسب، جائے پیدائش سے متعلق اطلاعات بہم پہنچائی ہیں۔ ان کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ شاہ دولہ کا نام کبیر الدین ہونا قرین قیاس نہیں ہے۔

پھر نام کیا ہے۔ شاہ دولہ؟ ——— شاہ دولہ نام ہے یا دریائی اور گنج بخش کی طرح لقب۔ مزار شریف کے برآمدے میں قصیدہ شجرہ بیعت لکھا ہوا ہے۔ اس کا پہلا شعر نمبر (۱۲) حسب ذیل ہے۔

جناب ابوالفضل محبوب محبوب   محمد شاہ دولہ شہ مطلوب

کیا آپ کا نام ابوالفضل محمد شاہ تھا۔ دولہ، دریائی، گنج بخش القاب کے ساتھ ——— محمد شاہ دولہ بھی نام ہو سکتا ہے۔ ابوالفضل تاہم قطعی قرین قیاس نہیں کوئی فضل آپکے فرزند نہیں ہیں۔

اس مسئلہ کو جہاں تک ہم سمجھ سکے ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

سارے تذکرہ نویس متفق ہیں۔ کہ آپ کھیاوڑیا، ساکن سیالکوٹ کی ملازمت میں تھے۔ لوگ آپ کو گولہ یعنی غلام کہتے تھے کوئی آپ کا نام نہ لیتا ہوگا۔ نہ شاید جانتا ہوگا۔ آپ آزاد ہو گئے آپ کا نام وہی گولہ رہا۔ دولہ سید سرمست کے ایک اور عزیز مرید کا نام تھا۔ اور حیف، اس کی قسمت نے یاوری نہیں کی تو وہ نعمت باطنی سے محروم رہ گیا۔ اور اس کا نام بھی چھن گیا۔ شاہ سید سرمست نے فرمایا۔

"ہر کرا مولا دہد از گولا شاہ دولہ گردد"

اب "گولا" دولہ اور شاہ دولہ ہو گئے۔ پہلے آپ کو "گولا" کہتے تھے۔ نام کی ضرورت کسی نے محسوس نہیں کی تھی۔ آپ نے نعمت باطنی پائی تو شاہ دولہ ہو گئے۔ نام کی ضرورت اب بھی کسی نے محسوس نہیں کی۔ اور آپ کا اصلی نام وقت کے اندھیروں میں ہمیشہ کے لیے گم ہو گیا۔

ہمیں افسوس ہے۔ کہ روایت کی شاندار عمارت جس میں شاہ دولہ سید کبیر الدین، شاہ دولہ مرید حضرت غوث اعظم سید عبد القادر جیلانی اور آپ کے عم زاد تھے۔ ڈھے گئی ہے۔ اور ہاتھ کچھ نہیں آیا ہے سوائے اس بات کے کہ کسی اور مستند نام کی عدم موجودگی میں ہم انہیں شاہ دولہ کے نام ہی سے پکاریں۔ تو مناسب ہوگا۔

حضرت شاہ دولہ کو دریائی کہتے ہیں۔

پیر نجف شاہ اپنی پنجابی نظم جس میں انہوں نے شاہ دولہ کے سلسلہ سہروردیہ کا بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ "دریائی" کا خطاب آپ کو شاہ سید سرمست

نے دیا تھا۔

حضرت شاہ سیدا نورانی،
دسیا جس نے راہ حقانی
حضرت "دولہ" دا دل جانی
لقب دتا "دریائی" دا

صاحب انوار اولیاء اللہ میں فقیر اللہ قادری فرماتے ہیں۔

آپ کو شاہ دولہ دریائی اس وجہ سے کہتے ہیں
کہ آپ کی سخاوت دریا کی مانند تھی۔ اور آپ
کے پاس جو سائل آتا ہے اپنی مراد بفضل
خدا پالیتا ہے۔
آپ دریا کے اوپر جس کسی وقت چاہتے
بغیر کشتی سوکھے قدم پار ہو جایا کرتے تھے۔

مفتی احمد یار خاں (حال آباد گجرات) نے "دولہ" کی نئی توضیح فرمائی ہے
جس سے آپ کے لقب دریائی ہونے پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ
شاہ دولہ دراصل وہ "دولہ" تھا۔ جو برات سمیت دریائے دجلہ میں ڈوب گیا
تھا۔ اور غوث اعظمؒ کی کرامت سے بارہ سال بعد ابھرا تھا۔
مفتی احمد یار خاں بدایونی ہیں۔ اور جمنا پار والے دولہا کو "دولا" بولتے
ہیں۔ مگر یہ صرف لہجہ کی بات ہے۔ اسی طرح دلی والے پتھر کو "فتر" بولتے

ہیں۔ یا پنجابی چاقو کو کا جو مفتی صاحب نے غور نہیں فرمایا۔ کہ دولا کی مؤنث "دولن" نہیں "دلہن" ہے۔ یہ لفظ ہندی ہے عربی نہیں ۔۔۔ "دولہ" دراصل "دولت" ہے (عربی)۔ مفتی صاحب اپنے اندازے میں درست نہیں ہیں۔ کیونکہ ساتھ ہی ساتھ سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہ دولا کون تھا۔ کہاں برات لئے جاتا تھا۔ اس کا نام کیا تھا۔ وہ گجرات کیسے پہنچا اور کس طرح روحانیت کے اس بلند درجہ پر فائز ہوا۔ اگر حکایات اولیاء میں اس اضافہ کو مان لیا جائے اور کسی طرح ان سوالات کے اطمینان بخش جواب بھی دیئے جا سکیں۔ تو شاہ دولہ کے دریائی کہلانے کی مناسب توضیح ہو سکے گی۔

لیکن دریائی استعارہ اور علامت بھی ہو سکتی ہے۔ شاہ دولہ کی ظاہری اور باطنی دولت لٹانے کا ذکر منشی غلام سرور نے کیا ہے۔ جس کی وجہ سے آپ کو یہ لقب مل سکتا تھا۔

> ان کی سرکار بادشاہوں کی سرکار کی طرح تھی ہزاروں
> نوکر چاکر، گھوڑا پالکی۔ دروازے پر حاضر رہتے اہلِ
> حاجت کا ہجوم ہر وقت رہتا خصوصاً وہ لوگ جو
> بے اولاد تھے۔ وہ حاضر ہو کر استدعائے دعا کرتے
> اور خدا کی جناب سے ان کو اولاد حاصل ہوتی۔

"مقامات محمود" میں نواب معشوق یار جنگ بہادر نے حضرت شاہ دولہ کی خدمت خلق کا ذکر کیا ہے۔ جس سے آپ کی دریا دلی کی نشاندہی ہوتی ہے ولی اللہ خاں "پاکستان ٹائمز" میں اپنے مقالہ شاہ دولہ دریائی میں لکھتے ہیں

آپ کو رفاہ عام کے کاموں کا شوق تھا۔ مثلاً
مسجدیں، پل، کنوئیں، تالاب بنوانا۔ گجرات میں
مشرقی دروازے کے سامنے نالے پر پل شاہ دولہ نے
بنوایا۔ ڈیک نالہ والا پل گوجرانوالہ میں بھی آپ کے
کارنمایاں میں شامل ہے۔ انہیں عام طور پر شاہ دولہ
دریائی اسی لئے کہتے ہیں کیونکہ انہوں نے کئی پل بنوائے
ایلیٹ کی رائے بھی یہی ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

آپ کا عام خطاب شاہ دولہ دریائی ہے۔ کیونکہ
آپ نے بہت سے پل بنوائے۔ اور تمام عمر شہزادے
امیر و غریب آپ سے طالب دعا رہے۔ اور دل
کی مرادیں پائیں۔

اور یوں بھی کہتے ہیں۔ کہ ایک بار شاہ دولہ نے دریائے چناب کے
ایک بڑے سیلاب سے گجرات کو کرامت کے ذریعہ بچایا تھا۔ اور اسی وجہ سے
آپ کا نام شاہ دولہ دریائی ہو گیا۔ چناب میں سیلاب آیا خطرہ تھا۔ کہ گجرات
بہ جائے گا۔ لوگ گھبرائے ہوئے شاہ دولہ کے پاس آئے اور طالب دعا
ہوئے۔ کہ دعا کی برکت سے سیلاب کا زور ٹوٹ جائے۔ شاہ دولہ نے بیلچہ لیکر
خندق کھودنی شروع کر دی۔ لوگوں نے جب اس کا مطلب پوچھا۔ تو آپ نے
کہا۔ "جدھر میرا مولا ادھر شاہ دولہ" ....

خدا اگر چاہتا ہے۔ کہ گجرات بہ جائے میں راضی برضا ہوں۔ میں تو دعا کے

ساتھ ہوں۔ اور خندق کھود رہا ہوں۔ تاکہ مرضی مولا پوری ہو پانی اوپر چڑھ آئے اور شہر جلدی بہ جائے جس وقت آپ نے خندق کھودنی شروع کی کہتے ہیں دریا کا پانی معاً اتر گیا۔

ایلیٹ حضرت شاہ دولہ دریائیؒ کے رفاہ عام کے کاموں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

> آپ کسی سے سوال نہیں کرتے تھے۔ مگر مزدوری فوراً ادا کرتے تھے۔ غریبوں سے جن کا تعلق کسی مذہب و ملت سے ہو یکساں محبت کا سلوک کرتے تھے۔ ان کے پاس جنگلی جانور اور پرندے پلتے تھے۔ آپ کی دریا دلی کی وجہ سے ہندو مسلمان سب آپ سے محبت کرتے تھے اور آپ کے مرید ہوتے تھے۔

شیخ کلیمؒ نے ایک مرید کو لکھا تھا:۔

> صلح باہندو مسلمان سازند ہر کہ ازیں دو فرقہ کہ اعتقاد بشما داشتہ باشند ذکر و فکر و مراقبہ و تعلیم او را بگوئید کہ ذکر با خاصیت خود اورا در ربقۂ اسلام خواہد کشید۔

شاہ دولہ بھی اس پر عمل پیرا تھے۔ اور اس کے علاوہ آپ نے مجبوروں لاچاروں کی کارسازی کا فیاضی دریا دلی کو اپنایا تھا۔ رفاہ عامہ کے کام

مسجدیں پل. تالاب کنویں آپ کی سخاوت دریا دلی کا سب سے سلوک ——— یہی وہ سب باتیں تھیں جن کی بنا پر آپ کو بجا طور پر شاہ دولہ دریائی کہتے ہیں۔

اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک اور ضروری سوال اٹھایا جائے اور اس سلسلہ میں کسی درست نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کی جائے۔

سوال یہ ہے۔ کیا شاہ دولہ گجراتی سید ہیں؟ اگر کسی صورت یہ ثابت ہو سکتا۔ کہ آپ پیر بغدادیؒ کے مرید خاص اور خلیفہ اکبر ہیں۔ اور آپ کے عم زاد یعنی سید موسیٰ الجنبلی، احمد بن مبارک کے فرزند نامور تو فیصلہ بآسانی کیا جا سکتا تھا۔ کہ آپ نجیب الطرفین سید حسنی حسینی ہیں۔ ایک لڑی کے دو موتی غوث اعظم اور سید کبیر الدین شاہ دولہ۔

لیکن حقیقت گلزار صابری کے سوا کوئی اور قابل اعتماد شہادت موجود نہیں حقیقت گلزار صابری کی شہادت تاریخی اعتبار سے جیسی ہے معلوم ہے تذکرہ اولیائے ہند (ج ۳) میں میرزا محمد اختر دہلوی ذکر فرزندان غوث اعظم کے بعد آپ کے پندرہ خلیفاؤں کا نقشہ بمعہ اخذ نام سن وفات جائے مزار وغیرہ پیش کرتے ہیں مصنف حقیقت گلزار صابری نے غوث اعظم کے خلیفاؤں کی تعداد دس لکھی ہے۔ خلیفاؤں کے نام یہ ہیں:۔

شاہ[۱] ابو عمر قریشی ابن مرزوق۔ شیخ[۲] قضیب البان موصلی۔ شیخ[۳] احمد بن مبارک شیخ[۴] ابوسعید قیلولی۔ شیخ[۵] صدقہ بغدادی۔ شیخ[۶] عمر حیرتی۔ شیخ[۷] محمد الاوانی۔ شیخ[۸] ابو سعد بن شبلی۔ شیخ[۹] حیات۔ شیخ[۱۰] ابو محمد مغربی شعیب۔ شیخ[۱۱] موفق الدین مقدسی۔ شیخ[۱۲]

صدرالدین قونیوی ۔ شہاب الدین سہروردی[13]، سید احمد کبیر رفاعی[14] شیخ شمس الدین[15] علی حداد بن عمر ۔

خلیفاؤں میں سید کبیر الدین شاہ دولہ کا نام شامل نہیں ۔ ذکر دوستان محبان کے زمرے میں بھی میرزا محمد اختر دہلوی کے تذکرہ اولیاء ہند میں آپ شامل نہیں غوث اعظم کے تیسرے خلیفہ شیخ احمد بن مبارک ہیں ۔ مولف حقیقت گلزار صابری جس سید موسیٰ کا ذکر کرتے ہیں ۔ وہ سید موسیٰ ، شیخ احمد کے والد ماجد ہیں ۔ اس لئے سید موسیٰ احمد بن مبارک درست نہیں ہے ۔

بہرحال تلاش ذکر الابرار فی سلسلۃ الاشجار سے شروع کریں ۔ حضرت قطب ربانی غوث اعظم کے سبھی مریدین کا ذکر نام بنام موجود ہے ۔ شیخ احمد بن مبارک کا نام نامی بھی موجود ہے ۔ مگر آپ کے صاحبزادے کا نام نجم الدین بغدادی ہے جنہوں نے سن ۶۲۳ھ میں انتقال فرمایا

حضرت نجم الدین تھی بغداد نام پاکش بخواں
بوقت مراد در حسب ونسب ہم از تقویٰ وارثا
منصب رسول خدا نہم ماہ ربیع ثانی بود سید پاک
زیں جہاں نمود رونقہ خاص او عرش نشاں بیج پوژ
چو آفتاب عیاں (ص ۷)

نہ مریدان غوث اعظم میں نہ فرزندان احمد بن مبارک میں کہیں شاہ دولہ یا کسی سید کبیر الدین کا نام نامی موجود ہے
صاحب مجموعہ اکبری کہتے ہیں ،۔

کوشش بسیار نمودہ بہ شواہدات کتب معتبرہ مثل
مدارج النبوت و معارج النبوت و بحر الانساب
و بحر التناسل و شرف النبوۃ و ترجمۃ الآثار وغیرہ
ذالک آنچہ بصحت رسیدہ جمع نمودہ (ورق ۳ الف)

آپ کہتے ہیں:۔ کرسی نامہ حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی
غوث صمدانی محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہ
العزیز بتوسط یازدہ واسطہ بہ امام حسن رضی اللہ عنہ
می رسد یازدہ (ورق ۲۴ ب)

اسلاف کو نام بنام گنوانے کے بعد صاحب مجموعہ اکبری پھر ہر ایک کے فرزندان گرامی قدر کے نام بتلاتے ہوئے آپ اسلاف سے اخلاف کی طرف آتے ہیں۔ احمد بن مبارک موجود ہیں۔ مگر ان کے کوئی فرزند گرامی سید کبیر الدین شاہ دولہ نہیں ہیں۔

اب "باغ سادات" سے باحتیاط گزر جایئے۔ ہندو پاکستان میں سادات کے گھرانے جہاں بھی پھلے پھولے ہیں، سب کا تفصیلی ذکر موجود ہے اولاد امام حسنؑ ابن علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے غوث اعظم قدس سرہ کو دکھلایا گیا ہے۔

علی ابن ابی طالبؑ، امام حسنؑ، حسن مثنیٰ، عبد اللہ محض موسیٰ عبد اللہ داؤد محمد شرف الدین یحییٰ زاہد، عبد اللہ جیلی موسیٰ ابو صالح، عبد القادر جیلانی

شجرہ عالیہ حسنی کی ساری کڑیاں وہی ہیں. جو تذکرہ اولیائے ہند (ج ۳) میں دکھلائی گئی ہیں۔

ابو صالح غوث پاک کے والد ماجد کے کوئی بھائی سید موسیٰ نہیں ہیں۔ احمد بن مبارک ہیں۔ لیکن سید کبیر الدین شاہ دولہ نہیں ملتے ہیں۔

سادات عظام کے خانوادے مشرقی پاکستان اور ہندوستان میں، مرشد آباد، جون پور، اکبر آباد، ردولی، بہار کے سوا مغربی پاکستان میں ملتان اچ، بھیرہ، جڑانوالہ، منٹگمری، ظفروال، سید کسراں، ہیلسی، لاہور، سیالکوٹ مشرقی پنجاب میں گورداسپور، جالندھر، شاہ پور بٹالہ میں تھے۔ یہ سبھی درج کتاب ہیں۔ سید عبد القادر جیلانی کے عم زاد کوئی معمولی آدمی تو نہیں ہو سکتے اور بحوالہ حقیقت گلزار صابری انہیں خلیفہ اکبر بھی بتلایا جاتا ہے کسی شجرہ میں ان کا ذکر نہ نکلنا از بسکہ عجیب بات ہے۔

گجرات و نواح گجرات میں مدینہ، جمال پور، معین الدین پور، گھوڑال میں بخاری، گیلانی، خوارزمی سادات آباد ہیں۔ ہمارے پیش نظر انہیں بزرگوں کے شجرہ انساب مثلاً "تاریخ خوارزمی"، "ریاض الفیض"، وقائع وغیرہ ہیں۔ کسی بھی شجرہ میں شاہ دولہ کا نام نامی موجود نہیں ہے۔ باغ سادات میں نہ سہی مقامی شجروں میں تو ان کا نام ضرور ملنا چاہیئے تھا۔

یہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ کہ شاہ دولہ دریائی گنج بخش کے نام یا لقب کا حصہ "شاہ" ہے۔ اور یہی ان کی سیادت کی دلیل ہے لیکن یہ درست نہیں صوفیہ میں شیخ و شاہ، دو القاب بزرگی کے بلا لحاظ نسل و ذات استعمال

ہوتے ہیں۔ حضرت غوث اعظم کے حسنی و حسینی نجیب الطرفین ہونے میں شک نہیں ہے۔ مگر تذکروں میں جناب کو شیخ عبدالقادرؒ لکھا ہے یہی حال لفظ شاہ کا ہے۔ صاحب سلیم التواریخ لکھتے ہیں۔

شاہ سید اسر مست اکبری اور جہانگیری عہد کے
بزرگ ہیں وفات آپ کی ۱۰۱۵ھ میں واقع ہوئی
عمر ۸۰/۹۰ سال کے درمیان تھی۔ آپ ساری
عمر مجرد رہے۔ اور ارائیں قوم سے تھے۔ ص ۳۹۸

شاہ عنایت شطاری سید بلھے شاہ کے پیر بھی ارائیں قوم سے تھے بلھے شاہ سید تھے۔ اور اس لئے سیدوں نے کچھ بدمزگی محسوس کی تھی۔

"نام اللہ دامن وسے بلھیا توں کل توں لاجاں لائیاں"

دراصل سید کے نام کے ساتھ یا سید کا لفظ لگاتے تھے۔ یا پھر میر۔ مثلاً سید جلال الدین میر شاہ میر سرخ بخاری، سید صدر الدین راجو قتال لیکن صرف سیادت کوئی فخر کی بات نہیں ہے۔ بلھے شاہ نے کہا تھا۔

"جیہڑا سانوں سید آکھے دوزخ ملن سزائیاں
جیہڑا سانوں رائیں آکھے جنت پینگاں پائیاں"

اور جامی نے کہا۔

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

شاہ دولہ کے لئے ادعائے سیادت قابل فخر نہ ہوتا۔ ہاں سیادت الخ

پر بجا طور پر فخر کر سکتی تھی۔ ذالک فضل اللہ تؤتیہ من یشاء

اعتراض وارد ہو سکتا ہے۔ کہ ہم نے دوسرے نسب ناموں سے بحث کو آگے بڑھایا ہے۔ کیا یہ بہتر نہیں تھا۔ کہ ہم پیرزادوں سے ان کا شجرہ لیتے اور یہی ہمارے نتائج کی تمام تر بنیاد ہوتا۔

لیکن ہماری مسلسل کوشش کا محور یہ تھا۔ کہ کسی غیر جانب دار کسی نامہ سے شاہ دولہ کا کسی شاخ سادات سے ہونا معلوم کریں۔ ہم پیرزادوں کے شجرہ پر انحصار کرتے تو ہمیں صرف یہ دیکھنا نہیں تھا۔ آیا شاہ دولہ کا اسم گرامی نسب نامہ میں ہے بلکہ توجہ تمام تر اسباب پر مرکوز کرنی پڑتی۔ کہ شجرہ نسب جو پیش نظر ہے۔ درست بھی ہے۔ اور کیا اس شجرہ کے ثبوت میں کاغذات دستخطی، مہری، اصلی معافی نامے، فرامین شاہی موجود ہیں۔ جیسا کہ مثلاً ہمیں معلوم ہے۔ حاجی نوشہ گنج بخش کے نسب نامہ کے ثبوت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ دوسرے اس نسب نامہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ پیرزادے حضرت شاہ دولہ کی اولاد ہیں۔ شاہ دولہ سے اوپر کی پشتوں کی چھان بین کے لئے ہمیں پھر انہیں دوسرے نسب ناموں کا سہارا لینا ہوتا۔ جس سے شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم کی طرح آپ کا سید حسنی و حسینی نجیب الطرفین ثابت کیا جا سکے۔

اب ہم تاریخ و تذکروں سے شاہ دولہ کے حسب و نسب کا ذکر چھیڑتے ہیں۔ غلام سرور لاہوری خزینۃ الاصفیا میں لکھتے ہیں۔

از اعاظم اولیاء صاحب کمال و کبرائی مشائخ با حال و مجال است جامع فتوحات ظاہری و باطنی و کمالات صوری و معنوی است شجرہ آبائے کرام وے بادشاہ بہلول لودھی می رسد (ج ۲ ص ۱۶۴)

اور میرزا محمد اختر دہلوی تذکرہ اولیائے ہند میں لکھتے ہیں۔

اور بیان کرتے ہیں۔ کہ آپ اولاد بہلول لودھی سے تھے (ج ۳ ص ۱۹۷)

پنجاب اور سرحدی قوم قبیلوں پر جو کتاب ۱۸۹۲ء میں میکلیگن انڈین سول سروس نے مرتب کی تھی۔ اس میں میجر ایلیٹ کی رپورٹ شامل ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

شاہ دولہ ۱۵۸۱ء مطابق ۹۸۹ھ میں پیدا ہوئے باپ کا نام عبدالرحیم لودھی تھا جو ابراہیم لودھی کی اولاد سے تھے۔ جو بہلول لودھی جس کا انتقال ۱۴۸۸ء مطابق ۸۹۴ھ میں ہوا کا پوتا تھا۔ اس طرح آپ نسباً پٹھان ہیں (ج ۱ ص ۶۴۱)

ڈاکٹر شاہ دولہ پر مقالہ لکھتے ہوئے ولی اللہ خاں روزنامہ پاکستان ٹائمز میں رقم طراز ہیں:۔

شاہ دولہ ۹۸۹ھ مطابق ۱۵۸۱ء میں پیدا
ہوئے اور قطعہ تاریخ میں "خدادوست" کے
مطابق ۱۰۸۵ھ مطابق ۱۶۷۶ء میں انتقال فرمایا
اس طرح آپ اکبر جہانگیر، شاہجہان کے ہم عصر تھے
آپ کے باپ کا نام عبدالرحمان تھا۔ جو سلطان
ابراہیم لودھی کی اولاد سے تھے۔ جسے پانی پت
کے میدان میں ۱۵۲۶ء میں قتل کر دیا گیا تھا۔

(۹ جنوری ۱۹۶۶ء)

والدہ ماجدہ سے متعلق اطلاعات کا خلاصہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ صاحب
حدیقۃ الاولیاء لکھتے ہیں۔

کبیر الدین شاہ دولہ کی والدہ کا نام فاطمہ ہے بنت
عبداللہ صوفی۔

اور یہ درست نہیں عبداللہ صوفی کی دختر نیک اختر سے شیخ الصالح
والد ماجد حضرت غوث اعظم کی شادی ہوئی تھی جن سے متعلق عبداللہ صوفی
نے کہا۔

ہاں میں نے کہا تھا وہ گونگی۔ اندھی اور اپاہج ہے
گونگی اس لحاظ سے کہ اس نے کبھی بری بات نہیں
کہی اندھی اس وجہ سے کہ اس نے غیر محرم کی جانب
نظر نہیں کی اپاہج کیونکہ گھر سے باہر کبھی نہیں نکلی۔

یہ تھی فاطمہ ام الخیر مادر حضرت عبدالقادر جیلانیؒ یہ کبیر الدین شاہ دولہ کی والدہ نہیں ہو سکتیں۔ انہیں عم زاد کہا گیا ہے۔ نہ کہ سگا بھائی۔

شاہ دولہ کی والدہ کے کئی اور نام بھی آئے ہیں۔ مگر ہمارے پاس کوئی واضح تاریخی دلیل اور ثبوت نہیں کہ ان میں سے کسی کو بھی درست ٹھہرایا جائے یہ صرف روائتیں ہیں۔ اور بس۔ تذکروں اور تواریخ کی شہادتوں سے تاہم یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کی والدہ کا نام نعمت بی بی یا نعمت خاتون تھا۔ جو مشہور جنگجو سلطان سارنگ خاں سردار گکھڑ کی پڑپوتی تھی جو ۱۵۴۵ء میں مارا گیا تھا میجر ایلیٹ کا تفصیلی بیان اس کے مقالہ پنجاب اور سرحدی صوبے میں قوم اور قبیلے اس سلسلہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

آپ کی والدہ کا نام نعمت بی بی تھا۔ جو سلطان سارنگ گکھڑ کی پوتی تھیں۔ سلطان سلیم ابن سلطان شیر شاہ (۹۵۲ھ/۹۶۰ھ مطابق ۱۵۴۵ء/۱۵۵۳ء) کے عہد میں خواص خاں کی سرکوبی کے لئے بڑی فوج روانہ کی گئی اس نے عادل شاہ کے حق میں بغاوت کی تھی۔ خواص خاں کے بھائی سلطان شاہ کو شکست ہوئی اور اس نے گکھڑوں میں پناہ لی۔ اور وہ اسکی مدد پر آمادہ ہو گئے۔ رہتاس کے قریب ایک لڑائی ہوئی جس میں سلطان سارنگ گکھڑ مارا گیا۔ اس کے خاندان کو قیدی بنالیا گیا۔ غازی خان۔ سلطان سارنگ

کے بیٹے کی ایک بیٹی بھی قیدیوں میں شامل تھی۔ اور
اس کی گود میں ایک بچی تھی۔ یہی نصرت خاتون تھی جسے
اس کے بھائی سمیت دلی لایا گیا اور عہد اکبری کے
پہلے سال میں ہمایوں کی وفات سے کچھ عرصہ بعد اس
کی شادی عبدالرحیم لودھی سے ہوئی جو شاہی محل
کا داروغہ تھا۔ اس شادی سے شاہ دولہ کی پیدائش
اکبر کے ۲۵ سنہ جلوس میں ہوئی اور یہی سال آپ کے
والد کے انتقال کا ہے (ج ۱ ص ۴۳۱)

یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ شاہ دولہ کی پیدائش کس جگہ ہوئی ایلیٹ کہتا ہے:۔
کہ آپ کی والدہ ماجدہ واپس آگئی تھیں۔ مگر اب وہ وطن میں اجنبی تھیں۔
زمین و آسمان ان کے لیے نئے تھے۔ جیسے کبھی دلی کے زمین و آسمان نئے ہوں گے
وہ سلطان سارنگ کی پڑوتی تھیں۔ مگر اب ان کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ ان حالات
میں یتیم بچے کی پرورش کا بوجھ اور اس کی مشکلات کا صرف اندازہ ہی کیا جا سکتا
ہے۔ انہوں نے چکی پیس پیس کر انہیں پالا۔ نو سال بعد والدہ بھی نہ رہیں۔ یہ سہارا
جاتا رہا ـــــــ تو شاہ دولہ نے ہاتھ میں کاسۂ گدائی لے لیا۔ ان حالات
میں یہ ممکن ہی نہ تھا۔ کہ آپ کی تعلیم و تربیت کی طرف ذرا بھی دھیان گیا ہو۔ تاہم
تاریخ سیالکوٹ کے مؤلف کہتے ہیں۔ کہ آپ قرآن بڑی خوش الحانی کے ساتھ
سالفظ تلاوت فرماتے تھے۔ یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔ آج سے چند سال
پہلے بھی ناظرہ قرآن کم از کم پڑھنا پڑھانا ضروری سمجھا جاتا تھا۔ اور آج بھی بچوں

میں چند فی صد قرآن کی تلاوت خوش الحانی کے ساتھ کر سکتے ہیں۔

شاہ دولہ گجرات سے سیالکوٹ آئے۔ کیونکہ آپ کی زندگی میں سیالکوٹ اہم ہے۔ اس لیے یہاں کے علمی اور روحانی ماحول سے متعلق چند باتیں ذہن نشین ہونی چاہئیں۔

سیالکوٹ سے متعلق رشید نیاز لکھتے ہیں:-

اس سرزمین کے وسیع کھنڈرات، اہل باطن
کے مقدس مزارات مسمار قلعے منہدم فصیلیں
ٹوٹی پھوٹی قبریں پیچھے پیچھے پرانے قصبے اس کی
گزشتہ عظمت کا پتہ دیتے ہیں۔

بابا فتح اللہ کے شاگرد ملا کمال سیالکوٹی اور ان کے بھائی ملا جمال تھے۔ جنہوں نے علوم ظاہری کے حصول سے فراغت پائی تو بابا صاحب ہی کے زیر سایہ روحانی منزلیں طے کرنے لگے۔ ملا کمال کے شاگرد حضرت مجدد الف ثانی ملا عبدالحکیم سیالکوٹی اور سعد اللہ خاں نواب نے سیالکوٹ کا نام آسمان سے باندھ دیا۔ بابا فتح اللہ کا انتقال ۱۰۱۷ھ ہوا۔

مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی سے متعلق زبدۃ المقامات میں لکھا ہے۔

مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی علوم عقلیہ نقلیہ میں تصانیف
عالی کے مالک ہیں۔ اس وقت دیار ہند میں ان کی
کوئی نظیر نہیں۔ ان کا انتقال ۱۰۶۷ھ میں ہوا۔

ندا شد ز دل سال ترحیل او

دلی مخزن علم عبد الحکیم

محمد رضا (حکیم داناؒ) ملا کمال کے فرزند تھے۔ اور ملا جمالی ابوالقاسم
ان کے بھتیجے دونوں نے بابا فتح اللہ کے فرزند بابا حقانی سمیت سیالکوٹ
میں علمی و روحانی شمعیں روشن رکھیں بابا عمر حقانی کا دربار مغلیہ میں بڑا اثر تھا۔
آپ ہی نے کشمیری وفد جس میں شیخ یعقوب صرفی بابا داؤد خاکی جیسے وقت
کے جید علماء و صلحاء تھے۔ اکبر تک پہنچایا جن کی شکایات کے ازالے کے لئے
اکبر نے کشمیر پر حملہ کا فیصلہ کیا۔ اور پھر کشمیر کو ۹۹۴ھ میں فتح کر لیا۔

ملا گجراتی چٹی شیخاں اور محمد فاضل گوٹلی ندو بان

کے قریب روشنی کے مینار تھے۔ علماء حق کا سیالکوٹ

میں فیض باطنی بھی برابر جاری رہا۔

امام علی الحق سیالکوٹ کے شاہ ولایت ہیں۔ آپ حضرت موسیٰ کاظم علیہ
السلام کی اولاد سے تھے اور شجرہ طریقت کے اعتبار سے چشتی مودودی، جن کا
سلسلہ طریقت حسن البصری سے جا ملتا ہے۔ آپ شیخ شکر گنج کے خلیفہ اکبر تھے
خزینۃ الاصفیاء میں لکھا ہے

بعد تربیت و تکمیل عطائے خرقۂ خلافت بصوب

سیالکوٹ شریف ترخیص یافت و در آنجا رسیدہ۔

بابا شکر گنج کے تبلیغی مشن کو آپ نے خاموشی کے ساتھ سیالکوٹ
میں جاری رکھا۔ سیالکوٹ ہی میں شاہ حمزہ غوثؒ گورو نانک کے ہم عصر اور

ہم نشین تھے۔ اکبر بادشاہ ایک بار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے
کہا میں نے جیسا سنا تھا۔ آپ کو ویسا ہی پایا۔ ۹۰۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

بتاریخ وصالش گفت قاصر
محمد متقی سلطان مقبول

جہانگیر اور شاہ جہاں کے عہد میں ملا عیسیٰ سیالکوٹ میں موجود تھے جنہیں
حضرت میاں میر سے فیض ملا تھا۔ اور آپ ہی نے انہیں سیالکوٹ بھیجا تھا۔
تاکہ سلسلہ رشد و ہدایت شروع فرمائیں۔

سید ناسر مست (جنہیں شاہ سیداں کہتے ہیں) کی وجہ سے سیالکوٹ نے
بڑی ناموری پائی۔ ان کا مولد سیالکوٹ تھا۔ اور ابتدا ہی سے فقرا کی خدمت
ان کا شعار تھا۔

خزینۃ الاصفیا میں لکھا ہے۔

سید ناسر مست سیالکوٹی قطب الوقت بود

آپ شاہ مونگا کے مرید تھے۔ اکثر جذب و سکر کی حالت میں رہتے تھے
مگر اس عالم میں بھی ہوشیاری کی حالت یہ تھی۔ کہ کبھی نماز باجماعت قضا نہیں
فرمائی۔

شاہ دولہ سیالکوٹ آئے تو کھیا ڈھیرا نے ان کے سر پہ ہاتھ رکھا
ایلیٹ کہتا ہے۔

سیالکوٹ میں شاہ دولہ کی ملاقات مہتا کھیا ڈھیرا

سے ہوئی جو سیالکوٹ کا قانون گو تھا۔ وہ بڑا امیر
فیاض آدمی تھا۔ شاہ دولہ سے وہ بڑا متاثر ہوا
اس کے دل میں رحم آیا۔ تو اس نے شاہ دولہ کو اپنا
لیا۔ اور بڑے چاؤ سے ان کی پرورش کی (ج اص ۴۳۲)

۱۔ منشی گنیش داس صاحب نامہ میں کہتے ہیں۔

گویند در بدایت حال شاہ دولہ غلام زر خرید مہتہ
کھیم کرن معروف بہ کھیا ڈھیرا خلف مرار داس
بڈھیرہ ساکن سیالکوٹ بود (ص ۱۷۷)

خزینۃ الاصفیا سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

اول در ہنگام طفولیت مادر و پدرش برحمت حق پیوستند
وے یتیم بے پدر و مادر بماند و بعضی ناحق شناساں
بروے مستولی شدہ اورا بدست ہندواں فروختند
چوں در حالت بندگی وے مالک، خود را از خدمات
شائستہ خود خوشنود ساخت وے اورا آزاد نمود

(ص ۱۰۳)

محمد دین فوق نے شاہ دولہ کو گھماں وڈیرہ ساکن سیالکوٹ کا نوکر لکھا
ہے۔ گھماں اور کھیا یا کھیماں صرف لہجہ کا فرق ہے۔ محمد اختر دہلوی نے غلام سرور
لاہوری کی عبارت لفظ بہ لفظ ترجمہ کر دی ہے۔

شاہ دولہ کو آزاد کر دیا گیا۔ غلام سرور لاہوری اور میرزا محمد اختر دہلوی

کہتے ہیں۔ کہ انہوں نے اپنی خدمات سے مالک بڑا خوش کیا تھا لیکن پنجاب
اور سرحدی علاقوں کے قوم و قبیلوں کی رپورٹ میں ایلیٹ نے شاہ دولہ کو
آزاد کئے جانے کی اور وجہ بیان کی ہے۔ ایلیٹ کا ماخذ کیا ہے معلوم نہیں
ہو سکا۔ ورنہ اس روایت کی قدر و قیمت کا اندازہ کیا جا سکتا تھا بہر حال
روایت کے اجزا، فیاضی۔ خدا ترسی غریب پرسی حضرت شاہ دولہ کے کردار
کا اجزا ضرور تھے۔ جن پر اس روایت میں روشنی پڑتی ہے۔

ایلیٹ لکھتا ہے۔

> شاہ دولہ کی ذہانت کے سبب قانون گو ان کی طرف
> متوجہ ہوئے۔ اور انہیں توشہ خانہ کا داروغہ مقرر
> کیا گیا۔ مگر شاہ دولہ بڑے فیاض تھے۔ اور کسی
> سوالی کو لوٹاتے نہیں تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نہ صرف
> اپنی آمدنی بلکہ خزانہ کی قیمتی اشیاء اور توشہ خانہ کا
> سامان لٹ گیا قانون گویوں کو یقین نہیں آتا تھا کہ
> شاہ دولہ نے ساری دولت فقیروں میں بانٹ دی۔
> انہوں نے آپ کو قید خانہ میں ڈال دیا۔ اور آپ
> کو بڑی تکلیفیں پہنچائیں۔ جس کی وجہ سے انہوں نے
> کہا روپیہ زمین میں دفن ہے اگر انہیں رہا کر دیا جائے
> تو وہ اس کی نشاندہی کر دیں گے۔ انہیں توشہ خانہ
> لایا گیا۔ جہاں انہوں نے ایک چھرا پیٹ میں گھونپ

لیا۔ مالکوں کو حکومت کا ڈر ہوا۔ انہوں نے جراح کو
بلواکر ان کے زخم کو سلوایا۔ تین ماہ کے بعد شاہ دولہ
کو آرام آیا۔ خاتون گوئیوں نے اب آپ کو چھوڑ دیا۔

(ج ا ص ۶۳۲)

شاہ دولہ آزادی ملنے پر شاہ سید اسرمست کے مرید ہو گئے۔ منشی گنیش داس
نے لکھا ہے۔

بعد ازاں خدمت سید نادر سرمست خدا پرست
رسیدہ یافتہ بہ درجہ معرفت کامل رسید (ص ۱۷۷)

غلام سرور لاہوری خزینۃ الاصفیاء میں اس کی تائید کرتے ہیں

وے ضعیت آزادگی در بر پوشیدہ بخدمت سیدنا
سرمست سیالکوٹی کہ قطب الوقت بود رسیدہ مرید شد (ص ۱۰۲)

محمد دین فوق بھی کہتے ہیں۔ کہ خدمت سیدنا سرمست میں پہنچنے سے پہلے
آپ نے ملازمت ترک کر دی تھی۔ اور علائق دنیوی سے ہاتھ اٹھا لیا تھا۔
سلیم التواریخ میں اور تفصیل بھی درج ہے۔ لکھا ہے :۔

اس یتیمی کی حالت میں کسی طرح سیالکوٹ پہنچ گئے
اور وڈیرہ کھتریوں کے مال مویشی چرانے پر نوکر ہو گئے
دیر تک ان کے پاس رہے وہ بھی ان سے محبت
کرتے تھے۔ شہر کے لوگ شاہ صاحب کی خدمت
میں آتے تھے۔ اور ان کی صحبت کو غنیمت سمجھتے تھے۔

شاہ دولہ کو تو یہ ایسا عمدہ موقعہ ملا تھا۔ وہ جس وقت
فرصت پاتے ان کی خدمت میں حاضر ہو جاتے
دولہ کو شوق الٰہی پیدا ہوا شاہ صاحب کے سینکڑوں
لوگ آ کر مرید ہوتے تھے۔ یہ بھی بیعت ہو گئے (ق)

اس ضمن میں مجلہ شاہین (جوبلی نمبر) زمیندار کالج میں مفتی ریاض احمد لکھتے ہیں :۔

انہیں دنوں سیالکوٹ میں ایک درویش جن کا مزار
سیالکوٹ مشن سکول کے ہوسٹل کے مغرب میں ہے
شاہ سیداسرمست تشریف لائے۔ اور وہیں لکھڑیوں
کے طویلہ کے پاس ڈیرہ لگایا کنواں خود چل کر پیاسے
کے پاس آ پہنچا تھا۔ دولہ سرمست کے مرید ہو گئے۔

شاہ سیداسرمست خان پور علاقہ ملتان میں پیدا ہوئے۔ اور مرشد کے حکم سے سیالکوٹ آئے اور وہیں انتقال فرمایا۔ عزیزی ریاض احمد مفتی کا ماخذ اطلاع شاید سلیم التواریخ ہے۔

شاہ دولہ اس وقت جوان تھے۔

ایلیٹ ایک بار پھر اس ضمن میں ایک اور روایت بیان کرتا ہے۔ ہم کہہ نہیں سکتے کہ درست ہے کیونکہ جب تک ایلیٹ کے ماخذوں پر کماحقہ اطلاع نہ ہو اس سلسلہ میں کوئی رائے نہیں دی جا سکتی۔ دوسرے تذکرہ نگاروں کے ماخذ معلوم ہو جاتے ہیں۔ مگر شاید ایلیٹ سنی سنائی روایات،

پر بھی بہت حد تک انحصار کرتا ہے۔ اس نے حقیقت کی دریافت میں ہمیں مشکلیں پڑتی ہیں۔ اپنے ناظرین کی توجہ اس سلسلہ میں ہم ایلیٹ کے نقطۂ نظر کی طرف بھی دلانا ضروری سمجھتے ہیں۔ میرزا محمد اختر دہلوی۔ غلام سرور لاہوری منشی گنیش داس اور دوسرے مورخ اور تذکرہ نویس مشرق کے فرزند ہیں۔ ان کے لئے فقر و درویشی کی روایات معلوم و مشہور ہیں۔ ان کا انداز فکر تہذیب اور موڈیب ہوتا ہے۔ اور یہ درست بھی ہے۔ صدہا علما و فضلا کے دفتر ہمارے ارد گرد چھپے ہوئے ہیں۔ ہم غور کرتے ہیں تو بآسانی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کے لئے دنیاوی ترقیاں کچھ مشکل نہیں تھیں۔ صرف ایک لگن تھی جس نے انہیں ترک راحت و آرام پر مجبور کیا۔ اور انہوں نے تلاش حق میں عمریں بیتا دیں۔

حضرت مجدد الف ثانی۔ ملا عبد الحکیم سیالکوٹی۔ نواب سعد اللہ خاں ہم سبق تھے۔ اور ملا کمال کی نظر عنایت ان کے حال پر یکساں تھی۔ نواب سعد اللہ خاں وزیر شاہجہاں ہو گئے۔ تو کیا مجدد الف ثانیؒ وزیر السلطنت بننے کے اہل نہ تھے۔ کیا ملا سیالکوٹی یہ بوجھ نہیں اٹھا سکتے تھے۔ اور کیا نواب سعد اللہ درویشی اور فقیری میں ناموری نہ پا سکتے۔

حضرت فرید الدین عطار تذکرۃ الاولیاء میں نقل کرتے ہیں۔ کہ خلیفہ منصور نے امام ابو حنیفہؒ سفیان ثوریؒ مشعر بن حرام اور شریح کو بلا بھیجا۔ تاکہ ان میں سے کسی کو بغداد کا قاضی بنائے۔ امام ابو حنیفہ نے اپنی جان بچائی۔ سفیان ثوری بغداد سے نکل گئے۔ مشعر بن حرام نے آگے بڑھ کر سر دربار خلیفہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس سے اس کی اور اس کی اولاد کی خیریت پوچھی۔ خلیفہ سمجھا دیوانے ہیں۔ اور ان

باز رہا۔ البتہ شریح کو اس نے قاضی بنادیا جب وہ قاضی ہو گئے امام ابوحنیفہ نے ان سے جدائی اختیار کی۔ اہل احتیاط حُبِ دنیا کے دونوں اجزاء، حُبِ مال اور حبِ جاہ سے الگ رہتے تھے۔

انگریزوں کا زاویہ نگاہ بالکل مختلف ہے اور مختلف ہونا چاہیئے۔ مغرب کی تہذیب ساری کی ساری مادی ہے، مغربی تو سمجھ نہیں سکتے کہ صرف خدا کے لئے گھربار چھوڑا جاسکتا ہے، ترکِ راحت و آرام ممکن بھی ہے۔ انہیں ہمارے درویش اور فقیر ہوشیار دنیا دار نظر آتے ہیں جن کی درویشی بھی عیاری ہوتی ہے جس کی دکان کو چمکانے کیلئے وہ ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ یہ زاویہ نگاہ صرف مغربیوں سے خاص نہیں ہے بہر صورت، انداز فکر ہے جس کا مغرب میں رواج زیادہ ہے۔ اگر چہ مشرق میں اس کا وجود عنقا نہیں ہے جہانگیر بادشاہ (مثلاً) تزک میں بے ادبانہ لکھتا ہے (اقتباس میں ایک دو ناقابل برداشت الفاظ چھوڑ دیئے گئے ہیں)۔

میں نے شیخ سرہندی جو بد فروشی اور
کے سبب کچھ عرصہ سے قید کاٹ رہا تھا طلب
کیا ہوا تھا۔ اس دن اس نے حاضر ہو کے پر لے
خلعت و ہزار روپیہ عنایت کر کے آزاد کر دیا ساتھ
ہی اسے اختیار دے دیا کہ چاہے سرہند واپس
چلا جائے یا میری خدمت میں رہے۔ اس نے
از رہ انصاف کہا کہ یہ سزا و سرزنش حقیقت

میں ایک طرح کی ہدایت تھی۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف
سے آئی تھی۔ وہ حاضر خدمت رہنے ہی میں بھلائی
دیکھتا تھا۔ (ص ۶۳۳ تزک جہانگیری مترجم سلیم
واحد سلیم مجلس ترقی اُردو لاہور ۱۹۶۰ء)

مغل بادشاہ پیر پرست تھے۔ اکبر مرید خواجگان چشت ہونے پر فخر کرتا تھا۔ اسے سلیم چشتی سے ارادت بھی تھی۔ اور اکبر آپ ہی سے طالب دعا ہوا تھا کہ خدا اسے اولادِ نرینہ سے شاد کام کرے۔ اور شہزادہ کا نام سلیم اس نے شیخ کے نام ہی پر رکھا تھا۔ جہانگیر۔ شاہجہان۔ داراشکوہ۔ اورنگ زیب سبھی فقیروں اور درویشوں کے ارادت مند ہے لیکن ملکی حالات اور خاندانی روایات کے پیشِ نظر کہ شاہی اور رشتہ داری میں بیر ہے۔ ان کے دِلوں میں بے جا شک و شبہ کا کانٹا کھٹک جاتا تھا۔ انہیں ان بوریہ نشینوں کی سیر چشمی، فیاضی اثر و نفوذ سے خوف آتا تھا۔ ان کے دِلوں کی گہرائیوں سے یہ شک نہیں جاتا تھا۔ کہ یہ درویش اگر چاہیں تو بآسانی بغاوت کو ہوا دے سکتے ہیں جس سے انہیں کہیں پناہ نہیں ہوگی۔ وہ انہیں بار بار آزماتے تھے۔ سزائیں دینے سے بھی گریز نہیں کرتے تھے۔ مگر جب وہ بھٹی تپ تپا کر کندن ہی رہتے تھے۔ تو حیرانی کے ساتھ جبینِ نیاز ان کے حضور ٹکا دیتے تھے۔

اب ایلیٹ کی روایت سُنئیے۔

شاہ دولہ نے ایک آدمی سنگیا گکھو نامی سے رشتہ استوار کیا۔ جو سرمست ولی کا مرید خاص تھا۔ اور

گدائی شروع کی جو دستیاب ہوتا۔ درویش کے حضور
میں پیش کر دیتے جتنی ضرورت ہوتی وہ کھا پی لیتے
اور باقی منگو کو دے ڈالتے منگو کے کھانے کے بعد
جو بچا کھچا ہوتا۔ شاہ دولہ خود کھاتے اور شاید ہی
کبھی ان کا پیٹ بھرا ہو۔ درویش بھی ان معمولی خیرات
کے ٹکڑوں سے مطمئن نہیں رہتے۔ انہوں نے شاہ دولہ
کو مزدوری پر لگا دیا۔ مزدوری کے پیسوں میں خیرات
کے باسی ٹکڑوں کی بجائے پکا پکایا تازہ کھانا خریدا
جا سکے گا۔ (ج ۱ ص ۶۳۷)

کھنڈر عمارتوں کی فی مربعہ گز ایک ٹکا کھدائی پر شاہ دولہ نے دوسرے
مزدوروں کے ساتھ کام کیا مصالحہ قدیم عمارتوں میں اتنا مضبوط ہوتا تھا کہ جوان
آدمی بھی دو تین مربعہ گز سے زیادہ کھدائی نہیں کر سکتا تھا۔ شاہ دولہ تیزی سے
کھدائی کرنے لگے اور دن میں ستر مربعہ گز زمین کھود دی۔ اور اینٹیں نکال لیں۔
کارندے سمجھتے تھے۔ کہ ایسا خدائی امداد کے بغیر ہونا ممکن نہیں تھا شام کو انہوں
نے شاہ دولہ کو پوری مزدوری دی مگر شاہ دولہ نے ستر ٹکا کی بجائے صرف چار
ٹکا قبول فرمائے۔ پھر انہوں نے مزید از کھچڑی خریدی۔ اور اس کو شاہ صاحب
کے سامنے دھرا۔

پھر شاہ دولہ نے اپنی ہمت اور زور پر فخر کیا۔ تو شاہ
صاحب نے اپنے ہاتھ بڑھا دیئے جن پر چھالے

پڑے ہوئے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ باطنی طور

پر شاہ دولہ کی مدد کرتے رہتے تھے۔ پھر ولی نے

شاہ دولہ کو کچھ کھچڑی کھانے کو دی (ص ۲۲۲/۲۲۳)

کھچڑی کھاتے ہی شاہ دولہ کے ہاتھ کی دوسری انگلی میں شدید درد شروع ہوا اور وہ رات دن تڑپنے لگے۔ انہوں نے پھر سید ناصر مست سے کہا کہ انہیں عذاب سے نجات دلائیں منگو پیر نے بھی سفارش کی۔ ولی پیر نے کہا۔

قصائیوں کے بازار میں جاؤ اور اپنا ہاتھ حلال کی

ہوئی گائے کی انتڑیوں میں دے دو۔ آپ نے ایسا

ہی کیا فوراً درد جاتا رہا۔ اور آپ ۲۴ گھنٹہ آرام

سے میٹھی نیند سو گئے۔ دوپہر بعد وہ صاحب کرامت

سید اسر مست کے پاس آئے تاکہ آپ کی عنایات

کا شکریہ ادا کریں۔ پیر صاحب نے کہا تجھ میں خود بینی

کا روگ تھا۔ جسے میں نے تیرے دل سے دھو دیا ہے

اب صرف دوسروں کی محبت ہی تیرے دل میں رہے

گی۔ خوش رہو۔ تم میری عنایات اور توجہ کے مستحق

ثابت ہوتے ہو۔ اب تمہیں خدائی تعلیم دی جا سکتی ہے (ص ۲۲۳)

اس کے مقابلہ میں نیاز رشید، صاحب "تاریخ سیالکوٹ" لکھتے ہیں۔

شاہ دولہ قرآن مجید کی قرأت بڑی خوش الحانی سے

فرماتے تھے قبلہ شاہ صاحب (سید اسر مست)

انہیں اپنی خلوت وجلوت میں بلاکر قرآن مجید سنتے
تھے۔ حضرت شاہ دولہ کی یہی قرأت شاہ سیداں
کے قرب کا وسیلہ بنی۔ اور بعد میں حضرت شاہ دولہ
نے بھی جو عارفانہ مقام پایا۔ وہ انہیں بزرگ کی
دعاؤں اور خدمت کا نتیجہ تھا۔ (ص ۱۳۵)

ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

صاحب فرحت الناظرین نے صرف اس قدر لکھا ہے۔

شاہ دولہ بخدمت مخدومی سیدنا (سید
سرمست چشتی) فائز گردید از معرفت بہرہ وافی داشت
از مشاہیر آفاق گشت۔

بہر حال ایلیٹ کی روایت سے شاہ سید اسرمست ان کے مرید خاص
اور حضرت شاہ دولہ سے متعلق جو اثر ہم لیتے ہیں۔ یا رائے قائم کرتے ہیں۔
درست نہیں۔

مختلف تذکرہ نویس متفق نہیں۔ کہ شاہ دولہ کتنی مدت حضرت
سرمست کی خدمت میں رہے۔ ایلیٹ بارہ سال بتلاتا ہے معلوم نہیں
کیوں اور کیسے صاحب سلیم التواریخ یہ مدت سو سال بتلاتے ہیں جو کسی صورت
درست نہیں ہو سکتی۔ چند ایک نے مدت چار سال بتلائی ہے۔ اکثر اس
ضمن میں کوئی اطلاع بہم نہیں پہنچاتے۔

صاحب خزینۃ الاصفیا نے صرف یہ لکھا ہے۔

وچند سال درخدمت وے حاضر ماند

اور تذکرہ اکابر اسلام میں دلیپی پرشاد کہتے ہیں۔

آپ سرمست کے مرید تھے اور زیادہ عمر ان کی

سیالکوٹ میں بسر ہوئی۔

شاہ دولہ کے خرقہ ولایت پانے کی کہانی غلام سرور لاہوری نے خزینۃ

الاصفیاء میں اس طرح بیان کی ہے۔

شیخ را مریدے دیگر بود۔ دولہ نام، دی خواست

کہ نعمت باطن بوے ارزانی دارد چوں وقت شیخ

باخر رسید از اندرون حجرہ آواز داد کہ اے دولہ بیا

آں دولہ در آں وقت حاضر نبود شاہ دولہ حاضر شد

گفت من ترا نمی طلبم دولہ را می خواہم۔ شاہ دولہ پس

آمد بر دروازہ حجرہ نشست۔ بعد ساعتے باز شیخ

دولہ را آواز داد چوں او حاضر نبود شاہ دولہ حاضر گشت

شیخ نعمت باطن بوے ایثار نمود و گفت "ہر کرا مولا

دہد شاہ دولہ گردد"۔ (ص ۱۰۲/۱۰۳)

محمد اختر دہلوی نے تذکرہ اولیائے ہند میں خزینۃ الاصفیاء سے اخذ و

ترجمہ کر کے اس کی تائید کی ہے۔ مفتی ریاض احمد شاہین "مجلہ علمی زمیندار کالج" میں

اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں۔

شیخ کا وقت آن پہنچا دولہ کو اس زمانہ میں گولہ (غلام)

کہتے تھے۔ سرمست کا ایک اور مرید دولہ نامی تھا شیخ نے اسے آواز دی تو دولہ نے جواب دیا جی کولہ ہے کہا ضرورت نہیں۔ تھوڑی دیر بعد شیخ نے وہی سوال دہرایا اور وہی جواب پایا۔ کہا ــــ

"ہر کرا مولا دہد از گولا شاہ دولہ گردد" (ص ۱۶۷)

الیبٹ نے ایک بار پھر اس واقعہ کے تفصیلی بیان میں جا بجا ایسی باتوں کا اضافہ کیا ہے جن کا کسی مشہور تذکرہ میں ذکر نہیں۔

ان کا وقت اخیر تھا۔ پوچھا کوئی ہے۔ جواب ملا دولہ پیر نے کہا جاؤ منگو کو بلا دو یعنی ان کے عزیز مرید کو رات کے وقت منگو نے آنے سے انکار کیا۔ دولا تین دفعہ گئے اور منگو نے تین دفعہ انکار کیا۔ پیر کچھ دیر خاموش رہے۔ صبح کے وقت وہ ہوش میں آئے۔ اور کہا خدا جسے اس کی مرضی ہوتی ہے نوازتا ہے پس انہوں نے دلق فقیری شاہ دولہ کو دے دی۔ اور جب شاہ دولہ نے کہا۔ کہ منگو اس کے پاس گلیم درویشی نہیں رہنے دے گا۔ تو پیر نے کہا جو اس کو اٹھائے گا۔ وہی اس کا مالک ہے۔ آپ نے شاہ دولہ کو دعا دی اور رو بحق ہوگئے۔

دن ہوا تو سب کو معلوم ہوا۔ کہ پیر کا انتقال ہوگیا ہے

منگھو اور دوسرے مریدوں نے ان کا دفن و
کفن میں ہاتھ بٹایا۔ اس کے بعد انہوں نے مقدس
گدڑی لینی چاہی جو زمین پر پڑی تھی۔ دونوں نے اسے
باری باری اٹھانا چاہا۔ مگر جب تک شاہ دولہ نے
اسے ایک ہاتھ سے نہ اٹھایا۔ گدڑی اٹھائی نہ گئی۔
شاہ دولہ نے جھاڑ کر اسے پہن لیا۔ اس طرح
آپ نے خلافت اور دولہ نام پر ہمیشہ کے لئے
اپنا حق ثابت کر دیا۔ اس کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے
شاہ دولہ ہو گئے۔ (ص ۹۲۳)

اب شاہ دولہ گجراتی کا شجرہ بیعت فرحت افزا ناظرین میں ملاحظہ فرمائیں۔
شاہ دولہ، مرید سید ناصر مست، مرید شاہ منگا، مرید شاہ کبیر، مرید شہر اللہ، مرید شیخ یوسف، مرید شیخ برہان الدین، مرید شیخ صدر الدین، مرید شیخ بدرالدین مرید شیخ اسماعیل قریشی، مرید شیخ صدر الدین راجن قتال، مرید شیخ رکن الدین ابو الفتح ملتانی، مرید شیخ صدر الدین عارف، مرید بہاؤ الدین زکریا ملتانی، مرید شیخ شہاب الدین سہروردی، مرید ضیاء الدین عبد القاہر سہروردی

تاریخ سیالکوٹ میں جناب رشید نیاز نے جو شجرہ بیعت دیا ہے اس میں راجن قتال کو چھوڑ دیا ہے۔ مگر دوسرے تذکرہ نویسوں نے شجرہ بیعت اسی طرح لکھا ہے۔ اور حضرت راجن قتال کو شامل رکھا ہے۔

شاہ دولہ گجراتی کا سلسلہ مرشدی سہروردی ہے اور جنیدی، —

ضیاء الدین عبدالقاہر مرید شیخ احمد غزالی، مرید شیخ نساج طوسی ۔ مرید ابوالقاسم گرگانی مرید شیخ عثمان، مرید شیخ ابو علی کاتب، مرید شیخ ابو علی رودباری مرید سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)

سہروردیہ نے اشاعت اسلام میں دوسرے سلسلوں سے کم حصہ نہیں لیا ۔ امیر کبیر ہمدانی نے کشمیر میں بہاء الدین ذکریا ملتانی نے سندھ اور ملتان میں شاہ عالم قطب عالم نے گجرات کاٹھیاواڑ میں جلال الدین تبریزی اور جلال الدین یمنی نے بنگال اور سلہٹ میں اسلام کی شمعیں جلائیں جنہیں انہیں کے مریدوں نے روشن رکھا۔

شریعت کے معاملہ میں سہروردی ذرا سخت تھے تبلیغ میں چشتیہ کی طرح جمالی نہیں جلالی تھے سماع کے وہ دلدادہ نہ تھے ۔ نہ ان میں رقص ہوتا تھا۔ اپنی مساعی جمیلہ کے مقابلہ میں تاہم وہ ناموری سے زیادہ بہرہ مند نہیں ہوئے کیونکہ عجیب اتفاق تھا کہ سہروردیہ بڑے شہروں سے دور دور رہے اور پھر ان میں اہل قلم بھی نہیں تھے ۔ ان کے ملفوظات و مکتوبات نہ ہونے کے برابر ہیں ۔ ملکی تذکروں میں صرف چند ایک کا ذکر ہے ۔ اور مقامی تذکرے انہوں نے خود نہیں لکھے نہ تذکرہ لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی فرمائی ۔ اس لئے ان کے مریدوں نے بھی تقریباً کچھ نہیں لکھا ۔ جناب قاضی سلطان محمود آوان شریف والوں کے حالات کی فراہمی کا تقاضہ جب صاحبزادہ سجادہ نشین جناب محبوب عالم مدظلہ سے کیا گیا ۔ تو انہوں نے کہا۔

آپکے سوانح حیات کاغذ پہ لکھنے کے بجائے ہم

سب سنگھیوں کو چاہیئے کہ خود ان کے حیات
نامہ کا ایک ایک ورق بن جائیں ۔ اور ہماری جماعت
ان کی حیات ہو (مقامات محمود ص ۸)

مشورہ تو بڑا نیک ہے مگر ایک عرصے کے بعد جب پرانے لوگ، جن کی یادوں میں روشنی کی بہاریں ہیں ۔ اس بزم سے اٹھ جائیں گے ۔ تو ان نیک ناموں کی زندگیوں پر وقت کے گہرے پردے گر جائیں گے ۔ صحیح حالات کی دریافت میں قدم قدم پر مشکلیں پڑیں گی بعض اوقات تو نام نیک رفتگاں کے ضائع ہونے کا امکان بھی ہے ۔

پیر نجف شاہ جو اولاد بہاون شاہ گجراتی میں تھے شجرہ عالیہ سلسلہ سہروردیہ نظم پنجابی میں لکھتے ہیں ۔

وچ گجرات محب الٰہی	ولی خدا دوکہ دریائی
سینہ روشن صدر صفائی	مرشد کل لوکائی دا
حضرت شاہ سید انوراتی	دسیا جس نے راہ خفائی
حضرت دولہ دا دل جانی	لقب دِتا دریائی دا
مونگا غوث اللہ دا پیارا	جس دا درجہ سبتیں بھارا
جے اوہ ذرا کرے اشارہ	ہوندا شاہ گدائی دا
حضرت شاہ کبیر مبارک	جو منظور اللہ تبارک
ہیں اور سب منزل دے سالک	سینہ صدر صفائی دا
پیر بہار الدین رہ ندا	شیخ اہم خطاب جنہاں دا

کھنڈیا نور الٰہی دا،

شیخ شیوخ اونہاں دا مرشد شہر اللہ وچ صاحب رشد

ایتھے اوتھے دوئیں جہانی دائم فضل الٰہی دا،

حضرت یوسف درجہ عالی میں عاجز دے سر دا والی

راہ فقر تحقیق وزانہ خالی قائم قدم صفائی دا

صدر دین مقرب مولا جیندا درجہ سب تھیں اولیٰ

رہندا پاک وجود ہمیشہ اوہ ذکر کمائی دا

ہادی میرا بدر الدین دین دنی سلطان مبین

جس دے اندر حق یقین اللہ آپ سمائی دا

صدر دین حبیب مکرم ذکر فکر وچ درجہ اعظم

رستے مولا دے وچ قائم دائم فضل الٰہی دا

حضرت شاہ رکن عالم نوری جنیدی درجہ جناب حضوری

کیتی پاک کمائی پوری ہویا فضل الٰہی دا،

شیخ بہاء الحق ذکریا درجہ غوثی دے وچ اعلیٰ

جس دی اک نظر فیض مولا محرم قطب بنائی دا

شہر وڈا ملتان قدیمی جس وچ پیر ہمیشہ مقیمی

اکدم جیہڑا کرے مریدی پل وچ ولی بنائی دا

حضرت شیخ شہاب الدین ہادی مرشد راہ یقین

کل ولیاں وچ محکم دین صیقل راہ صفائی دا

حضرت شیخ ضیاء الدین | جنید امرشد نجم دین
ملک بقا وچ نال یقین | چمکے نور الٰہی دا
شاہ محمد قطب جہانی | روشن چہرہ نور نورانی
وچ ولیاں دے کوئی نہ ثانی | مالک فقر شاہی دا
عبد اللہ جیہں لقب ہو واحد | صورت یوسف ہمشیں ساجد
عاشق مولا وڈا عابد | سایہ سر الٰہی دا
شیخ علاؤ الدین بہادر | بہت سخی تے وڈا دلاور
دولت مال لٹا کے سارا | پھڑیا راہ گدائی دا
حضرت شاہ جنید بغدادی | ابوالقاسم نیک نہادی
ہم خانوادے دا مالک | مالک فقر شاہی دا
سری سقطی شیخ کہاوے | گمراہاں نوں رستے لاوے
جیہڑا اس دے در تے جاوے | خالی کدی نہ آئی دا
حضرت خواجہ جو مشہور | شہر کرخ وچ برسے نور
ہر دم ساجد وچ حضور | واقف نہیں جدائی دا
ولی اللہ داؤد الطائی | جیندے اندر سر الٰہی
تابع جیندی کل لوکائی | ملیا خط رہائی دا
حضرت خواجہ حبیب عجمی | واقف شمس قمر سب نجمی
وچ عبادت ثابت قدمی | برسے نور الٰہی دا
نام حسن اصحابہ مقرر | طالب علی بہادر حیدر

وچ ولیاں دے درجہ برتر چمکے نور الہٰی دا

حضرت شاہ علی مردانہ ملیا جیوں فقر خزانہ

نصرت جنیدی وچ میداناں خیبر قلعہ گرائی دا

حضرت محمد صاحب سہارا جنید ادین مبارک پیارا

جنیدی خاطر کل پسارا نور و نور دکھائی دا

جس نوں خالق کول بلایا خرقہ فقر عطا فرمایا

کسے نبی دے ہتھ نہ آیا ایسا گنج خدائی دا

میں مسکین غریب بچارا نام نحیف شاہ اوگن ہارا

مرشد راہ دکھایا سارا ہویا فضل الہٰی دا

مرشد میرا ولی مکمل ولی فضل شاہ درجہ افضل

پورا سارا کامل اکمل برسے نور الہٰی دا

جس دا مرشد شاہ ہدایت ہر دم اس تے کرے حمایت

مالک ہے جو کل ولایت افضل نام بلائی دا

حضرت میراں افضل علی جینداور جیب تھیں بالا

پہلا خادم قسمت والا شاہ دولہ دریائی دا

ہر شہر میں ایک شاہ ولایت ہوتا ہے۔ شاہ دولہ گجرات کے شاہ ولایت ہیں۔ صاحب سلیم التواریخ کہتا ہے۔

وہ شاہ صاحب کے حسب ہدایت ریاضت شاقہ

اور ذکر و شغل میں مصروف رہے واردات غیبی
ہونے لگی تو شاہ صاحب نے ان کو گجرات رہنے
کی اجازت دی۔ شاہ دولہ گاہے گاہے مہینہ مہینہ
دو دو مہینہ گجرات جا رہتے اور پھر خدمت شریف
میں حاضر ہو جاتے۔ (ص ۴۰۰)

شاہ سیدا سرمست کے انتقال کے بعد شاہ دولہ مستقل گجرات آ رہے۔
ایلیٹ کہتا ہے۔

پھر آپ سیالکوٹ سے چل پڑے اور سرمست
کے حاسد مریدوں سے دور کچھ عرصہ سیالکوٹ سے
باہر ٹھہرے رہے شاہ سیدا کی وفات کے دس
سال بعد تک وہ سیالکوٹ کے نواح میں مقیم رہے
اس کے بعد شاہ دولہ گجرات تشریف
لائے اور حکم خداوندی کی پابندی میں وہاں مستقل
رہنے لگے۔ (ص ۶۳۳)

ابواب فتوح ظاہری و باطنی بروے مفتوح گشتند
خوارق کرامات بے حساب ازوے ظہور می آمدند
و خلقے کثیر از حاجت مندان دنیا و عقبیٰ بخدمت
وے حاضر آمدہ مرادات می رسیدند

بے شمار ارادت مندوں کے علاوہ شاہ دولہ گجراتی نے ایک سلسلہ میں اپنے خاص مریدوں کو منسلک کیا۔ ان کو الف شاہی کہتے ہیں۔ رسالہ سراج الفقرا میں طریقت کے دوسرے سلسلوں کے ساتھ نمبر ۲۹ پر شاہ دولہ کے سلسلہ کا ذکر ملتا ہے۔

اسی گروہ (دولہ شاہی) کے فقرا الف شاہی بھی
کہلاتے ہیں۔ کیونکہ وہ جلی ہوئی راکھ سے ایک لکیر اپنے
ماتھے بناتے ہیں

سلطان احمد لاہوری نے ایک قصیدے کے شعر میں انہیں فقیروں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

جس طرح تو نے الف خانی کئے ہیں لاکھ ہا
ویسے کر دے کام میرا شاہ دولہ دیکھنا

شاہ دولہ کے مرید دُور دُور پھیلے ہوئے ہیں۔ جموں۔ پونچھ۔ سرحدی علاقہ سوات مالاکنڈ کافرستان میں ان کے مرید ہیں۔ شاہ دولہ کے فقیر سال میں ایک بار مریدوں کے پاس آتے ہیں۔ اور ان سے ایک روپیہ لیتے ہیں جس کے بدلہ (رابلیٹ کے الفاظ میں) انہیں روحانی اور باطنی فائدوں کی امید ہے شاہ دولہ کے بعض مرید سوات کے اخوند صاحب سے بھی رشتہ جوڑتے ہیں۔ پیر جب کسی مرید کا ہاتھ پکڑتا ہے۔ تو اس کی عاقبت کی ذمہ داری لیتا ہے۔ یہ کچھ صرف زندہ پیروں سے خاص نہیں بلکہ یہ رشتہ پیر کے دنیا سے پردہ کرنے کے بعد بھی قائم رہتا ہے۔ مریدوں کو ایک دوسرے کے سپرد

کرنے کا طریقہ بھی ہے۔ اس طرح شاہ دولہ کے بعض مرید اخوند صاحب کے
سایہ عاطفت میں ہیں۔ مقامات محمودی میں لکھا ہے۔ کہ قاضی سلطان محمود
آوان شریف والوں کو دسویں سفر کے بعد حکم ہوا کہ اب ان کا حصہ شاہ دولہ
کے پاس ہے۔ انہیں سوات آنے کی ضرورت نہیں پھر قاضی صاحب مرحوم دزگاہ
شاہ دولہ میں رہنے لگے۔ آج بھی مسجد شاہ دولہ میں وہ حجرہ موجود ہے جہاں انکا
قیام تھا۔

بہرحال شاہ دولہ کا وسیع حلقہ ارادت قائم تھا۔ ان پر لوگ پروانہ وار
گرتے تھے سلیم التواریخ میں لکھا ہے کہ لوگ روز بروز زیادہ تعداد میں ان کی
طرف رجوع کرتے تھے۔ اس کی وجہ ان کی دعاؤں میں اثر، شخصیت کا جادو
مقناطیسی حلقہ اثر جو چاہیں کہ لیں۔ شاہ دولہ کی مقبولیت کے پیش نظر کچھ
دوسروں نے بھی مقابلہ میں دکانیں سجھا نی چاہیں۔ ایسے ہی ایک فقیر کا ذکر
ایلیٹ نے کیا ہے جس کا نام "سیداں" بتلایا جاتا ہے۔ اس نے دعوی کیا کہ
شاہ دولہ کی بجائے وہ شاہ ولایت ہیں۔ شاہ دولہ نے کرامت کے ذریعہ
سے قائل کیا۔ اس نے غلطی مان لی اور پھر اس کی خبر نہ آئی۔

شاہ دولہ کے کچھ مخالفین کا تعلق اہل ظواہر سے بھی تھا۔ اور یہ ان
کے درپئے آزار رہتے تھے صاحب خزینۃ الاصفیا نے لکھا ہے۔

دستے حاسداں و معانداں و ملایاں خشک بروے

محضر نوشتند و در سودائے ایذائے دے گشتند (ص ۱۰۳)

یہ میراں فاضل اور ان کے ہم نواؤں کی طرف اشارہ ہے جنہیں اہل

طریقت کے طور طریقوں وجد و حال سماع و رقص سے چڑ تھی۔ کیونکہ انہیں مشاغل میں فرائض دینی سے غفلت بھی شامل ہو جاتی تھی۔ جسے یہ حضرات یکسر پسند نہیں فرماتے تھے۔

شاہ سید اسرمست نے نعمت باطن شاہ دولہ کو عطا کی۔ غلام سرور لاہوری نے لکھا ہے:۔

پس شاہ دولہ مدتے سکر و جذب دستی لاحق
حال ماند بحدیکہ فرائض سنن ہم از دے ترک
می گشتند (ص ۱۰۲/۱۰۳)

اور منشی گنیش داس نے صاحب نامہ میں لکھا ہے:۔

وسید میراں فاضل کہ در تعصب مذہب کامل بود
بادرویشاں ہر فرقے جھتے عداوت گونہ داشت

اسی تعصب کی نوعیت بیان کرتے ہوئے صاحب نامہ کا مصنف فاضل میراں سے متعلق رقمطراز ہے۔

وا دو در علم شریعت دفقہ مہارتے کلی داشت

(ص ۱۷۸)

شاہ دولہ اور آپ کے درویشوں کے خلاف محضر شاہ جہانی دربار میں پیش ہوا تھا لیکن فاضل میراں اور ان کے ہم نواؤں سے کہیں زیادہ شاہ جہاں ان خاک نشینوں کو سمجھتا تھا۔ اپنی خوش اعتقادی کے پیش نظر اس نے انہیں کوئی ایذا نہیں پہنچائی۔ صرف شاہ دولہ کے دو مریدوں پر حد شرع جاری

کی گئی تھی۔

بایں ہمہ شاہ دولہ کا مقصد وحید ایک وسیع اور منافع بخش حلقہ ارادت قائم نہیں کرنا تھا۔ صاحب "مقامات محمود" نے لکھا ہے۔

بابا شاہ دولہ یہ پسند کرتے تھے۔ کہ خلق اللہ کی خدمت کی جائے۔ بدبودار نالیاں جو عوام کی تکلیف کا باعث ہیں۔ صاف کی جائیں۔ کمزوروں اور ضعیفوں کے گھر آٹا پیس کر بھیجا جائے۔ کبھی مجبور و معذور کے گھر لکڑیاں کاٹ کر ڈالی جائیں۔ اور کبھی مویشی کے لئے گھاس کھود کر چارہ مہیا کیا جائے۔ ص ۳۷۰-۳۷۱

شاہ دولہ کا لنگر جاری رہتا تھا۔

و با وجود عدم اسباب دخل خرج بسیار داشتہ مردم کثیر از مطبخ او وظیفہ خوار بودند۔

شاہ دولہ کو جو خزانہ غیب سے دیتا تھا۔ آپ سب کچھ غربا اور مساکین میں تقسیم کر دیتے تھے۔ اور عنایات دریائی کو کسی مذہب و ملت کے غربا سے خاص نہیں رکھتے تھے۔ ان کی محبت کا دائرہ تو انسانوں تک بھی محدود نہیں سبھی تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ چرندے پرندے درندے تک آپ سے انس رکھتے تھے۔ کیونکہ آپ کو سبھی جانداروں سے محبت تھی۔ ایلیٹ کہتا ہے

ان کے پاس گویا "چڑیا گھر" تھا جس میں جنگلی جانور اور پرندے پلتے تھے۔ کیونکہ آپ ان سے محبت

کرتے تھے۔ (ص ۹۳۴)

صاحب فرحت الناظرین نے بھی ایلیٹ کی تائید کی ہے۔

واقسام وحوش وطیور گرداد جمع آمدہ فیل وشتر

شیر و ببر و دیگر جانوراں فراہم آمدہ داشتہ آنہا ہیاداشت

جناب پیر فضل حسین فضل نے ہمیں بتلایا کہ شاہ دولہ کا آخری شیر ۱۸۹۵ء تک زندہ تھا۔ اس وقت کے ڈپٹی کمشنر نے پھر ایسے خطرناک گردان کر گولی مروادی۔

صاحب خزینۃ الاصفیا۔ صاحب تذکرہ اولیائے ہند محمد اختر دہلوی کے علاوہ دوسرے سب تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے۔ کہ سب سے سوا شاہ دولہ دریائی کی محبت کا مرکز وہ بچے تھے جنہیں شاہ دولہ کے چوہے کہتے ہیں یہ بچے ناقص الخلقت ہوتے ہیں۔ گونگے بہرے ہوش حواس سے عاری ان کے سر چھوٹے کان بڑے اور منہ چوہے کی مانند ہوتے ہیں۔ ان کے نام ہوتے ہیں۔ مگر جب وہ دودھ چھوڑ کر کچھ کھا پی سکنے کے لائق ہوتے ہیں۔ تو انہیں درویشوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ اور پھر انہیں بالکوں کے نام سے ہی پکارا جاتا ہے۔ جو انہیں کے ساتھ گلی کوچوں میں مانگتے پھرتے ہیں۔

مقامات محمودی میں ہے۔

یہ ان بانجھ عورتوں کے پہلے بچے ہیں۔ جو اولاد کے لئے آپ کے پاس دعا کرانے آتی تھیں۔ اور پھر ہو کر صاحب اولاد ہوتی تھیں (ص ۳۶۹)

ایلیٹ بھی یہی لکھتا ہے :-

عام طور پر خیال یہ ہے۔ کہ یہ چوہے شاہ دولہ دریائی کی دعاؤں کا پھل ہیں۔ دوسرے ولیوں کی طرح شاہ دولہ اولاد کے خواہش مند جوڑے کو (بفضل خدا) اولاد سے نواز سکتے ہیں۔ مگر پہلا بچہ جوان کی دعاؤں کے طفیل پیدا ہو گا چوہا ہو گا۔ — بے عقل چھوٹے سر والا، لمبے کانوں اور چوہے کے منہ والا۔ (ص ۱۳۰)

اور صاحب خزینۃ الاصفیاء لکھتے ہیں :-

اگر کسے بے اولاد برائے حصول اولاد بخدمت دے استدعائے دعا بجناب کبریا کردے فرمودے اگر پسر کلاں خود نذر ما کنی اولاد از درگاہ خالق حقیقی بتو عطا خواہد شد۔ سائل قبول می کرد پسر اول کہ بخانہ اش پیدا شدے اور چند علامات می بود اول سر او خورد بودے۔ دوم گنگ و بے زبان، سوم مجذوب مسلوب الحواس (ج ۲ ص ۱۰۲)

دوسرے تذکرہ نگاروں نے بھی ایسا ہی بیان کیا ہے جس تذکرہ میں شاہ دولہ کا ذکر چل نکلا ہے۔ آپ کے چوہوں کا ذکر بھی ضرور ہے۔ اور یہ بھی برابر لکھا گیا ہے۔ کہ آپ دعا کرنے سے پہلے وعدہ لیتے تھے۔ کہ پہلا بچہ

ان کی نذر کیا جائے گا۔

صاحب حدیقۃ الاولیاء نے لکھا ہے:۔

ہرچہ از خیر و شر از زبانش بر آمدے ہم چناں
بہ ظہور رسیدے، تیر دعائے وے گاہے از
نشانہ خطا نرفت۔

شاہ دولہ مجیب الدعوات تھے۔ بہرحال ماں باپ کو شاہ دولہ کی دُعا کا پھل چوہا ملتا تھا۔ جسے وہ بخوشی آپ کی نذر کرتے تھے۔ اور شاہ دولہ بخوشی قبول فرماتے۔

والدین او را بحضور شاہ دولہ آوردندے قبول می
فرمود و نزد خود می داشت ہم چنیں صدہا طفلان کم
ہوش شاہ دولہ موسوم می بودند، بخدمت وے
حاضر می بودند خوراک از لنگر وے می یافتند

(ج ۲ ص ۱۰۴)

اور کہتے ہیں۔ یہ سلسلہ شاہ دولہ کے انتقال سے منقطع نہیں ہوا ہے شاہ دولہ کے توسل سے اولاد کے خواہشمند اب بھی آپ کی درگاہ پر منت مان سکتے ہیں۔ بار آور ہونے کے بعد والدین کو پہلا بچہ شاہ دولہ کی نذر کرنا ہوگا۔ اگر وہ نذر کرنا بھول جائیں یا کسی وجہ سے ایفائے عہد نہ کریں۔ تو دوسرا تیسرا بچہ بھی چوہا ہوگا۔ تا ایں کہ شاہ دولہ کی درگاہ پر منت مانی ہوئی اتاری نہیں جائے گی۔ جب کتاب خزینۃ الاصفیا لکھی جارہی تھی۔ اسی سال

شاہ دولہ کی درگاہ پر ۴ بچے اور ۳ بچیاں اسی شکل و صورت و عادات کی مزار پاک پہ موجود تھیں۔ غلام سرور لاہوری یہ بھی کہتے ہیں کہ ہر سال دور، دور سے والدین شاہ دولہ کے چوہے لے کر آتے ہیں۔ اور حضور کی نذر کرتے ہیں۔

بے اولادی، خواہش اولاد، دعا، کرامت شاہ دولہ کے چوہے، نذر سبھی کا ذکر کیا گیا ہے۔ انوارِ اولیاء اللہ میں فقیر اللہ قادری نے ایک اضافہ اور فرمایا ہے جس کا ذکر کسی اور تذکرہ میں ہماری نظر سے نہیں گزرا

سنتے ہیں کہ جب بھی کسی چوہے کا وقت آخر ہوتا ہے تو وہ جہاں بھی ہو واپس درگاہ شریف پہنچ جاتا ہے

اگر یہ درست ہوتا تو شاہ دولہ کے مزار کے ارد گرد پچھلے دو سو سالوں سے سینکڑوں چوہوں کے مزار ہوتے مگر ایسا نہیں ہے۔ بہر حال ہم نے تذکروں میں جیسا دیکھا ویسا ہی لکھ دیا۔ مگر ہم یہ سمجھنے قاصر ہیں کہ شاہ دولہ کی دعاؤں کا پھل بچہ ایسا کیوں ہوتا ہے اور آپ کیوں پسند فرماتے تھے۔ کہ اپنی نذر کا پہلا بچہ ناکارہ اور اپاہج ہو جبکہ منت ماننے والوں کا پہلا بچہ۔ دوسرے بچوں کی طرح ٹھیک ٹھاک ہوتا جسے نذر گزارنے کے بعد والدین کو واپس دیدیا جاتا تو ہماری رائے میں شاہ دولہ کی عنایات کے تقاضے زیادہ مناسب طریقہ پر پورے ہوتے۔

مائیکرو سفالی ایک بیماری ہے جس میں بچہ کا سر نسبتاً چھوٹا ہوتا ہے اور وہی ساری علامتیں موجود ہوتی ہیں جنکا ذکر شاہ دولہ کے چوہوں کے ضمن میں کیا گیا ہے شاہ دولہ انسان دوستی میں مشہور تھے آپ غریبوں بیکسوں کا سہارا تھے آپ مائیکرو سفالی کے مریضوں کا سہارا بھی بن گئے ماں باپ کیلئے یہ بچے عذاب تھے معلوم نہیں یہ کیسے مشہور ہو گیا کہ یہ بچے شاہ دولہ کی کرامت کا نتیجہ ہیں۔ اور پھر سبھی تذکروں میں اس کا ذکر آ گیا —— ہماری اطلاعات کے بموجب یورپ اور امریکہ میں بھی یہ چوہے موجود ہیں —— زندہ انسان کے اس مجسمہ حادثے کی تین سو سالہ تاریخ بڑی دردناک ہے۔ درگاہ شاہ دولہ کے متولیوں نے ان چوہوں کو آمدنی کا مستقل ذریعہ بنا لیا وہ انہیں ٹھیکہ پر درویشوں کے سپرد کر دیتے تھے یا انہیں بیچ ڈالتے تھے۔ اور ان بیچاروں سے بھیک مانگنے کا کاروبار کرایا جاتا تھا۔ اس طرح گجرات اور نواحی علاقوں میں ایک نئی سماجی برائی پھیل گئی تھی محکمہ اوقاف نے درگاہ کا قبضہ لینے کے بعد ان اپاہج بچوں کا چڑھاوا قبول کرنے سے انکار کر دیا اور بیمار بچوں کو ماں باپ کے سپرد کر دیا اور ان سے بھیک منگوں کا کاروبار کرانے کو سختی سے منع کیا۔ اب بھی تاہم چوری چھپے درویش انکو گلی گلی لئے پھرتے ہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ اس سماجی برائی کو قانوناً جرم قرار دلایا جائے اور عوام کو سمجھایا جائے کہ یہ کرامت نہیں۔

منشی گنیش داس نے شاہ دولہ سے متعلق لکھا ہے

در گجرات پل و چاہ و مسجد نشاں اند

(ص ۱۷۷)

اور ایلیٹ نے لکھا ہے :-

آپ نے بہت سی عمارتیں بنوائیں مسجدیں تالاب اور

کنوئیں وغیرہ

محمد اشرف دہلوی اور صاحب فرحت الناظرین اور میرزا اعظم بیگ تاریخ گجرات
میں اس کی تائید کرتے ہیں مولوی محمد اکبر علی سلیم التواریخ میں لکھتے ہیں :-

ان کو شروع سے رفاہ عام عمارتوں کا شوق تھا جو

کچھ آمدن ہوتی تھی مفید عام عمارتوں پر لگا دیتے تھے (ص ۲۰۰)

یہی معلومات صاحب خزینۃ الاصفیاء غلام سرور لاہوری نے بیان کی ہیں :-

و عمارات عالی از قسم چاہ سرائے و پل مسجد تعمیر می فرمود

چنانچہ عمارات وسے در گجرات سیالکوٹ وغیرہ تا حال

یادگار روے باقی اند (خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۱۰۳)

شاہ دولہ کے رفاہ عام کے کاموں کی تفصیل تذکرہ و تواریخ میں مرقوم
ہے۔ سید امیر مستؒ نے خانقاہ، اپنے رہنے کے لئے حجرہ، مسجد، چاہ،
ڈیوڑھی خود تعمیر کروائی۔ وفات کے بعد ان کا مزار شریف وہیں بنایا گیا جس کے
گرد فصیل حضرت صاحب سلیم التواریخ لکھتے ہیں ان کے خلیفہ اعظم شاہ دولہ
گجراتی نے بنوائی تھی۔

اعظم بیگ لاہوری تاریخ گجرات میں لکھتے ہیں :-

راستہ لاہور میں پل شاہ دولہ کے پائے جاتے
ہیں۔ اور اسی شہر گجرات میں ایک پل محاذ دروازہ
مشرقی کی نالی معروف شاہ ~~نالی~~ دولہ کے اوپر بنوایا جو
اب تک موجود ہے (یعنی ۱۸۶۷ء تک جس وقت
میرزا صاحب افسر بندوبست گجرات تھے) کچھ مرمت
سرکار انگریزی نے کرائی ایک مسجد اور تالاب پختہ جانب
شرقی اس شہر کے انہیں کا تعمیر کردہ تھا۔ مسجد کا
محراب اور کوئی کوئی زینہ تالاب کا بوجہ نقصان باقی
ہے۔ شہر سیالکوٹ میں خانقاہ امام علی الحق وغیرہ
مزارات جو گرد خانقاہ موصوف ہیں عمارت پختہ
انہیں کے بنوائے ہوئے ہیں۔

ایلیٹ لکھتا ہے:-

شاہ دولہ کسی سے روپیہ پیسہ کا سوال نہیں کرتے
تھے۔ مگر مزدوری فوراً ادا کر دیتے تھے۔ آپ پرانی
عمارات کے کھنڈرات بآسانی دریافت کر لیتے
تھے۔ اور وہیں سے کھود کر ملبہ نکلواتے تھے اور
انہی عمارتوں کے کام میں لاتے تھے (ج ا ص ۹۳۳)

میجر ایلیٹ کا مقالہ آثار ہند جو فروری ۱۹۰۹ء میں شائع ہوا جس میں
شاہ دولہ کے سب سے بڑے کار خیر یعنی ڈیک نالہ پر پل کی مفصل تاریخ بیان

کی گئی ہے۔ ڈیک نالہ جموں اور جسروتہ کے مقام پر دو ندیوں سے مل کر بنتا ہے۔ اور ضلع سیالکوٹ میں تحصیل ظفروال کے ایک گاؤں کے نزدیک داخل ہوتا ہے تحصیل نارووال پسرور سے گزر کر ضلع گوجرانوالہ میں چلا جاتا ہے۔ بارشوں کے دنوں میں سیلاب کی وجہ سے اس کی تباہ کاریاں دُور دُور تک پھیل جاتی ہیں۔ ضلع لاہور۔ گوجرانوالہ اور شیخوپورہ والے اس سے بخوبی واقف ہیں

ایلیٹ لکھتا ہے :-

عہد شاہجہانی میں کشمیر کے سفر کے دوران داراشکوہ کے ذاتی ساز و سامان اور سری بیگم کے کئی اونٹ سیلاب میں بہ گئے۔ ڈیک نالہ میں طغیانی آئی ہوئی تھی۔ شاہجہان نے گجرات کے فوجدار کو دریں حکم دیا۔ کہ اس نالہ پر بادشاہ کی واپسی کے وقت مستقل پل ہونا چاہیئے۔ میرزا بدیع عثمان نے لاکھ کوشش کی مگر وہ تو اینٹیں بھی کھٹی نہ کر سکا۔ اور جب شاہ جہاں نے اظہار ناراضگی کیا۔ تو اس نے کہا۔ کہ صرف شاہ دولہ گجراتی اس پل کی تعمیر کروا سکتے ہیں۔ (ج ا ص ۲۳۴/۲۳۵)

شاہ دولہ کو طلب کیا گیا۔ آپ کو کرامت کے ذریعہ پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا۔ کہ آپ کو کیوں بلایا جاتا ہے۔ آپ نے بخوشی پل کی تعمیر کا بیڑہ اٹھایا...

... ہیں پاس ایک گرد رہتا تھا۔ جو اسی تیزی کے ساتھ جس تیزی سے

آپ پل کی تعمیر مکمل کروا رہے تھے۔ اسے گروا دیتا تھا۔

مقابلہ ومناظرہ کے بعد گرو کو مات ہوئی شاہ دولہ
پھر اسے چونے کی بھٹی پر لے گئے۔ اور اسے گردن
تک چونہ گچ میں گڑا دیا۔ (ڈیلیٹ ج ۱ ص ۶۳۵)

بڑہانامی ایک شخص جو آس پاس کی ساری زمین کا مالک تھا پل کی تعمیر میں کچھ کم حارج نہیں ہوا۔ پل بن جانے سے پایاب رستہ پر گزرنے والوں سے ٹیکس وصول کرنے کا ذریعہ اس کے ہاتھ سے نکل رہا تھا۔ جب وہ آپ کو پل نہ بنانے پر راضی نہ کر سکا۔ تو اس نے پانی کا بند کاٹ دیا۔ اس کا خیال تھا۔ کہ سارے نقیر ڈوب جائیں گے۔ مگر شاہ دولہ نے پیش بندی کے طور پر ذیلی بند تعمیر کروا رکھا تھا۔ جس کی وجہ سے کسی درویش کو گزند نہ پہنچا۔ جب اس کی شرارت حد سے بڑھی تو شاہ دولہ نے اس کی شکایت لاہور میں شاہجہان سے کی۔ اس نے حکم دیا۔ کہ اس کی مشکیں کس کر دربار میں پیش کیا جائے۔ اور پھر اس کا سر کاٹ کر نیم کے درخت سے لٹکایا جائے۔

شاہ دولہ کی سفارش ہی سے اس کی جان بخشی ہوئی۔ پھر اس نے شاہ دولہ کا مرید ہو کر پل کی تکمیل میں ان کا ہاتھ بٹایا۔

ولی اللہ خان نے پاکستان ٹائمز مورخہ ۱۹ر جنوری ۱۹۶۶ء نے ان پانچ پلوں کی نشان دہی کی ہے۔ جن کا ریکارڈ محکمہ آثار قدیمہ کے پاس موجود ہے پل عبداللطیف (پشاور) پل دریائے بارا (پشاور) ایک موریہ پل (نواح پشاور) پل شاہ دولہ (گجرات) جو مشرقی دروازے فصیل کے محاذ میں ہے۔ اور پل

شاہ دولہ جو ڈیک یا ڈیگ نالہ پر گوجرانوالہ ہے۔ ولی اللہ خاں اسکا محل وقوع بتلاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> یہ پل گاؤں شاہ دولہ میں واقع ہے۔ جو گوجرانوالہ میں خسرہ نمبر ۱۸۴۳/۱۶۴۷، ۶۹۰ اور ۶۶۰/۹۶؛ شاملات دِہ۔ اور جہاں سے جی ٹی روڈ پر کاموں کی کی طرف پہنچ سکتے ہیں۔ یہ لاہور سے ۲۵ میل ہے کاموں کی سے ایک کچا رستہ اس پل کو جاتا ہے جو تقریباً وہاں سے دس میل دور ہے۔

انہوں نے پل کی تعمیری تفصیلات بھی بیان کی ہیں۔

> یہ پل ۲۳۲ فٹ لمبا ۲۴ فٹ چوڑا ہے۔ اس کے دونوں طرف ۲ فٹ اونچی اور ۲ فٹ موٹی پردہ دیواریں ہیں۔ اس پل کے ۵ دَر ہیں جن پر چار خوبصورت نوکیلی ڈاٹیں لگی ہوئی ہیں مرکزی ڈاٹ ۵ افٹ چوڑی ہے۔ اور دوسری ۱۲½ فٹ رستہ کا فرش کھڑی اینٹوں کا چونہ گچ بنایا گیا ہے پل کے چاروں کونوں پر ہشت پہلو برجیاں ہیں جن پر گمجیاں بنی ہوئی ہیں۔ ان برجیوں کے برابر سے دیوار تقریباً ۴۵° کا زاویہ بناتی ہوئی شروع ہوتی ہے۔ اس کے اندر کی طرف ڈاٹیں لگی ہوئی ہیں

اور طاق قمچے بنائے ہوئے ہیں۔ تہ میں چار فٹ
موٹی چونہ گچ "سلیب" پڑی ہوئی ہے۔ جو اب تک
موجود ہے۔ مگر اس کی حالت خستہ ہو چکی ہے۔
سلیب کے نیچے سوراخ موجود ہیں۔ اور یہ نچلی سطح
پر پانی کے اخراج کا معقول انتظام ہے۔ عام
حالات میں پانی "سلیب" کے نیچے بہتا ہے۔ مگر
سیلاب کے دنوں میں پانی اس کے اوپر سے گزرتا
ہے۔ نیچے سوراخ بتلاتے ہیں۔ کہ اس کے نیچے
الٹی ڈاٹیں لگی ہوئی ہیں۔

اس پل پر کوئی کتبہ لگا ہوا نہیں ہے۔ اس لئے اس کا سن و سال تعمیر
بالکل درست معلوم نہیں ہو سکتا۔ شاہان مغلیہ کے سفر کشمیر کے رستے میں یہ
نالہ بھی دشواری تھا۔ اور پل کی تعمیر کے رستے میں جو دشواریاں حائل تھیں۔
انہیں شاہ دولہ ہی رفع کر سکتے تھے۔ شاہ عام کے کاموں میں دلچسپی کی وجہ
سے شاہ دولہ تعمیری تجربہ رکھتے تھے۔ جسے بروئے کار لا کر پل بنایا گیا
اور آپ نے وہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔ جس میں مغلیہ فوجدار ناکام رہا تھا۔
اسے صرف کچی اینٹیں مل سکی تھیں۔ اور جب یہ ناراض ہو کر اس نے بعض ٹھیکیداروں
کو قید کر دیا تھا۔ شاہ دولہ نے تعمیر پل کی ذمہ داری قبول فرمائی تو ان ٹھیکیداروں
کی سفارش بھی فرمائی جنہیں چھوڑ دیا گیا۔ سارے انتظامات مکمل ہو گئے۔ تو
بالآخر یہ شاہ دولہ پل تعمیر ہوا۔

ولی اللہ خان لکھتے ہیں :-

اگرچہ یہ درمیانہ درجہ کا پل ہے۔ مگر ہر لحاظ سے
شاہی تعمیر معلوم ہوتا ہے۔

تاریخ ہند میں اس پل کی ایک اور تاریخی اہمیت بھی ہے۔ اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے وقت اس کا بیٹا معظم پشاور کا صوبہ دار تھا مغل تاریخ کے پیش نظر اسے معلوم تھا۔ کہ بالآخر تخت نشینی کی جنگ میں تلوار دو ٹوک فیصلہ دے گی۔ اس لئے اس نے مکمل تیاریاں کر رکھی تھیں۔ جالندھر دوآبہ میں اس نے فوج رکھی ہوئی تھی۔ اس کے حکم سے باربرداری کے جانور اکٹھے کئے گئے تھے۔ دریاؤں کو عبور کرنے کے لئے کشتیاں مہیا کی گئی تھیں۔ راجپوتوں کی ایک بڑی بھیڑ کو بھی ملازمت میں لے لیا گیا تھا۔ یہ سب اسکی زیر نگرانی ہوا تھا۔ خافی خان نے ان تیاریوں کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔

۲۳ مارچ ۱۷۰۷ء کو وہ آگرہ کی طرف بڑھا۔ اس وقت اس کے پاس سرکاری خزانہ میں ۶۵ لاکھ روپیہ تھا۔

معظم کی رسم تاجپوشی پل شاہ دولہ پر ہوئی پھر وہ بطور شہنشاہ ہندوستان ۳ مئی کو لاہور میں اترا۔ ۱۲ جون کو آگرہ آیا شہزادہ بڑی تیزی سے سفر کر رہا تھا لاہور سے کل فاصلہ ۲۴/۲۵ میل ہے۔ اندازہ ہے کہ رسم تاجپوشی یکم یا دوسری مئی کو ادا کی گئی ہوگی۔ پشاور سے بغیر تاجپوشی کے لاہور اور دلی کی طرف بڑھنا صاف بتلاتا ہے۔ کہ جنگ وراثت کے بعد وہ دلی یا آگرہ میں تاج پوشی کا خواہاں تھا۔ مگر شہزادہ اعظم نے احمد آباد دکن میں سر پہ تاج دھرا۔ شاید اسی لئے

معظم کو بھی جلدی کرنی پڑی۔

پل شاہ دولہ پر تاج پوشی کوئی ایسی عجیب بات نہیں ہے۔ اکبر اعظم کی تاج پوشی کلانور میں ایک جلدی سے بنائے گئے چبوترے پر ہوئی تھی۔

ڈیک نالہ پر پل کافی عرصے سے مرمت طلب تھا۔ اور اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی گئی۔ پس وہی ہوا جس کا خطرہ تھا۔ ۲۷ جولائی ۱۹۵۹ء کو طغیانی کی وجہ سے پل کو بڑا نقصان پہنچا۔ درمیانی حصہ میں دراڑ آگئی اور اس کا مشرقی حصہ پانی میں بہہ گیا۔

شاہ دولہ سن ۲۵ جلوس اکبری میں پیدا ہوئے۔ اور آپ نے کچھ اکبر اور جہانگیر شاہجہان کا پورا دور دیکھا اور عہد اورنگزیب میں انتقال فرمایا صاحب نامہ کا مصنف کہتا ہے۔

در عہد اکبر و جہانگیر و شاہجہان بچشم خود دیدہ بعہد

عالمگیری یک ہزار و شصت و شش مطابق

۱۰۷۵ از جہان فانی بہ عالم جاودانی رحلت

فرمودند۔ (ص ۷۷)

الپیٹ لکھتا ہے:-

شاہ دولہ ۱۵۸۱ء (مطابق ۹۸۹ھ) اکبر بادشاہ

کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ جہانگیر کے انتقال کے وقت آپ

سیالکوٹ تھے۔ آپ جہانگیری جلوس کے ساتویں سال

۱۰۲۲ھ میں گجرات آئے (ج ۱ ص ۶۳۴)

اکبر بادشاہ سے شاہ دولہ کی ملاقات کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔ اور قرین قیاس یہی ہے کہ آپ کی ملاقات اکبر سے نہیں ہوئی۔ بلکہ ملاقات ممکن بھی نہیں تھی شاہ دولہ کا ابھی وہ بلند مقام نہیں تھا۔ جو آپ کو جہانگیر اور شاہ جہاں کے عہد میں ملا تھا۔

ولی اللہ خاں کی تحقیقات کے مطابق بھی شاہ دولہ ۹۸۹ھ مطابق ۱۵۸۱ء عیسوی میں پیدا ہوئے اور قطعہ تاریخ میں (الفاظ) خدادوست' کے مطابق ۱۰۸۷ھ مطابق ۱۶۷۶ عیسوی انتقال فرمایا۔ اس طرح آپ اکبر جہانگیر اور شاہجہان کے ہم عصر ہیں۔

ایلیٹ بادشاہ جہانگیر سے آپ کی ملاقات کے سلسلے میں لکھتا ہے :۔

شاہ دولہ دلپسند جانوروں کے سروں پر ٹوپیاں
رکھا کرتے تھے جن میں روٹیاں سلی ہوئی ہوتی
تھیں۔ ایک بار آپ کا ہرن ادھر جا نکلا۔ جہاں
بادشاہ جہانگیر شکار کھیل رہا تھا۔ بادشاہ نے ہرن
کو دیکھا اس کے پوچھنے پر اسے شاہ دولہ سے
متعلق بتلایا گیا۔ اس نے دو آدمی شاہ دولہ کے لے
آنے کے لئے روانہ کئے (ص ۶۳۴)

آپ نے خانقاہ میں قاصدوں کی خاطر مدارات کی۔ اور اگلی صبح آپ

جہانگیر کے سامنے آئے۔ نور جہاں ساتھ موجود تھی۔ جہانگیر نے پوچھا۔ آپ نے اکسیر اعظم کہاں سے پائی ہے۔ شاہ دولہ نے کہا انہیں اکسیر کا کچھ پتہ نہیں ہے اور آپ صرف فقیر ہیں۔ مگر چہرے مہرے سے شاہ دولہ با اثر امیر کبیر ہی نظر آتے تھے بادشاہ کو ڈر ہوا۔ کہ شاہ دولہ اس کے خلاف بغاوت بھی کرا سکتے ہیں۔ نور جہاں کے مشورے سے بستر رنگ کی زہریلی پوشاک شاہ دولہ کو دی گئی۔ مگر آپ پر کچھ اثر نہ ہوا۔ دوسری پوشاک میں اور زہر لگا ہوا تھا۔ مگر اس سے بھی آپ کو گزند نہ پہنچا۔ اب بادشاہ نے زہریلا شربت تیار کرانے کا حکم مگر تیاری کے دوران اس کا تخت ہلنے لگا۔ محل میں زلزلہ آگیا اور جہانگیر کو ہر طرف فقیروں کے چہرے نظر آتے تھے۔ جہانگیر نے جب یہ کرامت دیکھی۔ تو اس نے آپ کو عزت کے ساتھ رخصت کرنے کا حکم دیا۔ اور اشرفیوں کی دو تھیلیاں نذر کیں۔ آپ نے اشرفیاں ملازمین شاہی میں بانٹ دیں۔ اور جب اس نے آپ کو کچھ اراضی (تقریباً پانچ سو بیگھہ) خرچ لنگر درگاہ کے سلسلے میں دینی چاہی۔ تو آپ نے منظور نہ فرمائی۔ کہا فی الحال اس کی ضرورت نہیں۔

ایلیٹ نے دوسرے تذکرہ نگاروں سے زیادہ معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ مگر وہ حسب دستور ماخذوں کی نشان دہی نہیں کرتا۔ ورنہ باسانی اُن کی طرف رجوع کر کے واقعات کی درستگی سے متعلق فیصلہ کیا جا سکتا تھا۔

شاہ دولہ کی ملاقات شاہ جہان سے ثابت ہے۔ سفر کشمیر کے دوران میں دارا اور بیگم صاحبہ کے لادو اونٹ ڈیگ نالہ میں بہہ گئے ہیں۔ اور جب شاہی فوجدار مستقل پل بنانے میں ناکام ہو گئے تو آپ کی طلبی ہوئی۔ اور آپ نے

اس سے تکمیل چل کا وعدہ فرمایا

اورنگ زیب عالمگیر سے بھی ملاقات کا ذکر ایلیٹ کرتا ہے۔

شہزادہ یہ جاننا چاہتا تھا۔ کہ آیا وہ یا اس کا بھائی
دارا یا مراد تخت کا وارث ہوگا۔ وہ شاہ دولہ کی
خدمت میں آیا۔ اور ایک مرغ زریں (اسوات کا
ایک پرندہ) ایک ولائتی بلی اور ایک عصا پیش
کیا مطلب یہ تھا۔ کہ اگر شاہ دولہ نے دوسرے
تحائف وصول کر کے عصا اسے لوٹا دیا۔ تو یہ وارث
تخت کے لئے نیک شگون ہوگا۔ شاہ دولہ نے
جونہی شہزادے کو دیکھا آپ اٹھے اور شہزادے
کو سلام کیا اور اسے دولت پناہ کہا۔ آپ نے اسے
ایک روٹی عنایت کی۔ اور عصا دے کر کہا۔ کہ خدا
نے تجھے یہ روٹی دی ہے۔ اور یہ عصا، یہ تیری طاقت
کی علامت ہے۔ اس لئے خوش رہو۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔ بڑے عرصے کے بعد جب اورنگ زیب
ہندوستان کا بادشاہ بن گیا۔ تو اس نے شاہ دولہ
کو پھر بلایا۔ آپ کرامت کے زور سے اس کے
سامنے آئے۔ بادشاہ اکیلا خاصہ پر بیٹھا تھا۔ اس
نے دیکھا۔ کہ ایک اور ہاتھ اس کے ساتھ کھانا

کھا رہا ہے۔ اس نے نوکروں کو بلوایا۔ اس نے
کہا ہاتھ کسی آدمی کا معلوم ہوتا ہے جس کی دوسری
انگلی نہیں ہے۔ ایک غلام نے جس کا نام بخت آور
تھا۔ کہا یہ ہاتھ شاہ دولہ کا ہے۔ بادشاہ نے بجز دست
کی۔ کہ آپ ظاہر ہو جائیں۔ اور اسی دم شاہ دولہ
بادشاہ کے سامنے کھڑے تھے ۔۔۔ انہیں بلند ارادا
تحفے دے کر رخصت کیا گیا (ص ۶۳۶/۶۳۵)

شاہ دولہ کے مریدوں میں راجوری کے راجہ بھی تھے۔ ایک کا نام چتر سین
تھا۔ وہ شاہ دولہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ اس کا نام تاج دین رکھا گیا۔ تاج دین
کے دختر بلند اختر پیدا ہوئی تو شاہ دولہ نے مرید خاص کے ذریعہ پیغام بھیجا۔

یہ لڑکی بادشاہوں کا مال ہے۔ اس سے بادشاہ
پیدا ہونگے۔ اس کو نہایت حفاظت اور عزت سے پرورش
کیا جائے۔ خوش اعتقاد راجہ اس فرمان کے پہنچنے پر جو
بروئے کشف کیا گیا تھا خود حضرت حاضر ہونے کے
تیار ہوا۔ (تذکرہ راجگان راجور ص ۸۲)

اسی کتاب میں لکھا ہے کہ اس خاندان میں رواج تھا۔ کہ راجہ اور اس
کے قریبی رشتہ داروں کے گھر میں دختر تولد ہوتی تو اسے زندہ دفن کر دیتے یا قتل
کر دیتے تھے۔ وجہ یہ تھی۔ کہ وہ کسی خاندان کو اپنا ہمسر نہیں سمجھتے تھے۔ جس
میں بیٹی کو بیاہ دیں۔ قدیم رسم کی پابندی کا تقاضہ یہی تھا۔ پھر لڑکیوں کا ہونا

منافی عزت بھی خیال کیا جاتا تھا۔ اس لیے نہ صرف راجوں مہاراجوں بلکہ اونچے گھرانوں میں بھی دختر کشی کی رسم موجود تھی۔

معلوم ہوتا ہے کہ صاحب انوار اولیاء اللہ جناب فقیر اللہ قادری نے تذکرہ راجگان راجور (مولفہ مولانا ظفر اللہ خان مطبع آفتاب ہند س ۱۹۰۷) کا مطالعہ نہیں فرمایا۔ انہوں نے کسی حوالے سے یہ واقعہ سن لیا۔ اور اس کے اجزاء جیسے جی ذہن میں محفوظ رہے بیان کر دیئے جس سے کہانی ذرا بدل گئی ہے۔

فقیر اللہ قادری کے مطابق لڑکی کو غیرت کے مارے ہندو راجہ نے دفن کر دیا تھا اور آپ نے خادم بھیج کر اسے جتلایا کہ لڑکی مری نہیں اسے نکال لیا جائے۔ راجہ تیار نہ ہوتا تھا کیونکہ اسے دفن ہوئے عرصہ گزر چکا تھا۔ اس کے آدمیوں نے تاہم لڑکی کو نکالا وہ زندہ تھی۔ اور انگوٹھا چوس رہی تھی۔

راجہ حضور قبلہ عالی کی یہ کرامت دیکھ کر بمعہ بال بچہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور سب مسلمان ہو کر آپ کے مریدوں میں داخل ہوئے۔ اس لڑکی کی شادی پرورش کے بعد آپ کے حکم کے مطابق شاہی خاندان مغلیہ میں کی گئی۔ اور اس کی اولاد سے کئی بادشاہ خاندان مغلیہ کے ہوئے۔

تذکرہ راجگان راجور میں لکھا ہے۔

شاہ دولہ کا پیغام ملنے کے بعد راجہ خود درگاہ میں حاضر ہوا۔ بہ لحاظ ادب راجہ چھوٹی پیدل منزلیں

کرتا تھا اور خدم وحشم کے علاوہ مرید خاص بھی ساتھ
تھے۔ شاہ دولہ مرید خوش عقیدت کی پیشوائی میں شہر
سے باہر آئے۔ اور اسے ساتھ لائے اور مہمان رکھا۔
اس نے مولود مسعود کو حضرت کی گود میں دیا۔
حضرت نے ادعیہ وافیہ سے سعادت اندوز فرمایا۔
راجہ نے بہت سے تحائف ہدایہ نذر و نیاز پیش کی۔
جو عزت قبول سے مفتخر فرمائے گئے۔ حضرت نے پھر
فرمایا۔ کہ یہ دختر نیک اختر شاہوں کا مال ہے۔ اس سے
کئی بادشاہ پیدا ہوں گے۔ اسے حفاظت و احتیاط
سے پرورش کیا جائے (ص ۸۳/۸۲)

راجہ واپس راجور چلا آیا اور اس لڑکی کی غور و پرداخت میں کوئی دقیقہ
فروگزاشت نہ کیا یہ خوش نصیب لڑکی خاندان کی عنقا سمجھی جاتی تھی۔
راج کماری کا نام راج بائی تھا۔

۱۰۵۴ھ میں شاہجہان کشمیر کو جاتا تھا۔ راجہ سرحد پر سلام و نیاز کے لئے
حاضر آیا۔ اور ہم رکاب بادشاہ کو راجور تک لایا۔

شاہ دولہ کے کشفی فرمان و پیشگوئی کی اطلاع شہزادے
کے گوش گزار ہو چکی تھی۔ یہ واقعہ گجرات سے راجور تک
بلکہ اس مضافات میں مشہور عام ہو چکا تھا شہزادہ عالمگیر
کی پہلی شادی کروفر سے ۱۰۴۶ھ میں ہو چکی تھی جس کی

وہ اپنی نظیر آپ تھی مگر بادشاہ نے راجہ سے دختر کی
خواستگاری شہزادہ عالمگیر کے لئے کی جس کو راجہ نے
اپنے پیر صافی ضمیر کی کرامت، اپنی خوش اقبالی کی نشانی
عطائے الٰہی سمجھ کر بطیب خاطر شکر گزاری قبول فرمایا (ص ۶۳)

راج بائی سے راج کماری اب راج محل بیگم ہوئی۔ جب شاہ دولہ نے
عصائے شاہی اور روٹی اپنی طرف سے پیش کر کے اورنگ زیب کو دولت پائندہ
کہا تو ایلیٹ کہتا ہے:۔

اورنگ زیب نے بیگم سے ذکر کیا جس نے اسے
بتلایا۔ اور اسے وہ پیش گوئی یاد دلائی۔ کہ وہ بادشاہوں
کی ماں بنے گی۔ اس کے بیٹے معظم اور محمود تھے۔
جن میں سے پہلا بہادر شاہ کے لقب سے ہندوستان
کا بادشاہ بنا۔ (ص ۶۳۶)

عزیزی قدرت اللہ چودھری اپنے تحقیقی مقالہ مسجد بیگم پورہ (شاہین
شمارہ ۳ ج ۲) میں لکھتے ہیں:۔

۱۱۳۱ھ میں بیگم صاحب کا انتقال ہوا وہ شاہ دولہ
کی مریدنی تھیں وصیت کی کہ حضرت کے دربار کے
نواح میں انہیں دفن کیا جائے۔ چنانچہ بیگم صاحب
کی امانت لاش گجرات میں دفن کی گئی۔ شاہی خرچ
سے مسجد، تالاب، باغ اور مقبرہ تعمیر ہوئے۔

مزید معلومات فراہم کرتے ہُوئے وہ لکھتے ہیں:۔

قبر سنگِ مرمر کی بنی ہوئی تھی۔ وقت کے ساتھ ساتھ سنگ مرمر کے ٹکڑے مزار سے الگ ہوتے گئے سرہانے ایک دیوار ہے۔ اس پر سیمنٹ کا تاج بنا ہُوا ہے۔ یہ تاج بھی سنگ مرمر کا بنا ہُوا تھا۔ تاج ٹوٹ گیا۔ تو سیمنٹ سے بنوا دیا گیا۔ سرہانے ایک سیاہ پتھر نصب ہے جس پر فارسی کے دو اشعار میں قطعہ تاریخ درج ہے۔

نیک خو بیگم فرشتہ خصال
چشم بست از جہاں بے بُنیاد
گفت ہاتف بہ قاسم الجنۃ
جائے مریم بہشت عالی داد ۱۱۳۱ھ

شہزادہ معظم بھی آپ کا ارادت مند تھا۔ اورنگ زیب کی وفات کے بعد وہ حاضر خدمت ہُوا تھا۔ مرید شاہ دولہ سد النسبت بھی دارا شکوہ کے اشارے پر آستاں بوسی کے لئے آیا۔ اور شہزادے کے لئے طالب دُعا ہُوا مگر آپ نے دعا نہ فرمائی۔ آپ پہلے اورنگ زیب کے واسطے دعا کر چکے تھے یہ درست نہیں ہے۔ کہ تلونڈی میں شاہ دولہ کی ملاقات گرو نانک سے ہوئی تھی۔ شاہ حمزہ غوث سیالکوٹی کا انتقال ۹۷۰ھ میں ہوا۔ اور آپ گرو نانک کے ہم نشین تھے۔ شاہ دولہ کی تاریخ پیدائش ۹۸۹ھ شاہ سید امست

کی عمر ۸۰/۹۰ سال سمجھی جاتی ہے۔ ان کا سن وفات ۱۰۱۵ھ ہے۔ اس لئے
سن پیدائش ۹۲۵/۹۳۵ ہوا جس زمانہ میں شاہ دولہ سید اسرست کے مرید
ہوئے آپ نوعمر تھے۔ اور شاہ عبدالحسن، شاہ حمزہ غوث سے بھی شاہ سیلا
کی ملاقات ثابت نہیں ہے۔

ایلیٹ نے لکھا ہے

جب شاہ دولہ کا وقت آخیر آیا تو انہوں نے اپنے
مرید بہاون شاہ کو بلایا۔ اور انہیں دلق فقیری دے کر
باقاعدہ سجادہ نشین و وارث کیا۔ (ص ۶۳۶)

کہتے ہیں کہ بہاون شاہ کا اصلی نام بہاءالدین ہے۔ اس کے لئے ایک
مثال دی جاتی ہے۔ کہ درگاہ بہاءالحق ملتانی کے سجادہ نشین شیخ بہاءالدین ثانی
کو بھی بہاون شاہ کہا جاتا ہے۔

یہ ممکن ہے .... دوسرے شاہ دولہ کا تکیہ کلام "پہاو" تھا۔ اس
سے قریب "پہاون" یا "بہاون" ہوسکتا ہے۔

بہاون شاہ کے متعلق ایلیٹ لکھتا ہے۔

شاہ دولہ کے موجودہ مرید کہتے ہیں۔ کہ بہاون شاہ
شاہ دولہ کے فرزند تھے۔ اب چاہے وہ اصلی بیٹا
ہوں۔ یا متبنیٰ یا مرید موجودہ پیرزادے ان کی اولاد
ہیں۔ (ص ۶۳۲)

تذکرہ اولیائے ہند ج ۲ ص ۱۶۷ پر محمد اختر دہلوی شاہ دولہ سے متعلق

لکھتے ہیں :-

اور آپ نے شادی نہیں کی مجرّد رہے۔

گویا محمد اختر دہلوی کے نزدیک بہاون شاہ، شاہ دولہ کے مرید باصفا تھے۔ ان کے فرزند نامور نہیں تھے ـــ اہل صفا سے متعلق تذکرہ نگاروں نے اشارے بھی کیے ہیں۔ کہ اپنے مقامات جذب وسکر پر الٰہی کیفیت ان پر طاری ہو جاتی تھی۔ کہ انہیں دنیا و مافیہا کی خبر نہیں رہتی تھی۔ اور اسی لیے ایسے باخدا لوگوں کے لیے شادی بیاہ صرف بے معنی ہو سکتا تھا۔ صاحب سلیم التواریخ نے سید اسر مست " سے متعلق بھی لکھا ہے۔ کہ آپ ساری عمر مجرّد رہے۔ (ص ۲۹۵) شاہ دولہ سے متعلق بھی وہ لکھتے ہیں۔

مشہور ہے کہ شاہ دولہ ساری عمر مجرّد رہے شادی بالکل نہیں کی۔ جو لوگ مجاور اور سجادہ نشین ہیں۔ وہ ان کے خلیفہ کی اولاد سے ہیں۔ مگر وہ خود شاہ دولہ کی اولاد بتلاتے ہیں۔ (ص ۴۰۳)

میرزا اعظم رقمطراز ہیں :-

اور گرد و نواح خانقاہ خدمت گزاران خانقاہ آباد ہیں۔ اس آبادی کا نام گڑھی شاہ دولہ ہے

صاحب تاریخ گجرات نے خدمت گزاروں کا ذکر کیا ہے۔ اولاد کا نہیں۔ شجرہ نسب سال ۱۸۶۸ء موضع ناڑاں نتھ پور مشمولہ گجرات دکھاتا نیز ۲۰۹ - ۱۹۶، عرف مرجان میں گڑھی شاہ دولہ کا ذکر ہے۔ شجرہ نسب حسب

ذیل ہے:-

شاہ[1] دولہ قوم فقیر گوت قریشی

بہاون شاہ[2]

۳- قائم شاہ[1]، ایزد بخش[2]، احمد بخش[3]، کرم شاہ[4]، حیات شاہ[5]
لاولد لاولد

شاہ دولہ کی قوم فقیر گوت قریشی لکھی ہے۔ بہادن شاہ کو اولاد شاہ دولہ سے دکھلایا ہے۔

غلام سرور لاہوری صاحب خزینۃ الاصفیا نے بھی بہاون شاہ کو اولاد، شاہ دولہ، امام و جانشین لکھا ہے محمد اختر دہلوی، غلام سرور لاہوری کے خوشہ چین ہی نہیں اکثر جگہ وہ خزینۃ الاصفیا سے لفظ بہ لفظ ترجمہ کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ تاہم اولاد شاہ دولہ کے بارے میں وہ غلام سرور لاہوری سے اختلاف کرتے ہیں۔

منشی گنیش داس نے صاحب نامہ میں لکھا ہے۔

من بعد خلف الصدق ادمعرفت آگاہ بہاون شاہ
مدتے زیب آرائے سادہ و سجادہ بود بتاریخ یک
ہزار یک صد و ہشت (مطابق ۱۶۹۶ء) بحق پیوست (ص ۱۷۷)

کہتے ہیں موضع رو یہ وال بہاون شاہ کی شادی ہوئی۔ جہاں شاہ دولہ کشمیر جاتے ہوئے ٹھہرے تھے۔ منشی گنیش داس نے دو شادیوں کا ذکر کیا ہے۔

حضرت بہاون شاہ را پنج پسر از دو زوجہ تولد یافتند

از اہلیہ اوّل / مراد بخش وکام بخش واز زوجہ ثانی سرفراز
ارزد بخش، حیات بخش وکریم بخش ایں ہمہ پنج تن چوں
پنج پیر فیض بخش صغیر وکبیر بودند پس نوبت بہ
نوبت خدا پرستی زدہ از ہستی موجود درگزشتند وبہ نیستی
مطلق در رسیدند از اولاد ایشاں میاں منور شاہ ومودی شاہ
مرد بالیاقت بودند دریں ولا میاں حسن شاہ فضل شاہ
وجیون شاہ وغیرہ از نبار حضرت شاہ دولہ موجود اند (ص ۱۷۷/۱۷۸)

اولاد میں ایک دختر کا بھی ذکر ہے جس کا صاحب نامہ میں مذکور نہیں حضرت شاہ دولہ کی اولاد کا مسئلہ بڑا اہم ہے جس پر ہماری تحقیقات جاری ہیں ۔۔۔ جانشین نذر نذرانوں کی آمدنی کی تقسیم کے سلسلے میں ایلیٹ نے لکھا ہے۔

گدی نشینی کے باقاعدہ کوئی اصول نہیں. شاہ دولہ
کے ہر آدمی کا نذر نذرانوں میں حصّہ ہوتا ہے ۔ ان
میں سے تین کا خاص اثر و رسوخ ہوتا ہے ۔ اور
انہیں تینوں میں سے ایک سجادہ نشین کہلاتا ہے
یا دولہ دلی کا وارث ساری آمدنی تین حصّوں میں تقسیم
کردی جاتی ہے ۔ اور ہر حصّے کو چھوٹے حصّوں میں
بانٹا جاتا ہے۔ اور حصّہ رسدی سب کو مل جاتا ہے
حصّہ دار اپنی باری پر ایک دن کی آمدنی کے حقدار
بھی ہوتے ہیں (ص ۲۳۰/۲۳۱)

بہاون شاہ کی وفات حسرت آیات کا ایک قطعہ تاریخ حسب ذیل ہے

پسر دولہ ولی آزادہ مشرب ... زعلم ایزد ہمیشہ شاہ بودے

زجام عشق مست آں شاہ جہاں ... کہ رنداں در جہانش در سجودے

بدیدارم چوں گشت مشتاق حق ... دخارش از چمن رضواں دویدے

چوں رحلت کرد از دنیا بعقبیٰ ... نہ دوم باخرد گفت و شنیدے

کہ تاریخش بگو گفتا کہ ایں است ... دصالش شد بحق ولہ وریدے

حدیقتہ الاولیا میں مزار حضرت شاہ دولہ دریائی گنج بخش سے متعلق لکھا ہے

اور مزار گوہر بار شہر گجرات پنجاب میں زیارت

گاہ خلق ہے۔

تذکرہ اولیائے ہند میں محمد اختر دہلوی نے بھی یہی الفاظ لکھے ہیں۔

غلام سرور لاہوری نے لکھا ہے۔

مزار گوہر بار وے در شہر گجرات پنجاب زیارت

گاہ خلق است و از اولاد وے پیر بہاول شاہ

بتعمیر مزار وے پرداخت و دریں ایام امام شاہ

سجادہ نشین مزار وے است (ج ۲ ص ۱۰۴)

ایلیٹ کی اطلاعات اس ضمن میں زیادہ تفصیلی ہیں:-

مقبرہ اور درگاہ شاہ دولہ گجرات شہر کے مشرق

میں شاہ دولہ دروازے سے سو گز کے فاصلہ پر ہے

ان کی اولاد درگاہ کے قرب و جوار میں بستی ہے۔

اور اس نواحی محلہ کو گڑھی شاہ دولہ کہتے ہیں۔

— اور یہ درگاہ سترھویں صدی (عیسوی) کے آخری
حصہ میں ایک درویش بہادن شاہ نے بنوائی درگاہ
پھر دوبارہ کرسی دے کر ۱۸۶۷ء میں بنوائی گئی ۱۸۹۸ء
میں شاہ دولہ کے مریدوں نے اس کی مکمل مرمت کروائی۔ (ص ۶۳۰)

خزینۃ الاصفیا اور ایلیٹ دونوں نے درگاہ کی پہلے پہل تعمیر کروانے والے کا نام نامی بہادن شاہ لکھا ہے شاہ دولہ کا انتقال ۱۶۷۵ء میں ہوا۔ اور بہادن شاہ آپ کے فرزند نامدار سترھویں صدی کے آخری ہوئے۔ ایلیٹ کے مطابق انہوں نے تعمیر درگاہ کروائی اولاد شاہ دولہ میں ایک اور بہادن شاہ ہوئے ہیں جو نجف شاہ کے والد ماجد تھے جنہوں نے ۱۳۰۹ھ میں کرامت نامہ شاہ دولہ کا فارسی سے ترجمہ کیا۔

ایلیٹ نے ۱۸۶۷ء تقریباً سو سال بعد مزار مبارک کو بلند کرسی دے کر بنوانے کا ذکر کیا ہے ہمیں بتلایا گیا ہے۔ کہ اس وقت مزار ایک بلند چبوترہ کی شکل میں تھا جس کے چاروں کونوں پر برجیاں تھیں۔ اور اوپر مزاروں کے تعویز چبوترہ کی کل تیرہ ۱۳ سیڑھیاں تھیں جن پر زائر کھڑے ہو کر فاتحہ خوانی کرتے تھے۔ اور اپنی نذر نیاز وہیں ڈال دیتے تھے کسی کی مجال نہ تھی۔ کہ اوپر کرسی یا چبوترہ پر قدم رکھے۔ اور نذر و نیاز وصول کرے۔ پھر جاروب کش جب آتا تو جو پیسہ ٹکہ ہوتا۔ پیرزادوں کے سپرد کر دیتا۔

مزار دراصل چناب کے کنارے بنا ہوا تھا۔ وہیں جہاں آپ کی خانقاہ تھی، اور دریا ہر سال سلامی کے لئے حاضر ہوتا تھا۔ مزار کو یا تو سیلاب سے

نقصان پہنچا یا نقصان پہنچنے کا احتمال ہو گا سن مذکور میں اونچی کرسی دے کر مزار کو اسی لئے بنوایا گیا تھا۔

تیسری بار جن مریدان باصفا کا تذکرہ ایلیٹ نے کیا ہے۔ وہ قاضی سلطان محمود آدان شریف والے اور آپ کے ہم کار تھے۔ دریائے چناب رستہ بدل بدل کر گجرات سے بڑی دور جا چکا تھا۔ اور اس کی یادگاریں صرف دو نالیاں رہ گئی تھیں۔ اس لئے قاضی سلطان محمود نے چبوترہ کو شہید کر دیا اور کھدائی کے بعد تعویز لحد کے نیچے دو ان قبروں کے نشانات برآمد کروائے جو آج درگاہ میں موجود ہیں۔ قاضی صاحب نے قریب بسنے والے پیرزادوں سے درخواست کی کہ صحن درگاہ کو وسیع کرنے کے لئے اپنے رہائشی مکانات کے کچھ حصے چھوڑ دیں۔ جناب قاضی مرحوم نے صرف درگاہ تقریباً ۲۰ فٹ مربعہ چبوترہ مربعہ چھوٹے آٹھ مینار اور دو سرا گنبد تعمیر کروائے۔ برآمدہ اس کے بعد چاروں طرف کھینچا گیا تھا۔ اس بار تعمیری کمیٹی کے خزانچی حکیم محمد سعید تھے۔

سردو دیوار شمالی میں ایک دروازہ کھلتا تھا۔ جو صرف مستورات استعمال کر سکتی تھیں۔ اب اسے صحن درگاہ میں داخلہ کے لئے استعمال نہیں کیا جاتا شمالی جانب ہی جس طرف سے مستورات داخل درگاہ ہوتی تھیں چراغ دان طاقچہ کی صورت میں بنایا گیا۔ تاکہ مستورات چراغ جلا کر وہاں باسانی رکھ سکیں۔

برآمدہ درگاہ میں خدائے تعالےٰ کے اسمائے حسنہ لکھے گئے ہیں۔ اور مزار شریف کی بیرونی طرف حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے گرامی دروازہ مزار شریف کے دونوں طرف آیات قرآنی معہ ترجمہ لکھی گئی ہیں۔

اور مت گمان کرو ان لوگوں کو کہ مارے بیچ راہ
اللہ کے مُردہ، بلکہ زندہ ہیں بیچ رب اپنے کے
خوش ہیں ساتھ اس چیز کے کہ دیا ہے ان کو
اللہ نے
اللہ نے فضل اپنے سے اور خوش خبری لیتے ہیں.
ان لوگوں کے جو نہیں ملے. ساتھ ان کے پیچھے ان
کے سے یہ کہ نہیں ڈر اوپر ان کے اور نہ غمگین ہوں
گے وہ۔

اے مسلمانو قوت پکڑو ثابت رہنے سے اور نماز
سے بیشک اللہ ساتھ ہے ثابت رہنے والوں
کے اور نہ کہو واسطے ان لوگوں کے کہ مارے گئے
بیچ راہ اللہ کے مردے. بلکہ زندہ ہیں۔ اور لیکن تم
نہیں سمجھتے ہو
تحقیق پرہیزگار بیچ بہشتوں اور نعمتوں کے ہیں خوشی
کی باتیں کرتے ساتھ اس چیز کے دی ہے ان کو
ان کے پروردگار نے اور بچا لیا ان کے پروردگار
نے عذاب دوزخ سے کھاؤ پیو ہنسا بدل اس چیز
کے کہ تم کرتے

دروازے کے عین برابر دو رباعیات ہیں۔ کہتے ہیں پہلے پہل رباعی

صرف ایک تھی۔

عاجزی و انکسار آوردہ ام
بارِ عصیاں بے شمار آوردہ ام
ہم دو چیز آوردہ ام در بارگاہ
مو سفید و روئے تار آوردہ ام

اور پھر صاحب رباعی نے حسب ہدایت دوسری جانب بھی رباعی کہہ کر لکھوا دی۔

عفو تقصیر خواہم یا معین
از طفیل رحمت اللعالمین
ہم طفیل انبیاء و اولیاء
وز طفیل اسم رب العالمین

دروازے کے عین اوپر سن وفات درج ہے۔

بتوحید آں عارف حق گزیدہ
بگو شاہ دولہ بجنت رسیدہ (۱۰۸۵ء)

برآمدے میں اندر کی طرف مشرقی جانب سے قصیدہ شجرہ عالیہ شروع ہوتا ہے۔ اس کے کل اشعار ۲۴ ہیں۔ ان میں سے ۱۴ اشعار نقل کیے جا چکے ہیں۔ باقی شعر حسب ذیل ہیں۔

بحق شاہ منور بحر عرفاں   بحق شاہ عالم شیر یزداں
بحق شیخ احمد شاہ عالی   بحق اخوند مومن گگردالی

بحق شیخ دیں صدیقِ اکبر   مطیعش شد محمد مشت اکبر

بحق شاہ شعیب پیر نورم   غیاث دیں شہ عبد الغفورم

جناب غوث دیں قطب اسلام   غیاث المسلمین شرح احکام

غیاثا مستغیثا شاہ دینا   بصدر لامکاں بالا نشینا

توجہ کن توجہ کن بحالم   کہ در دست مصائب پائے عالم

بحق حضرت سلطان محمود   رحیم کن بر دو اتمام مقصود

خداوندا باین حضرات مغفور   مبارک ذاتہا شد پر زپر نور

بفضل خویش حاجاتم روا کن   بکرم خویش صاحب دیں بال کن

اِن اشعار کے بعد آٹھ اشعار متفرق مثنوی کے انداز میں مرقوم ہیں۔

آں اماما نے کہ کردند اجتہاد   رحمت حق بر روان جملہ باد

بوحنیفہ بد امام با صفا   آں سراج امتیان مصطفےٰ

خدایا بحق بنی فاطمہ   کہ بر قول ایماں کنی خاتمہ

اگر دعوتم رد کنی در قبول   من و دست و دامان آل رسول

نخستیں ابوبکر پیر ربد   عمر پنجہ بر پیچ دیو سفید

خرد مند عثمان شب زندہ دار   چہارم علی شاہ دلدل سوار

بندہ پروردگارم امت حضرت نبی   دوستدار چار یارم تابع اولاد علی

مذہب حنفیہ دارم ملت حضرت خلیل   خاک پائے غوث اعظم زیر سایہ ہر ولی

اور پھر یہ اشعار مشہور درج ہیں۔

یا صاحب الجمال ویا سید البشر   من وجہک المنیر لقد نور القمر

لایمکن ثنا کما کان حقہٗ   بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

تا آخر کل شمارہ ۱۸ اشعار حسب ذیل ہیں۔

خلق اطفال اند جز مست خدا | نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا
از لعب بیروں نرفتی کودکی | بے زکوٰۃ روح کے گردد ذکی

آں کس کہ ترا شناخت جاں را چہ کند | فرزند و عیال و خانماں را چہ کند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی | دیوانۂ تو ہر دو جہاں را چہ کند

اولیا را در دروں ہم نغمہ است | طالباں را زاں حیات بے بہا است
نشنود ایں نغمہ ہا را گوش حس | کز ستمہا گوش حس باشد نجس

کیف مد الظل نقش اولیاست | کو دلیل نور خورشید خدا است
سایہ یزداں بود بندہ خدا | مردہ ایں عالم و زندہ خدا

اولیا اطفال حقند اے پسر | در حضور و غیب آگہ با خبر
برتر از عرش و کرسی و از خلد | ساکنانِ مقعدِ صدق خدا

ہیں کہ اسرافیل وقتند اولیا | مردہ از ایشاں حیات است و نما
اولیا اصحاب کہف اند اے عنود | در قیام و در تقلب و در قعود

گر ترا عقل باد انش قرین | باش درویش و بدرویشاں نشین
ہم نشینی جز بہ درویشاں مکن | تا توانی غیبت ایشاں مکن

چوں شوی دور از حضور اولیاء | در حقیقت گشتہ دور از خدا
اولیا را ہست قدرت از الٰہ | تیر جستہ باز گرداند ز راہ

حب درویشاں کلید جنت است | دشمن ایشاں سزائے لعنت است
زانکہ درویشاں ورائے ملک و مال | روز و شب دارند ذرف از ذوالجلال

برآمدے سے باہر شرقی جانب، جناب پیر فضل حسین فضل کے اشعار پنجابی مرقوم ہیں۔

کامل لوگ کرامت والے صاحب صدق صفائیاں
ڈُبڑے بیڑے بنے لگن اوہ جد کرن دُعائیاں
خاراں دے وچ پیدا کردے خوشبوئیاں رعنائیاں
کرم کماون قطب بناون چوراں اہل خطائیاں
مٹی نوں اکسیر بناندے تاثیراں بدلائیاں
ٹھیکریاں پر بخشش کیتی لعلاں نال رلائیاں
باقی رہے نہ گھاٹا کوئی کیاں گل گوائیاں
ایس تاثیر والیاں نظراں جس جس نے لگائیاں

بدّل نت کرم دے وسّن رحمت جھڑیاں لائیاں

رہن بھلا کیوں سائیاں والیاں کھیتریاں ترہائیاں

جو جو منگیاں دِلوں مراداں کوں پائیاں

واہ خوش جیہڑے در آتے ڈھٹھے واں گدائیاں

کدے نہ گھٹیا مانگت لوکاں لُٹّاں پیاں مچائیاں

دن دن سگوں اضافہ ہویا واہ پاک کمائیاں

ایہہ ہتھ رکھن جس دے سر تے سرتوں ٹلن بلائیاں

معصیت تھیں قیدی اپناں جاون پا رہائیاں

دردمنداں دے درد پچھان نالے کرن دوائیاں

وچ دربار الٰہی رکھن جیہڑے لوک رسائیاں

کانیاں نکل کماؤں وگیاں اپناں پچھاں بھوائیاں

ایڈے زور خدا نے بخشے شاناں تے وڈیائیاں

مقبولاں تے مولا کولوں گلاں پیاں منائیاں

جو جو چائیاں دلنوں بھائیاں وچ جہاناں آئیاں

فضل انہاندیاں بگڑن نائیں ہرگز کاروائیاں

بدھی وانگ جنہاں فریاداں پیراں تیک پہنچائیاں

قطعات تاریخ وفات شاہ دولہ متعدد ہیں۔ خزینۃ الاصفیا میں قطعہ تاریخ ہے:۔

چو شاہ دولہ با عزت، و باہ

ز دنیا رفت در فردوس شاداں

بسرور شد ندا تاریخ سالش
کر شاہنشاہ دولا قطب دوراں

سرخیل آں عارف حق گزیدہ
بگو شاہ دولہ بجنت رسیدہ
خود درگاہ کے دروازے پر پہلا مصرع معمولی تبدیلی کے ساتھ رقم ہے
بہ توحید آں عارف حق گزیدہ
بگو شاہ دولہ بجنت رسیدہ
"خدا دوست" سے بھی تاریخ وفات نکلتی ہے۔ رباعی درج ذیل ہے
ولی شاہ دولہ کہ از اوست بود
بذکرش شب و روز ہم دست بود
خرد خواست از وصالش خبر
سروشش بگفتا خدا دوست بود
رباعی قطعہ تاریخ
از میاں قائم چراغ افروز
بزرگی شد ازیں عالم کہ بود
چراغ افروز مرقد شاہ دولہ
بتاریخش خرد گفتہ کہ گشتہ،
زہے قائم ولی مشتاق مولا

رباعی تاریخ دائمؔ شاہ

بود از یاد ذکر ایزد مست
بر زمانہ نشاندہ ہر دو دست
رفت بر عرش گشت تاریخش
شد ز عالم سبک بحق پیوست

ایضاً

شد برہنہ قلندر دولا
بود درگاہ را زمیں بوسی
ہاتف ایں مژدہ از وصالش داد
رفت دائمؔ گدا بفردوسی

ایضاً

از عالم بے وفائی چوں گشت جدا
مرد از خدائے بود تاریخش
دائمؔ دولہ ولی یمن گفت ذکا
گفتم خوشتر شغو ز دانست جدا

قطعہ

نہنگ بحر دولہ پیر دائمؔ
قلندر مشرب و زندانہ پوششش
ملنگ بے ریا و انقت زاہش

جہاں روشن ز نور خویش انگاشش

چوں رحلت کرد تاریخش خرد گفت

شد از دنیا ہمہ عالم وفاتش

رباعی قطعہ تاریخ میاں قائم چراغ افروز قطعہ و رباعیات تاریخ پیرو دائم کرامت نامہ شاہ دولہ فارسی کے سرورق سے نقل ہوئی ہیں۔ اور مصنفین کے اپنے قلم سے لکھی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔

ایلیٹ نے لکھا ہے۔

درگاہ شاہ دولہ میں ہر سال تین میلے لگتے ہیں

دو عیدین کے موقعہ پر تیسرا آپ کا عرس دسویں محرم

کو ہوتا ہے جمعہ کے دن ہر ہفتہ بھی رونق میلہ ہوتا ہے

ناچنے والیاں بھی آتی تھیں۔ مگر اب بند کر دی گئی ہیں

عیدین کو میلے لگتے ہیں۔ درگاہ حضرت شاہ دولہ دریائی گنج بخش رحمۃ پر جمعہ کے دن کے نہیں جمعرات کو جو مردوں کے فاتحہ درود کا دن ہے ہر ہفتہ حاضرین کا ہجوم اب بھی ہوتا ہے۔ عرس کا اہتمام محکمہ اوقاف کی کی جانب سے مقامی منیجر کرتے ہیں۔ مزار شریف کو غسل دینے کے بعد سبز چادر چڑھائی جاتی ہے۔ اور پھر شاہ دولہ ولی کے ماننے والوں کا تانتا بندھ جاتا ہے۔ عرس کے موقعہ پر وعظ کا بندوبست بھی کیا جاتا ہے۔ اور محفلِ سماع بھی ہوتی ہے محکمہ اوقاف کی طرف سے کم و بیش دس ہزار آدمیوں کے لئے لنگر کا خاص بندوبست ہوتا ہے۔

مقدّمہ

کرامت نامہ شاہدولہؒ

کرامت نامہ شاہ دولہ دریائی گنج بخشؒ کی اشاعت کے لئے کسی مقدّمت کی ضرورت نہیں کرامات کے بیان میں اگر احباب کا ایمان تازہ ہوتا ہے تو امید ہے وہ ہمیں دعاؤں میں یاد رکھیں گے ہمارا مقصد "کرامت نامہ" کی اشاعت سے کچھ اور بھی ہے یہ کتاب اطلاعات کا بے بہا خزانہ ہے جس کی تاریخی اہمیت ہے۔ اور جسے پیش کرنے کی ضرورت سے انکار نہیں ہوسکتا۔

ہم کرامت نامہ کے مطالعہ سے جو نتائج اخذ کریں گے۔ تاریخ و تذکرہ سے انہیں ملاتے جائیں گے۔ تا ان کی صحت کا اندازہ ہوسکے۔

کہا جا سکتا ہے۔ کہ فارسی کرامت نامہ شاہ دولہؒ یا ترجمہ اردو پیر نجف شاہ متن و عن چھاپا جاتا تو زیادہ مناسب تھا۔ ہمارے خیال میں ترجمہ اردو یا فارسی کرامت نامہ کے چھاپے جانے سے خاطر خواہ فائدہ مرتب نہ ہوتا۔ فارسی کا ذوق اب نایاب ہے۔ اور نجف شاہ نے ترجمہ ابتدائی اردو میں کیا ہے۔ تاریخ اردو میں اس ترجمہ کی اہمیّت ہوسکتی ہے۔ مگر عام لوگوں کو اس کے سمجھنے میں دقت

پیش آئے گی ہم نے اُردو ترجمہ کا مقابلہ و موازنہ فارسی میں کئی کرامت ناموں کے نسخوں سے کیا۔ اور پھر کرامات کو جدید سادہ اور موزوں زبان میں بیان کر دیا۔ کرامتوں کی تعداد میں کمی بیشی نہیں کی گئی۔ نہ کسی جگہ کسی کرامت کی روح کو مجروح کرنے کی کوشش کی ہے۔

یہ کام اندازاً ۱۵۰۰۰ الفاظ میں بخوبی سرانجام پایا ہے۔

مطالعہ کرامت نامہ شاہ دولہ میں مندرجہ ذیل عنوانات کے سلسلے میں معلومات بہم پہنچائی جائیں گی۔

۱۔ مصنف کے حالات

۲۔ مختلف اُردو اور فارسی نسخوں کے کوائف

۳۔ حضرت شاہ دولہ کے اسم گرامی کی بحث

۴۔ حضرت شاہ دولہ کا سید ہونا یا نہ ہونا

۵۔ خطاب دریائی۔

۶۔ حضرت شاہ دولہ کی تعلیم و تربیت۔

۷۔ فہرست مشاہیر جن کا کرامت نامہ میں ذکر ہے۔ ان سے متعلق کرامت نامہ سے معلومات اور معلومات کی تاریخ و تذکرہ کے ساتھ موازنہ و مقابلہ سے تصدیق یا تکذیب

۸۔ حضرت شاہ دولہ کے رفاہ عام کے کام

۹۔ حضرت شاہ دولہ کرامت نامہ کے آئینہ میں۔

کرامت نامہ کے مصنف کا نام مشتاق رائے ہے۔ وہ ہندو تھا شاہ دولہ

کی کرامت سے مسلمان ہُوا۔ اور اس کا نام امان اللہ رکھا گیا۔ کرامت نامہ اردو ترجمہ پیر نجف شاہ میں اسکا ذکر اس طرح ہے۔

ایک شخص جو خاص طالب اور ہم جلیس لیل و نہار تھا۔ اور جو کچھ خوارق کرامات جناب حضرت سے سرزد ہوتی تھیں وہ بزبان فارسی تحریر کر لیا کرتا تھا۔ اوّل نام اس کا مشتاق رائے تھا۔ ایک روز سفید پیراہن و دستار مبارک پہن کر خدمت اقدس حضرت شاہ دولہ دریائی صاحب گنج علیہ رحمۃ اللہ کی حاضر ہُوا۔ تو حضرت نے اپنی زبان در افشاں سے اس کو فرمایا کہ یہاں تو آج شیخ سعدی ثانی بن کر آیا ہے۔ پس اسی روز سے وہ مشرف باسلام ہُوا۔ حضرت نے اس کا نام شیخ امان اللہ رکھا۔

کرامت نامہ اُردو ترجمہ ورق ۲ ب

شیخ سعدی نے حکایات سے گلستان کو سنوارا تھا۔ اور مشتاق رائے نے خوارق و کرامات و حکایات کو ملا کر کرامت نامہ شاہ دولہ دریائی کو ترتیب دیتا تھا۔ بیان اوّل ہی میں خلیفہ مان سنگھ عرف کھنّہ کا ذکر بھی ہے۔ اس کا نام بھی حضرت شاہ دولہ نے امان اللہ رکھا تھا۔ وہ بھی آپ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہُوا تھا۔ اور اسے بھی آپ نے شیخ سعدی ثانی کہہ کر پکارا تھا۔

ایک دن خلیفہ مان سنگھ عرف کھنہ واسطے زیارت

حضرت کے خدمت اقدس میں حاضر ہوا حضرت
ارشاد فرمایا کہ پہاؤ تو شیخ سعدی ثانی پیدا ہوا حضرت
کی زبان مبارک کی یہ تاثیر تھی کہ چند روز میں مشرف
باسلام اور خلیفہ امان اللہ کے نام سے موسوم ہوا۔

(ورق ۳ الف اردو ترجمہ کرامت نامہ)

امان اللہ (مشتاق رائے) کا ذکر فارسی کرامت نامہ شاہ دولہ میں نہیں ہے
خلیفہ مان سنگھ کھنہ کا ذکر موجود ہے۔

خلیفہ مان سنگھ کھنہ مراد حسین لباس منزو از زبان
دمی ترجمان شیخ سعدی فرمودہ بودند چنانچہ بعد از
انقضائے چند سال خود بخود مشرف باسلام موسوم
باسم خلیفہ امان اللہ گشتہ حیرت افزائی مردم روزگار
گردید۔ (ورق ۷ ب کرامت نامہ فارسی

واضح بات یہ ہے کہ ورق ۲ ب پر تعارفی نوٹ مشتاق رائے امان اللہ
سے متعلق پیر نجف شاہ مترجم کرامت نامہ نے اپنی جانب سے بڑھا دیا ہے
بہر حال کرامت نامہ کا مصنف مشتاق رائے شاہ دولہ دریائی کا مرید
باصفا اور انہی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا۔ اس نے خود اپنی آنکھوں سے خوارق
کرامات حضرت شاہ دولہ دیکھیں۔ اس لئے کرامت نامہ کی حیثیت ہم عصر شہادت
کی ہے۔ کرامت نامہ کے سن تصنیف سے متعلق مثنوی کے مندرجہ ذیل
اشعار کو پیش لفظ میں مصنف نے تحریر فرمایا ہے۔

بتوفیق خاصاں اے بے نیاز
بفضل و کرم خود تو بخشش بساز

ہزار و صد و سی و دو ہجری بود ۱۱۳۲ھ
کہ بر آستانش سر خامہ سود

جماد الاوّل شہر تاریخ پنج
شدہ نقد ایں گنج را طبع سنج

بریں گنج کس را کہ افتادہ دست
نہ دو نقش می کند زو دوست

چناں دو نقش می شود دست گیر
کہ گاہ خارش تسازو زبیر

تو ند و نظمت ولی شاہ دولا
کند فضل بر حال من پاک دولا

ورق ۱۰ کرامت نامہ فارسی

کرامت نامہ ۱۱۳۲ ہجری میں مرتب ہوا یعنی حضرت شاہ دولہ دریائی کی وفات ۱۰۸۵ھ کے ۴۷ سال بعد۔ کرامت نامہ کے مختلف اردو اور فارسی نسخے ہمارے زیر مطالعہ ہیں۔ ایک کرامت نامہ منظوم فارسی از ستاالله کشمیری پیر خرابات ہے ان سبھوں کے کوائف ملاحظہ فرمائیں۔

(ا) کرامت نامہ فارسی

کل صفحات ۵۲۰

سطر فی صفحہ ۱۲

لفظ فی سطر ۱۱ اندازاً

کل الفاظ ۷،۰۰۰ اندازاً

کاغذ سیالکوٹی صاف،

خط نستعلیق عمدہ

نام کاتب نامعلوم

لمبائی ۹" مسطر ۶½"

چوڑائی ۵" " ۴"

جلد بندی کے وقت مرمت صفحہ آخر سے سن تحریر گم ہو گیا ہے۔

تعداد کرامات ۱۰۹

نسخہ مملوکہ ایم۔ایس نسیم چودھری

ترقیمہ تمام شد کرامت نامہ حضرت شاہ دولہ
گنج بخش دریائی قدس سرہ العزیز
بتاریخ ہشتم ماہ ذی الحج

(۔۔) کرامت نامہ فارسی

کل صفحات ۳۳۶

سطر فی صفحہ ۱۶

لفظ فی سطر ۱۳ اندازاً

کل ۶۵،۰۰۰ اندازاً

خط نستعلیق معمولی

نام کاتب نامعلوم نقل جدید از پروفیسر احمد حسین قریشی

سن کتابت نامعلوم سن جدید ۱۹۴۷ء

سائز لمبائی ۷½"

چوڑائی ۵½" مسطر ندارد ×

تعداد کرامات ۱۰۴

ا۔ ترقیمہ تمام شد کرامات حضرت شاہ ولی حضرت شاہ دولہ گنج بخش دریائی قدس اللہ سرہ العزیز

۲۔ تمام شدہ کرامت نامہ حضرت شاہ دولہ دریائی گنج گجراتی

بدستخط قریشی احمد حسین احمد قلعہ داری

نسخہ مملوکہ احمد حسین قریشی (پروفیسر)

جناب پروفیسر قریشی احمد حسین نے سرورق نوٹ دیا ہے

کرامت نامہ شاہ دولہ دریائی

مصنفہ مشتاق رام سن تصنیف ۱۱۳۲ھ

یہ کتاب نہایت ہی نادر الوجود اور اہم ہے حضرت شاہ دولہ کے مرید خاص مشتاق رام نے ان کی وفات کے ۴۰ سال بعد لکھی۔ اس میں بیشتر حالات ان کے چشم دید ہیں اس لحاظ سے شاہ دولہ پر اس سے مستند کوئی اور کتاب نہیں ہو سکتی۔ یہ کتاب نہایت دریدہ اوراق پر لکھی ہوئی تھی۔ اس سے نہایت محنت سے یہ نسخہ تیار کر لیا ہے۔ تاکہ یہ کتاب ورطۂ فنا سے بچ جائے۔ اس کی دوسری

نقل اور کہیں موجود نہیں

دستخط احمد حسین قریشی صاحب

(ج) کرامت نامہ فارسی

کل صفحات، ۵۲۰

سطر فی صفحہ ۱۲

لفظ فی سطر ۱۱ اندازاً

کل الفاظ ۷۰۰۰ اندازاً

کاغذ سیالکوٹی صاف

خط نستعلیق عمدہ

نام کاتب نامعلوم نام کاتب نقل جدید سید شریف حسین شرافت نوشاہی

سن کتابت نامعلوم سن کتابت نقل جدید ۱۹۴۰ء

تعداد کرامات ۱۰۹

ترقیمہ تمام شد کرامت نامہ حضرت شاہ دولہ گنج بخش دریائی قدس سرہ العزیز

بتاریخ ہشتم ماہ ذی الحج

نسخہ مملوکہ سید شریف حسین شرافت نوشاہی سجادہ نشین حضرت نوشہ گنج بخش ساہنپال شریف گجرات

(د) کرامت نامہ اردو ترجمہ

کل صفحات، ۱۵۲

سطر فی صفحہ ۱۷

لفظ فی سطر ۱۴ اندازاً

کل الفاظ ۴۰۰۰ اندازاً

کاغذ حنائی انگریزی عہد

خط نستعلیق معمولی ۔ قلم جلی (محنت سے لکھا ہوا ہے)

نام کاتب فرزند علی

سن کتابت ۱۹۲۲ء

نام مترجم پیر نجف شاہ

سن ترجمہ ۱۳۰۸ھ

کل تعداد کرامات ۱۰۰

نسخہ ترجمہ اردو معہ شجرہ سہروردیہ ۔ کرامت نامہ شجرہ طالبان راشلگائے جناب شیخ شاہ دولہ دریائی گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ

(نقل از سرورق کتاب ہذا)

ابتداء اب ایں اس کرامت نامہ کو بزبان اردو ترجمہ کیا ہے ۔ اگرچہ اس عاجز کو طاقت اس امر کی نہ تھی لیکن بضرورت سمت ۱۳۰۸ ہجری میں اس کرامت نامہ کو لکھنا شروع کیا ۔

کرامت نامہ ترجمہ اردو

ترقیمہ مترجم

الحمد للہ والمنت یہ کرامت نامہ صاحب موصوف
جناب حضرت شاہ دولہ دریائی صاحب گنج بخش رحمۃ اللہ
اقدس اللہ سرہ جو کہ اوّل بزبان فارسی اور الفاظ مشکل
تھا۔ اس کو فقیر نجف شاہ ولد پیر بہادن شاہ اولاد حضرت
شاہ دریائی صاحب گنج بخش رحمۃ اللہ قدس سرہٗ
نے اپنی قلم سے بزبان اردو ترجمہ ۱۳۰۹ ہجری متعدک
میں کیا مجھ کو تمام کلام بزبان اردو سے محاورہ نہیں اس
واسطے کچا اردو رقم ہوا ہے جو کہ قاری ہو۔ برائے
خدائی سبیل اللہ پڑھ کر اس پر پردہ دیویں اور کوئی
مسخری نہ کریں۔ ورق ۵، ب ترجمہ کرامت نامہ (اردو)

ترقیمہ ناقل

تمام شد کرامت نامہ صاحب موصوف بدست حقیر
پر تقصیر مسکین خاک نشین فرزند علی شاہ خلف الرشید
پیر سردار شاہ خلف الرشید عزت شاہ خلف الرشید
پیر بہادن شاہ خلف الرشید جناب حضرت شاہ دولہ
دریائی صاحب گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ گجرات پنجاب
مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۲۲ عیسوی ورق ۷۹ ب

مملوکہ ایم۔ ایس نسیم چوہدری

(۲) کرامت نامہ اردو ترجمہ

کل صفحات ۱۹۲

سطر فی صفحہ ۱۸

لفظ فی سطر ۱۱ اندازاً

کل الفاظ ۲۰۰۰۰ اندازاً

کاغذ سادہ

خط معمولی نستعلیق

نام کاتب نامعلوم کاتب نقل جدید پروفیسر احمد حسین

سن کتابت سن کتابت نقل جدید ۱۹۶۷

ابتداء جناب حضرت شاہ دولہ دریائی گنج بخش علیہ الرحمۃ اللہ تمام حمد جو لائق جناب قدس حضرت پروردگار کا کب ہو سکتا ہے۔

نام مترجم نجف شاہ

سن ترجمہ ۱۹۲۲ء

کل تعداد کرامات ۱۰۱

ترقیمہ یہ کرامت نامہ صاحب موصوف جناب حضرت شاہ دولہ دریائی صاحب گنج بخش علیہ رحمۃ اللہ قدس اللہ سرہ جو کہ اول زبان فارسی اور الفاظ مشکل تھا۔ اس کو فقیر نجف شاہ ولد پیر بہاون شاہ اولاد حضرت شاہ دولہ دریائی صاحب گنج بخش علیہ رحمۃ قدس اللہ سرہ نے اپنی قلم سے بزبان اردو

ترجمہ ۱۳۰۹ ہجری مقدس میں کیا۔

حضرت خواجہ ثناء اللہ کشمیری پیر خرابات جلال پور جٹاں کی عجیب غریب شخصیت تھی۔ علوم ظاہری سے بے بہرہ ہونے کے باوجود کسی موجِ بحر کے زیرِ اثر ہر موضوع پر لکھتے جاتے تھے۔

ان کا دعویٰ یہ بھی تھا کہ شاہ دولہ دریائی رح سے انہیں ارسیی فیضان ملا ہے۔ کرامت نامہ ان کے زیرِ مطالعہ رہا جس میں نثر کے ساتھ خوارق و کرامات کو نظم مثنوی کے ٹکڑوں میں بھی بیان کیا ہے۔ شاید حضرت پیر خرابات کو نظم پسند نہ آئی یا انہیں نثر و نظم کا ملانا منظور نہیں تھا۔ یا شاید کوئی اور وجہ ہو گی۔ انہوں نے کرامت نامہ کو نظم کر دیا۔ خواجہ ثناء اللہ پیر خرابات نے اپنے منظوم تذکرہ کا نام "تذکرۃ الواصلین" رکھا۔ کتاب نظم تین حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلی کتاب میں تصوف کے سب سلسلوں کا ذکر ہے۔ دوسرے دفتر کرامات شاہ دولہ کو کرامت نامہ کے حوالے سے نظم کیا ہے۔ تیسرے حصہ میں حضرت محمد صادق کشمیری اپنے کامل پیر کے حالات ثناء اللہ پیر خرابات نے نظم کئے۔ کوائف ملاحظہ کریں۔

(س) کرامت نامہ فارسی (نظم)

(تذکرۃ الواصلین دفتر دوم)

کل صفحات ۱۳۴

سطر فی صفحہ ۱۸

مثنوی کے انداز میں دو مصرعہ فی سطر

تعداد اشعار ۲۰۰۰ اندازاً

تعداد کرامات ۱۰۰

سن تصنیف ۱۲۷۹ھ

ناظم حضرت ثناء اللہ پیر خرابات مقام جلالپور جٹاں

سائز لمبائی ۸"

چوڑائی ۵½" مسطر ندارد

نقل جدید از پروفیسر احمد حسین قریشی صاحب

ترقیمہ دفتر دوم دوائی دریائی رحمۃ اللہ علیہ بفضل

پروردگار با تمام رسید الحمد للہ رب العالمین۔

عاقبت محمود باد

ہر کہ خواند عاقبت محمود باد در دعا این بندہ را آرند یاد

نسخہ ملوکہ پروفیسر احمد حسین قریشی

کتاب کے سرورق پر قریشی احمد حسین صاحب نے

نوٹ دیا ہے۔ اس کتاب کی دوسری نقل کہیں موجود

نہیں ہے میں نے مصنف کے ذاتی نسخہ سے نقل

کی ہے۔ جو اب ضائع ہو چکا ہے۔

آخیر کتاب پر جناب احمد حسین قریشی لکھتے ہیں۔

تمام شد دفتر دوم تذکرۃ الواصلین مصنفہ خواجہ

ثناء اللہ عرف پیر خرابات کشمیری ساکن جلالپور جٹاں

ضلع گجرات سن تصنیف ۲۷ ماہ شوال ۱۲۷۹ھ

نقل از نسخہ عزیزی عبداللطیف ساکن گوجرانوالہ

برائے من نقل کرد ایں دفتر محتوی حالات حضرت

شاہ دولہ دریائی گجراتی است

دستخط مع تاریخ ۲۶ - ۵ - ۱۳

نسخہ مصنف بسیار بدخط بود و ناقل ہم مبتدی لہذا

دریں نسخہ اغلاط بسیار است اما مقابلہ کردہ باشد۔

کرامت نامہ حضرت شاہ دولہؒ کے ان نسخوں کے علاوہ کئی دیگر قدیم نسخوں سے متعلق اطلاعات ملی ہیں۔ مگر اب، وہ دستیاب نہیں ناصر کتاب دار گجرات'' کے پاس خود مصنف مشتاق رائے کے ہاتھ سے لکھا ہوا نسخہ تھا جسے انہوں نے فروخت کر دیا۔ کرامت نامہ کے سلسلے میں ایک مقالہ بھارت کے ایک رسالہ ہندوستانی میں شائع ہوا تھا۔ مصنف کے قلمی نسخے کے حوالہ جات اس میں موجود ہیں۔ شاید یہی نسخہ ناصر کتاب دار صاحب مقالہ کے پیش نظر ہو ورنہ گجرات و نواح گجرات کے علاوہ کرامت نامہ کا وجود قرین قیاس نہیں ہے۔

علامہ عبدالکریم مرحوم نے صالح کنجاہی کی قلم سے لکھا ہوا کرامت نامہ دیکھا شاید یہی نسخہ میاں شریف کنجاہی (پروفیسر) کے پاس تھا۔ جسے ۱۹۳۱ء میں انہوں نے ایک کرم فرما کی نذر کیا۔ جناب شریف کنجاہی کو یاد نہیں کہ یہ کتاب کرامت نامہ شاہ دولہ دریائی تھی۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ شاہ دولہؒ کے حالات پر مشتمل ایک مختصر رسالہ کبھی ان کے پاس تھا۔ بہر حال یہ رسالہ شاہ دولہ دریائی کے حالات پر مشتمل ہو یا کرامت نامہ بخط مولانا صالح کنجاہی اب کوئی امید نہیں ہو سکتی۔ کہ کتاب

ہاتھ آسکتی ہے۔ اور کوئی اس سے استفادہ کر سکتا ہے۔ کرامت نامہ کا ایک نسخہ شیخ کرامت اللہ کے پاس گجرات میں کبھی تھا۔ وہ اب ضائع ہو چکا ہے معلوم نہیں کہاں گیا۔ شیخ صاحب کے قبضہ میں اب کرامت نامہ نہیں ہے۔

کرامت نامہ کا انداز منشیانہ ہے۔ عبارت کو مشکل مقفّٰی اور مسجع رکھا گیا ہے۔ اسی لئے اس کا پڑھنا اور سمجھنا ذرا مشکل ہے۔ خاص کر اس زمانہ میں جب عربی اور فارسی کا ذوق واجبی رہ گیا ہے صاحب کرامت نامہ حمد وثنا کے بعد ابتداء کرتے ہیں۔

ہر چند کہ ایں کودن زبان کودک شعور ہیچ گونہ قدرت
وقابلیت وطاقت واستعداد واہلیت آں نداشت
کہ در شروع احدی ازاں مقولہ خدا قبولہ حرفی تواند نوشت
ویا از بیم وامید آں تقدائی اولیائے مقبول بے ہمتا
یک سخن گفت۔ (ورق ۹ الف کرامت نامہ اردو ترجمہ)

میر تحف شاہ مترجم کرامت نامہ کو مشکلات پیش آئیں۔ تو انہوں نے فارسی سے ٹھیک ٹھیک ترجمہ تحت لفظی نہیں کیا صرف کرامات کا نمبر وار خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھ دیا۔ اسی لئے کرامت نامہ کے اندازاً اسی ہزار الفاظ سے ترجمہ اردو میں تیس ہزار الفاظ کم ہیں۔ ترجمہ کو مفید اور عام فہم بنانے کے لئے ایسا کیا گیا تھا لیکن ایک تو اردو ابتدائی۔ دوسرے مشق کم۔ اور زبان سے کماحقہ واقفیت ندارد، ترجمہ رواں دواں نہیں ہو سکتا تھا۔ اور نہ ہوا بعض اوقات محاورہ کی عدم صحت زبان کی خامی اور املا کی مشکلات کے سبب ترجمہ پڑھنا اور سمجھنا مشکل ہے۔ (مثلاً)

ارادت الٰہی جب حضرت شیخ شاہ دولہ دریائی صاحب

مہتہ کھیم چند وڈیرا سے جدا ہو کر مشرف خدمت مرشد
بلند ارشد سودادست بدست درستی بخش ہر شکستہ
جناب حضرت شاہ سید ناصر مست کے ہو گئے۔

(ورق ۷ الف کرامت نامہ اردو ترجمہ)

اب ہم کرامت نامہ کا ذرا تفصیلی مطالعہ شروع کرتے ہیں۔

کرامت نامہ فارسی کے مختلف نسخوں اور اردو تراجم میں کہیں شاہ دولہ دریائی کا نام نامی کبیرالدین نہیں لکھا ہے۔ کرامت نامہ مشتاق رائے خلیفہ امان اللہ نے ۱۱۳۲ھ میں لکھا۔ اس کا ترجمہ پیر نجف شاہ نے ۱۳۰۹ھ میں کیا۔ ہمارے پیش نظر اسی ترجمہ کی نقل ہے۔ جو ۱۹۲۲ عیسوی میں پیر فرزند علی شاہ نے تیار کی۔ اگر کبیرالدین شاہ دولہ دریائی کا نام نامی تھا۔ تو خلیفہ امان اللہ اور پیر نجف شاہ اور پیر فرزند علی کو کیوں معلوم نہیں تھا۔ اور اگر یہ بھول چوک ہے تو پیرزادوں سے عجیب بھول چوک ہوئی ہے۔ اس کے سوا لفظ کبیر کے مفید مطلب قافیے دستگیر، برنا و پیر، صغیر و کبیر، دل پذیر، بھی موجود تھے۔ جنہیں پیرائے انشاء میں مشتاق رائے سجا سنوار کر پیش کر سکتا تھا۔ اس کی عادت بھی تھی، رسم انشا بھی

بلا استثنیٰ ہر کرامت کا بیان تعریفی جملوں کے بعد شاہ دولہ کے نام سے ہوا ہے کرامتوں کی تعداد مختلف نسخوں میں مختلف ہے۔ مگر کم از کم تعداد ۱۰۰ ہے۔ سو بار آپ کا نام نامی تکرار کے ساتھ شاہ دولہ آتا ہے۔ کبیرالدین ایک بار نہیں لکھا گیا ہے۔ نہ کرامت نامہ کے فارسی نسخوں میں نہ اردو تراجم میں۔۔۔۔

...... کرامت نامہ کے مختلف نسخوں اور نہ اردو تراجم میں شاہ دولہ دریائی
کو سید لکھا ہے۔ سیادت ایسا شرف تھا جس کا اعلان کیا جاتا تھا۔ اور لفظ
سید نام کا حصہ ہی بن جاتا تھا۔ مثلاً کرامت نامہ میں سید فاضل میراں کا ذکر ہے

بخواہش ازلی حضرت ولی اللہ شاہ دولہ قدس اللہ سرہ
العزیز راسید فاضل گفت۔ کہ مسجد جامع تعمیری شد
خانہ خدائی وجائے ثواب است چیزی برائے
خرچ عمارت آں امداد نمائی۔

ورق ۲۴۳ الف کرامت نامہ فارسی و
ورق ۲۴۰ ب کرامت نامہ فارسی

اس کرامت ۱۰۳ کے ضمن میں میراں فاضل کا نام ۹ بار آیا ہے۔ اور ہر بار
التزام کے ساتھ لفظ سید استعمال ہوا ہے۔
سید فاضل کا ذکر کرامت ۱۰۸ میں بھی ہے۔

وجہت خواندن سبق عربی ہموارہ در خدمت سیادت
پناہ نقابت دستگاہ جمیع فضائل کامل روشناس
خلیفۃ الرحمانی ظل سبحانی سید فاضل می رفت۔

۱۰ بار میراں فاضل کا نام آیا ہے اور سید کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور
کہیں جگہ سید۔ اے سید۔ سیادت پناہ۔ سید عالی نسب کے الفاظ لائے جاتے
ہیں۔ لفظ سید نہیں تھا۔ تو شاہ دولہ کے نام نامی کے ساتھ نہیں ملتا۔ نہ کسی نسخہ
کرامت نامہ فارسی میں نہ کسی ترجمہ اردو میں۔

کرامت نامہ سے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ شاہ دولہ دریائیؒ حضرت سید عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی کے عم زاد تھے۔ اور آپ ہی کے دست حق پرست پر بیعت توبہ سے مشرف ہوئے تھے۔

یہ بھی معلوم نہیں ہوتا۔ کہ آپ نے اویسی انداز میں پیر بغدادی سے فیض پایا تھا۔

کرامت نامہ شاہ دولہ دریائیؒ کے حوالے سے آپ حضرت سید اسرمست سیالکوٹیؒ کے مرید اور خلیفہ ہیں۔

اردو ترجمہ کرامت نامہ نجف شاہ شجرہ سہروردیہ (نظم) سے شروع ہوتا ہے شعر ۷/۸ مندرجہ ذیل ہیں۔

پیر شاہ دولہ خطاب دریائیؒ

باب رحمت ز لطف بنمائی

باب حق بر عدو دیں پیوست

پیر کونین سیدنا سرمست

ورق ۱ الف کرامت نامہ اردو ترجمہ

شجرہ طالبان (نثر) میں بھی یہی اطلاع دہرائی گئی ہے۔

حضرت شاہ دولہ دریائیؒ صاحب طالب پیر

حضرت شاہ سید ناسرمست شاہ صاحب

ورق ۱ ب کرامت اردو ترجمہ

اس کے علاوہ مثلاً بیان عقد ہم اس طرح شروع ہوتا ہے۔

حضرت شاہ دولہ دریائیؒ صاحب جب خدمت اقدس

میں اپنے پیر کامل حق پرست درستی بخش بر شکست
سودا دست بدست حضرت سید ناصر مست ہتے تھے
ورق ۱۹ ر الف کرامت نامہ ترجمہ اردو

پیر خرابات نے منظوم کرامت نامہ میں عنوان قائم کیا ہے۔
در بیان خدمتگاری شاہ دولہ نزد مرشد پاک۔
حضرت سید ناصر مست سیالکوٹی
اور لکھتے ہیں۔

از عطائے مرشد کامل رسید
بر سر تختِ شہی پس آرمید،
بخشش و آثار ہا در روز و شب
کار و بارش بود با آں حق طلب
حق نہادہ در کفش جملہ کلید
از عطائے پیر کامل شد سعید

ورق ۷ ا ب ۸ ا ر الف تذکرۃ الواصلین ج ۲

کرامت نامہ کے حوالے سے حضرت شاہ دولہ کے خطاب دریائی پانے پر روشنی پڑتی ہے۔

حضرت سید ناصر مست نے شاہ دولہ سے کہا۔ کہ کنوئیں کو خس و خار سے خالی کریں۔ آپ نے ایک شخص مانا کھوکھر کو ساتھ لیا اور کنوئیں میں اترے اور اسے بھی بلایا اس نے دیکھا کہ آپ کا قد۔ ھد گز کنوئیں کی گہرائی کے مطابق ہوگیا

ہے۔ وہ ٹوکریاں بھر بھر کر دیتا رہا اور آپ باہر پھینکتے رہے۔

چنانچہ وقت سحر تک، تمام چاہ کو خس و خاشاک
سے پاک صاف کر کے جو آب شور تھا بالکل شیریں
ہو گیا۔ اور ایک کوزہ آب شیریں کا پُر کر کے اپنے
مرشد کامل کے سامنے رکھا۔ حضرت نے جب وہ
آب شیریں پی کر دیکھا تو فرمایا صد آفریں ہے کیا خوش
مزہ پانی ہے کہ کسی دریا کا ایسا پانی نہیں ہے اسکو
آب کوثر یا آب زمزم کہنا چاہیئے رحمت او پر تیرے
اے سخی شاہ دولہ دریائی تنگی رفت و فراخی آئی۔ یہ
خطاب تیرے لائق ہے۔

ورق ۲۱۔ الف کرامت نامہ اردو ترجمہ

پھر حضرت مرشد سیدنا سرمست نے کہا کہ ایک پیالہ بازید کو بھی دو۔ آپ نے ان کی خدمت میں حسب ارشاد پیالہ پانی پیش کیا جب انہوں نے پیا تو حیران ہو کر کہنے لگے۔

اے شاہ دولہ درہمیں ایک شب راہ دریائے
شور از اں بند ساختن و جادہ جوئی دریائے نوشین
را پردہ گذاشتہ رسی دل دہمی حوصلہ تو چرا نباشد
کہ خاصہ منظور نظر کرامت اثر کار ہائی کشادہ
دلبست مورد الہام غیبی سیدن سرمست گشتہ فی

واقعہ دولا دریائی است خداوند حقیقی زیاد ازیں
توفیقت کرامت کناد چنانچہ دولا دریائی از ہمانجا
خطاب یافتہ بودند۔

ورق ۳۷۔ب نسخہ فارسی کرامت نامہ

کرامت نامہ میں گورو بابا نانک سے شاہ دولہ دریائی کی روحانی ملاقات کا
ذکر ہے۔ اور پھر لکھا ہے۔

بعد میں بوقت صبح کے حضرت معہ دو چار مردماں
ایک بھنگی حلوہ اور ایک کوزہ شیر مادہ گاؤ کا لیکر
موضع منگھووال میں واسطے ملاقات ظاہری گورو
بابا نانک صاحب کے پاس تشریف لائے۔ اور
حلوہ اور دودھ پیش نذر کیا۔ گورو نانک نے نذر و
نیاز قبول کر کے تونبہ اپنا آگے رکھ دیا۔

ورق ۴۵ الف کرامت نامہ اردو ترجمہ
(کرامت نامہ فارسی و تذکرہ واصلین)

حضرت شاہ دولہ دودھ ڈالتے جاتے تھے مگر نہ تونبہ بھرتا تھا نہ کوزہ خالی
ہوتا تھا۔ گورو نانک نے شاباش دی۔

اے دولہ تو راست راست دریائی ہے۔ یہ کوزہ
تمہارا مثل دریا ہے کبھی شیر سے خالی نہ ہوگا۔ یہ
تونبہ ہمارا مثل سمندر ہے کبھی شیر سے پر نہ ہوگا۔

ورق ۵۴ الف کرامت نامہ اُردو ترجمہ

کرامت نامہ کے غائر مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ دولہ رسمی علوم میں دسترس نہیں رکھتے تھے. اہل باطن کے نزدیک علوم ظاہری کی قدر و قیمت نہ سہی علم و فضل طرۂ امتیاز ضرور ہے. اور دولت باطن کے ساتھ علم و فضل کا جمع ہو جانا مراتب عالیہ عزت و تکریم میں اضافہ کا سبب بنتا ہے.

کرامت نامہ کی اس سلسلہ میں خاموشی ہمارے دعویٰ کا ثبوت ہے جبکہ مشک کی طرح علم بھی چھپائے نہیں چھپتا. اور شاہ دولہ کے لیئے اظہار علم میں کسی تکلیف دینی بھی آڑے نہیں آسکتی تھی. قاضی محمد شفیع کی مسجد میں عابد خاں صدر الصدور نے آپ کا امتحان لیا تو آپ نے صرف لفظ الف پر انگلی رکھی. اور دعوی کیا کہ آپ الف کو اچھی طرح جانتے ہیں اور اس کے سوا کچھ نہیں جانتے.

علموں بس کریں او یار
اکو الف تینوں درکار

"اتفاق سے مسمّی عابد خاں صدر الصدور بھی اس جگہ موجود تھا. اور پنج سورہ پڑھ رہا تھا. اس نے اُٹھ کر حضرت کو سلام کیا اور بعد میں کہا کہ یا حضرت شاہ دولہ دریائی صاحب آپ بھی کچھ حرف پہچانتے ہو. آپ نے فرمایا بھائی میں اچھی طرح پہچانتا ہوں. اور پنج سورہ اس کے ہاتھ سے لے کر اور اپنی انگشت مبارک حروف الف پر رکھ کر فرمایا. کہ بھائی فقیر اس

حرف کو تو خوب اچھی طرح جانتا ہے باقی حرفوں
سے بھی منکر نہیں ہے۔ ورق ۶۰ ب کرامت اُردو ترجمہ

ظاہر ہے کہ کسی اہل علم سے ایسا سوال نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اور نہ ہی وہ ایسا جواب دیتا۔ مولوی محمد زاہد فاضل نے کہا۔

یا حضرت میں نے چودہ علوم کی تعلیم حاصل کی ہے
اور عالم فاضل ہوں لیکن یہ مرتبہ مجھ کو بھی حاصل نہیں
اور آپ کشف القلوب کس طرح ہو گئے آپ نے
تو اتنا بھی نہیں پڑھا حضرت نے کہا۔ اے مولوی صاحب
آپ تو ایک دن میں ایک ایک جز کتاب کی مطالعہ
کرتے ہو اور فقیر نے تو اپنی تمام عمر میں سوائے ایک
حرف کے دوسرا کوئی حرف نہیں دیکھا اور نہ ہی
کبھی یاد کیا ہے فقیر تو صرف ایک ہی حرف پر اپنا
اعتقاد رکھتا ہے۔ ورق ۶۷ کرامت نامہ اُردو ترجمہ

غیر مسلم سادھوؤں جوگیوں اور مسلمان اولیاء و اصفیا سے شاہ دولہ کی ملاقاتوں کا ذکر کرامت نامہ میں موجود ہے۔ گرو بابا نانک منگھووال میں بھائی پیارا کے پاس آئے۔ اپنے چیلہ سے آپ نے فرمایا۔ کہ حضرت شاہ دولہ کو ملاقات کے لئے بلا لائے:۔

حضرت ولی اللہ براہ کرامت و کشش بابا گرو نانک کے
بوقت نیم شب جا کر ملے اور دیدار جمال کیا اور جواب

سوال سرانجام کام کارفرمائش اور بہت سی خاطر
کر کے حسب امر اجازت طلب کی۔

ورق ۴۴ ب کرامت نامہ اردو

یہ خاص ملاقات تھی جس کی ہم راز کے سوا کسی کو خبر نہ ہوئی صبح شاہ دولہ ملاقات ظاہری کے واسطے بھی تشریف لائے۔

پرایت ناتھ جوگی، بھیم چند وڑیرا کا گرو تھا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کی مڑھی بنوانے کے واسطے کارگروں کی ضرورت تھی۔ شاہ دولہ سے درخواست کی گئی۔ تو آپ نے اپنے معماروں کو بھیجا۔ اور حسب ارشاد انہوں نے مڑھی کو قبلہ رُخ بنایا۔

کئی اور جوگیوں مثلاً سندر ناتھ۔ رشنی جوگی۔ گورکھ ناتھ جوگی۔ جوگی باد فروش کا ذکر بھی کرامت نامہ میں ہے۔

مسلمان اولیاء و اصفیا میں سرفہرست جن کا ذکر کرامت نامہ میں ہے سید سرمست حضرت شاہ دولہ دریائی کے پیر کامل ہیں۔ آپ نے شاہ دولہ کی تربیت فرمائی۔ بازید کی حویلی میں کام پر لگوایا۔ ساری مسجدوں میں پانی بھرنے کا حکم دیا۔ اور پھر کہا کہ گھر گھر مشک سے پانی پہنچائیں۔ انہیں کے حکم سے حضرت شاہ دولہ نے کھاری پانی والے کنویں کو خس و خار سے خالی کر کے آب شیریں نکالا

حضرت سید سرمست نے آپ کو خطاب دریائی دیا۔

اور وقت اخیر حضرت سید سرمست نے فیض باطن منگھو پیر کو دینا چاہا مگر وہ حاضر نہ تھا۔ شاہ دولہ کے بلانے پر وہ رات کو اس وقت نہ آیا

حضرت شاہ سید امر مست نے دولت باطن شاہ دولہ کو عنایت فرمائی اور اپنی گدڑی بھی انہیں دے دی۔

اس کے علاوہ کرامت نامہ میں شاہ جمال بنگھو پیر کے تذکرے موجود ہیں

پیر دودہ حقانی کا ذکر بار بار آتا ہے۔ کرامت نامہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ بڑے با اثر پیر تھے جن کے مریدوں کی ایک بھیڑ ہمیشہ ہم رکاب چلتی تھی ایک بار شاہ دولہ کو انہوں نے یونہی بلا کے بلوایا۔

آپ نے کہا بھاؤ اس وقت، وقت شب کا ہے
اور نا وقت ہے اب علی الصبح آپ کے پیر صاحب
کی خدمت اقدس میں حاضر ہو جاؤں گا۔ لاکن انہوں
نے ہر گز یہ بات قبول نہ کی اور زبردستی آپ کو لیکر
روانہ ہوئے۔ (ورق ۳۹ ب کرامت نامہ اُردو ترجمہ)

پیر دودہ حقانی کے ملنگوں نے پھلوں کا باغ اُجاڑ دیا۔ مگر شاہ دولہؒ نے آٹا گھی شکر، بھنگ تمباکو لکڑی گھاس دانہ کا ان سب کے لئے بندوبست کر کے مہمان داری کا حق ادا کیا۔

پیر دودہ حقانی کے مریدوں نے آپ کو زہر دیا۔ پیر خرابات لکھتے ہیں۔

یک فقیر دودہ بہر امتحان
در حضور حضرت آمد بخوان
شربت کردہ زہر آرد و پیش

خندہ زد شاہ گفتا نوش خویش

زہر کا کوئی اثر حضرت شاہ دولہ پر نہ ہوا۔

پیر دودہ حقانی کا ایک مرید چاولوں میں کتے کا گوشت پکوا لایا۔ اور دوسرے نے سیفی کی دعا پڑھ کر گجرات پر پھونکا شاہ دولہ کی برکت سے سب خیر رہی۔ پھر وہ مسجد میں آکر شاہ دولہ کے پیچھے بیٹھا اور خود آپ پر دم کیا۔

پیر خرابات لکھتے ہیں:۔

آمدہ یک سیف خواں از بہر شاہ
تا کہ سیفی خواندہ او بر باد شاہ
تا در چلہ کردہ او محنت بسے
آں نباشد کار کار ہر کسے
سوئے شہ دو جہاں را سیف خواں
ہیچ تاثیر نہ در شاہ جہاں
شاہ فرمودش وگرد چلہ خواں
بر فقیراں کے باشد تاثیر آں

ورق ۴۳ ب تذکرۃ الواصلین

ایک بار پھر پیر دودہ حقانی کی آمد آمد ہوئی۔ آپ نے فقیر کو بھیجا تاکہ ان سب کی ضروریات کو پورا کرے آپس میں مریدوں میں تلخ کلامی ہوئی۔ شاہ دولہ کے مرید نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ پیر حقانی نے کہا مجھے شاہ دولہ کا پاس ہے ورنہ تجھے مرا دیتا۔ شاہ دولہ خود کیوں نہیں آئے۔ آپ کو براہ کرامت معلوم ہوا۔ تو خود

عید گاہ میں تشریف لائے۔ اس نے چہرہ مبارک دیکھا۔ تو سروقد تعظیم کے لئے کھڑا ہوا شاہ دولہ نے کہا گھر آیا ماں جایا۔ آپ نے تین دن سب کی ضیافت کا اہتمام کیا۔

سیدن سکندر کا تعلق سیالکوٹ سے تھا۔ اس نے دعوی کیا۔ کہ شہر گجرات اس کی ولایت میں ہے۔ آپ نے کرامت کے ذریعہ اسے دکھلایا کہ آسمان پر شہر گجرات شاہ دولہ کے نام ہے۔ اس نے بڑی معذرت کی۔

> پھر آپ نے ہر دو ہاتھ مبارک اٹھا کر اس کے
> سر پر رکھ کر فرمایا بھائی اپنے قدر سے زیادہ یکواس
> کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ اگر تم مسافر ہوتے تو تم کو کافی
> سزا دی جاتی۔ (ورق ۵۶ ب کرامت نامہ اردو ترجمہ)

اب ان معلومات کا مقابلہ تاریخی حقائق سے کیجئے:۔

شاہ دولہ اور گورو بابا نانک کی ملاقات محل نظر ہے۔ گورو نانک بہلول لودھی کے زمانے میں پیدا ہوئے اور ان کا انتقال سلطان سلیم شاہ سوری کے شروع عہد میں ہوا۔ منشی گنیش داس لکھتا ہے۔

> بابا نانک صاحب در عہد خلافت سلطان بہلول لودھی
> در ۸۷۰ھ مطابق ۱۴۶۹ء عیسوی چہارم بیساکھ در
> خانہ کالو کھتری عرف بیدی در موضع تلونڈی رائے بھوے
> بھٹی سعادت ولادت یافت۔ (صاحب نامہ ص ۱۰۵)

گورو بابا نانک نے ستر سال کی عمر پائی اس طرح ان کا انتقال سنہ ۹۵۰ ہجری ۹۵۳

میں ہوا۔ گورونانک کا مصرع تاریخ وفات ہے۔

نانک زجہاں رفت گل از باغ بیروں شد

عام تذکروں اور تاریخ دانوں نے شاہ دولہ کی عمر ۹۵ سال مانی ہے اس طرح آپ سن ۹۸۹ھ میں پیدا ہوئے (۲۵ جلوس اکبری) اس لحاظ سے ملاقات کا امکان نہیں ہو سکتا۔

کرامت نامہ میں ہے۔

پھر خال مذکور نے پوچھا کہ آپ کتنی عمر کے ہیں۔
حضرت نے فرمایا ایک دن اور ایک رات پھر
اس نے پوچھا کہ حضرت جس وقت جہانگیر بادشاہ
نے تخت پر جلوس کیا تھا تو اس وقت آپ کی کتنی
عمر تھی حضرت نے فرمایا بھائی جس وقت باپ
اس مقدم کا کلانور کی چوکی پہ بیٹھا تو فقیر اس وقت
اٹھارہ سال کا تھا۔ (ورق ۲۰ ب / ۲۰ الف کرامت نامہ اردو)

اس صورت میں کرامت نامہ کے مطابق آپ کی عمر ۱۰۵ سال اور سن پیدائش ۹۳۵ھ ہوتا ہے۔ گورونانک کی وفات کے وقت شاہ دولہ کی کل عمر ۱۰ سال ہوئی۔ اس عمر میں حضرت شاہ دولہ رحمتہ اللہ علیہ کو کسی طرح وہ بلند مقام نہیں ملا تھا۔ کہ گورو بابا نانک آپ سے ملاقات کی خواہش کرے۔

آپ مرید حضرت سید اسرست تھے اور انہیں سے شاہ دولہ نے باطنی نعمت پائی۔ تاریخ و تذکرہ سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

سیدن سکندر کا نام ایلیٹ نے نہیں لیا۔ البتہ ایک شخص کا ذکر کیا ہے جس نے شاہ دولہ کے سامنے گجرات کا شاہ ولایت ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔

شاہانِ وقت میں جہانگیر، شاہ جہاں، اورنگ زیب سے شاہ دولہ کی ملاقاتیں کرامت نامہ سے ثابت ہیں۔ جہانگیر نے آپ کے ہرن کو جس کے سر پر کلغی پہنائی ہوئی تھی۔ اپنی شکارگاہ سے پکڑ وا منگوایا۔ اسے بتلایا گیا۔ کہ ہرن شاہ دولہ کا ہے جنہیں کیمیاگر اکسیر گر کہتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ آپ کے پاس پارس ہے۔ آپ کا آہو بان وہیں موجود تھا۔ اس نے کہا۔

حضرت شاہ دولہ دریائی صاحب ایک فقیر خدا پرست ہیں۔ اگر کوئی شخص کوہستان سے بچہ آہو یا کوئی دوسرا جانور نذر پیش کرتا ہے تو حضرت اسی قسم کی کلغی پہنا کر جنگل بیابان میں چھوڑ دیتے ہیں۔ (ورق ۱۳ الف کرامت نامہ اُردو)

جہانگیر نے گرز بردار بھیج کر آپ کو طلب کیا۔ اور

شاہ دولہ با چندی از خادماں روانہ شد شاہدرہ رسیدہ میدہ و روغن و شکر تری طلبیدہ نان کلاں پختہ در رومال برنگ گل سرخ یافتہ خود را بحضور خاقان جہاں رسانیدہ ملازمت کردہ۔

(ورق ۱۳ الف فارسی کرامت نامہ)

بادشاہ اور نورجہاں بیگم جلال وجمال حضرت سے بڑے متاثر ہوئے مگر جہانگیر کے دل میں ایک خدشہ پیدا ہوا کہ شاہ دولہ ملک میں شورش بھی کر دا سکتے ہیں چنانچہ آپ کو اس کے اشارے پر خلعت زہر آلود پہنایا گیا۔ اور اس کے بعد دوسرا خلعت سبز رنگ کا جس میں اور تیز زہر لگا ہوا تھا۔ آپ نے مرشد کو یاد فرمایا اور سید اسرمست نے (عالم روحانی میں) پہنچ کر آپ پر دم کیا۔ اور آپ کو کوئی گزند نہ پہنچا۔ اب بادشاہ نے زہر قاتل کا پیالہ تیار کرنے کا حکم دیا۔

کہ شاہی تخت کو سخت زلزلہ آیا اور تمام مکان
جنبش کھانے لگا۔ اور اندرون خاص شاہی محل
کے، اور باہر تمام صورت فقرا اسلاح پوش نظر آئے

ورق ۴۲ کرامت نامہ اردو

بادشاہ نے آپ کو رخصت کیا۔ اور تھیلی اشرفیاں نذر کیں۔ آپ نے وہیں اشرفیاں ملازمین شاہی کو بخش دیں۔ جہانگیر نے ۵ ہزار بیگھہ زمین دینی چاہی۔ مگر حضرت نے قبول نہ فرمائی۔

کرامت نامہ کے مطابق شاہ جہاں نے موہن داس سے حضرت شاہ دولہ کے متعلق سنا۔ رائے موہن داس آپ کا مرید خاص تھا۔ اس نے آپ کی کرامات کا ذکر کیا۔ تو بادشاہ نے کہا۔ کہ حضرت نے ہمیں یاد نہیں کیا۔ بادشاہ حمام گیا۔ تو ایک شخص تبرک سرو پا و نبات بادشاہ کے لئے لایا۔ بادشاہ نے کمال ادب سے قبول فرمایا۔ اب قاصد کی جستجو ہوئی۔ تو وہ نہ مل سکا۔ یہ کوئی موکل تھا۔ جسے شاہ دولہ نے بھیجا تھا۔

ڈیک نالہ پر پل حضرت شاہ دولہ نے شاہ جہاں کے حکم سے تعمیر کروایا۔ بادشاہ نے گجرات کے فوجدار بدیع الزمان کو پل تعمیر کرانے کی ذمہ داری سونپی تھی کوشش کے باوجود وہ کامیاب نہ ہوا۔

درہمیں کسے بعرض رسانید کہ بستن پل دریں مکان
سوائے ولی اللہ شاہ دولہ کار ہیچ کس نیست
میراسطور مامور شد کہ بحضرت شاہ دولہ حکم ودعا
رسانید بگوشید کہ آمدہ اینجا پل راکہ کار عنداللہ موجب
روحانیت وآسائی خلق خداست راست وعمارت
بلند کہ محض کار ثواب دامر خیر است۔

ورق ۹۳ ب کرامت نامہ فارسی۔

عالمگیر نے شاہزادگی کے زمانے میں ایک مرغ زرین وگربہ ولایتی اور عصا مغرب شاہ دولہ کی نذر کئے۔ اور دل میں کہا کہ عصا اگر واپس دے دیں۔ تو شگون نیک ہوگا۔ اتنے میں ایک شخص روغنی روٹی لایا۔

آپ نے وہ نان روغنی اور چھڑی چوبی اورنگ
زیب بادشاہ کو مرحمت کرکے فرمایا۔ کہ یہ چھڑی
چوبی حکم اور نان روغنی تم کو درگاہ رب العالمین
سے مرحمت ہوا ہے خاطر جمع رکھیں۔

ورق ۱۴۲ ب کرامت نامہ اردو۔

تخت نشینی کے بعد اورنگ زیب نے درویشوں کی آزمائش کرنے کے لیے

سبھی کو طلب کیا۔ اور قید کروا دیا۔ مشتاق رائے اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

جہاں شاہ خسرو فریدوں سکندر شوکت گیتی قانون
زماں روشن تدبیر اورنگ زیب غازی عالم گیر
جہت ملاحظہ اعجاز اکثر درویشاں صاحب حال
را از اطراف و جوانب طلب داشتہ دستگیر شد

(ورق ۱۴ ۔ الف)

نواب ابراہیم نے رائے بندرابن کو لکھا۔ کہ حضرت شاہ دولہ بھیجا جائے۔ بندرابن آپ کا مرید خاص تھا۔ وہ بڑا پریشان ہوا۔ تاہم کوتوال کے ذریعہ پیغام بھجوایا۔ آپ راضی ہو گئے۔ اور شاہدرہ پہنچے۔ راہ میں ہر منزل پر ہجوم خلائق نذر و نیاز پیش کرتے تھے۔ اور آپ وہیں لٹا دیتے تھے :۔

آپ جس مکان میں کل فرقہ فقرا جمع تھے تشریف لے
گئے کل فقرا نے جب آپ کو دیکھا تو نہایت خوش
ہوئے کہ اب ہم قید غم سے آزاد ہو جائیں گے۔

ورق ۱۶ ب کرامت نامہ اردو

بفیض کرامت آپ بادشاہ کے دستر خوان پر پہنچے اور اس کے ساتھ کھانا کھانے لگے۔ آپ کے ہاتھ کو دیکھ کر جس میں درمیانی انگلی غائب تھی اورنگ زیب کے غلام بختاور خواجہ اور شاہ بال کنیز نے اندازہ لگایا۔ کہ آپ شاہ دولہ ہیں۔ اب آپ بادشاہ کے سامنے ظاہر ہوئے اور سارے فقیروں کی سفارش کر کے انہیں واپس

بخیر و عافیت بھجوایا۔

راجوری کا حاکم چتر سین آپ کا مرید تھا۔ اور آپ کے ہاتھ پر اسلام لایا۔ کشف کے ذریعہ آپ کو معلوم ہوا کہ اس کی نومولود راج کماری بادشاہوں کی ماں ہے اور اس سے بادشاہ پیدا ہوں گے۔ آپ نے پیام بھیجا۔ کہ اسے قتل نہ کیا جائے شاہ جہان نے اسی راجکماری کی خواستگاری اورنگ زیب کے لئے کی اور اسی کے بطن سے معظم (بہادر شاہ) اور شہزادہ محمود پیدا ہوئے۔

کرامت نامہ میں عالم شہزادگی میں بہادر شاہ کی حضرت شاہ دولہ سے ملاقات کا ذکر ہے۔ اورنگ زیب حسن ابدال جاتا تھا شہزادے نے آپ کو طلب فرمایا آپ آئے تو اس نے سرو قد تخت سے اٹھ کر حضور کا استقبال کیا۔ اور الہام بانی کا منتظر رہا فرمایا۔

> بہادر بسیار اگر جب تم واپس آؤ گے تو شان شوکت سے خلافت تاج شاہی تم کو ملے گا۔ خاطر جمع رکھو۔ بہادر شاہ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر آداب تسلیمات کیا۔ (ورق ۴۳ ب کرامت نامہ اردو)

اب ان معلومات کا مقابلہ تھی تاریخی حقائق سے کریں۔

تزک جہانگیری میں گجرات کا ذکر ہے۔ مگر کہیں نہ شاہ دولہ کا ذکر ہے۔ نہ ان سے ملاقات کا۔ یہ کوئی معمولی ملاقات نہیں تھی۔ صاحب کرامت نامہ کے بیان کے مطابق بادشاہ نے آپ کو زہر دلوا کر شورش کے دروازے بند کر دانے

چاہے تھے۔ اور آپ کی کرامت سے اس کا تخت و تاج زلزلہ میں آگیا تھا۔
جہانگیر ضرورت سے زیادہ راست گو ہے۔ اور شاید اسے کوئی بات چھپانے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ اس نے اپنی زندگی کے جزئی اور غیر اہم واقعات کا ذکر بھی پھیلا کر کیا ہے (مثلاً) اس نے ابوالفضل کو نرسنگھ دیو کے ذریعہ قتل کروا دیا۔ وہ لکھتا ہے۔

> نرسنگھ دیو کا علاقہ شیخ ابوالفضل کے راستے میں پڑتا تھا۔ ان دنوں نرسنگھ دیو کا شمار سرکشوں کے گروہ میں ہوتا تھا۔ میں نے اسے پیغام بھیجا۔ کہ وہ فتنہ انگیز شیخ کا راستہ روک کر اسے قتل کر دے۔ تو مجھ سے پورا پورا صلہ پائے گا۔
>
> (تزک جہانگیری ص ۵۵ ترجمہ سلیم واحد سلیم)

اسی طرح جہانگیر نے گرو ارجن کے قتل کا ذکر کیا ہے۔

> اس نے خسرو کی پیشانی پر انگلی سے زعفران کی ایک لکیر کھینچی جسے ہندو قشقہ کہتے ہیں۔ اور اسے شگون کے طور پر کھینچتے ہیں۔ جب مجھے اس بات کی خبر ہوئی تو میں نے ارجن کی ولایت کے دعویٰ کو جھٹلانا نہایت ضروری سمجھتے ہوئے حکم دیا کہ اسے میرے سامنے حاضر کیا جائے۔ جب وہ میرے سامنے لایا گیا۔ تو اس کا گھر بار اور آل اولاد مرتضیٰ خاں کو عنایت

کر کے اس کے مال و دولت ضبط کرتے ہوئے اسے

مغل قانون کے مطابق قتل کی سزا دی۔ (توزک جہانگیری ص ۹۹)

خسرو کی بغاوت میں ساتھ دینے والوں کو عبرت ناک سزائیں دی گئیں۔
جہانگیر نے سب کا بیان کیا ہے۔ پھر اس نے توزک میں شاہ دولہ سے ملاقات
کا ذکر کیوں نہیں کیا۔

بیان ہفتاد و ششم میں صاحب کرامت نامہ لکھتے ہیں۔

ایک روز شاہ جہاں بادشاہ باہمراہ موہن داس
کے جو خاص طالب حضرت شاہ دولہ دریائی صاحب کا
تھا۔ بہت سے کلمات و کرامت آمیز حضرت آپس
میں کر رہے تھے۔ تو بادشاہ نے کہا اے موہن داس
ہم کو حضرت نے یاد نہیں کیا۔ (ورق ۷۲ الف کرامت نامہ اردو)

حضرت شاہ دولہ نے بقیض کرامت شاہ جہاں کے پاس توکل کے
ذریعہ سروپا اور نبات تبرک بھیجی۔ پیر خرابات سنا اللہ کشمیری نے ترجمہ منظوم
کرامت نامہ میں یہ واقعہ اورنگ زیب سے متعلق کر دیا ہے۔

کرد عالمگیر روزی پادشاہ
اندراں دم حاضر آمد مرد راہ
یک سر و پیچ نبات شاہی او
آمدہ در پیش شہ شد رو برو
ایں تبرک ہست از دولہ فقیر

اں عنایت کردہ شاہ زودگیر

(ورق ۳۲ ب تذکرۃ الواصلین)

حضرت شاہ دولہ نے ڈیک نالہ پر پل شاہ جہاں کے حکم سے تیار کروایا اسے آج تک پل شاہ دولہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

راجوری کا راجہ "چتر سین" جس کا اسلامی نام تاج دین تھا۔ آپ کا مرید خاص تھا۔ آپ کی پیش گوئی راج کماری سے متعلق گجرات و نواح گجرات میں مشہور تھی۔ اور اسی سے شاید متاثر ہو کر شاہجہان نے اورنگ زیب کیلئے راج بائی کی خواستگاری کی تھی۔ کرامت نامہ کی تائید تاریخ راجگان راجور سے ہوتی ہے۔

اورنگ زیب کے لئے شاہ دولہ کی دعا مشہور و معلوم ہے۔ سدا نسنت دارا شکوہ کا مقامی وکیل آپ سے شہزادے کے لئے طالب دعا ہوا مگر آپ خاموش رہے۔ کرامت نامہ کے اس بیان کی تصدیق ہم کسی تاریخی ریکارڈ سے نہیں کر سکتے ہیں۔

اورنگ زیب کے حکم سے فقرا اور درویشوں کو طلب کیا گیا تھا۔ شاید بادشاہ چاہتا تھا کہ انہیں آزمائے یا شاید شریعت ظاہری کا پابند اورنگ زیب اہل فقر کے مسلسل احتجاج پر انہیں دبانا چاہتا تھا۔

صاحب نامہ میں منشی گنیش داس لکھتا ہے۔

لاکن چوں بتاریخ ۱۰۶۷ ہجری مطابق ۱۶۹۵ عیسوی

محمد اورنگ زیب عالمگیر اورنگ آراے خلافت شدہ

مقتضائے تعصب مذہب بہ احضار اکثر فقرا و در

> سنگشاف کرامت اولیا حکم فرمود بعضی مثل شاہ دولہ
> گجراتی و شاہ صدرالدین قصوری و شاہ حسین در کہ
> نزدیک شاہدرہ لاہور تکیہ دارد بہ جذبۂ قلب زنگار لطیف
> او را رستہ بطور خود نشستند و جمیع چوں سرمد قلندر وغیرہ
> تن بہ تقدیر سپردہ از جو شبار تیغ آب وار شربت شہادت
> چشیدند ہم دریں جماعت گورو تیغ بہادر از مقام
> عظیم آباد حسب الامر بادشاہ حاضر بود مقید بسلسلہ
> گرفتاری شدہ ۔ (ص ۱۱)

مندرجہ بالا اقتباس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شاہ دولہ کی ملاقات گرو نانک سے نہیں ہوئی۔ اور نہ ملاقات ممکن تھی۔ شاہ دولہ کے ہم عصر گورو تیغ بہادر تھے اور انہیں سے آپ کی ملاقات اس مصیبت کے وقت ہوئی ہوگی۔

شہزادہ بہادر شاہ سے ملاقات بھی قرین قیاس نہیں ہے۔ بہادر شاہ صوبہ دار کابل تھا۔ وہیں سے دلّی اور آگرہ کی طرف بڑھا تھا۔ کہ باپ کے بعد تخت و تاج پر قبضہ کرے۔ مگر یہ واقعہ ۱۷۰۷ء کا ہے۔ شاہ دولہ کا انتقال صاحب نامہ کے مطابق ۱۰۷۶ھ میں ہوا اور اورنگ زیب عالمگیر ۱۰۶۸ء میں تخت نشین ہوا۔ کرامت نامہ کا واقعہ اورنگ زیب کے آخری سالوں کا ہو سکتا تھا۔ اس لئے سن بندی کا لحاظ رکھتے ہوئے یہ ناممکن ہے۔ اورنگ زیب زندگی کے آخری سالوں میں مہمات دکن میں الجھا رہا۔ اس کے حسن ابدال، آنے کا سوال ہی نہ تھا۔ ان دنوں حضرت شاہ دولہ انتقال فرما چکے تھے۔

کرامت نامہ میں ہم عصر علمائے اسلام کا ذکر بھی آیا ہے جن میں سرِ دفتر ملّاں عبدالحکیم سیالکوٹی ہیں۔ ملّا شمس الدین اپنے فرزند نامور کو لائے۔ تو حضرت شاہ دولہ نے فرمایا۔ مولوی صاحب آپ کا بیٹا میرا مخالف ہوگا۔ مولوی صاحب نے منت وزاری کی اور طالب دعا ہوئے۔

کہا اچھا بہا و بلند مرتبہ ہوگا بعد اس کے مولوی محمد حکیم
بادشاہ کے دربار میں عمدہ عہدہ پہ ملازم ہوا رفتہ رفتہ
اس کو عہدہ بلند عطا ہوا۔ (ورق ۳۸ الف کرامت نامہ اردو)

سیالکوٹ میں ملّا اپنی مخالفت سے باز نہ آئے۔ اور آپ کے تکیہ کا رستہ بند کر دیا جب آپ نے پیغام زبانی بھیجا تو پیامی کو سخت سست کہا۔ زیادہ دن نہیں گزرے تھے۔ کہ حکم بادشاہی دربار سے معزولی و ضبطی نقد و جنس مولوی صاحب کا صادر ہوا۔

چند تن گرز برداران نے آکر عمل درآمد کیا۔ اور سب
مال یک قلم بند کر دیا۔ اور عیال و اطفال اس کے تمام
نان شبینہ کے محتاج ہوئے۔ اور در بدر حیران و پریشان
ہو کر پھرنے لگے۔ آخر نادم ہو کر پا برہنہ مع عیال و اطفال
حضرت کے قدموں میں سر بسجود ہوئے۔ (ورق ۳۸ ب)

آپ نے مولوی صاحب کو دربار روانہ فرمایا اور کہا۔ بحکم خداوند عالم خیریت اور فتح ہوگی۔ نواب سعد اللہ خاں وہاں ملانا کے آڑے آگئے۔ اور تمام مال و جائیداد

ان کی واگزار ہو گئی۔

ملا صاحب حضرت شاہ دولہ کی زیارت کے لئے آئے۔ آپ نے کمال مہربانی اس کے حال پر کی اور کہا۔

> مولوی صاحب آپ نے بہت ہی اچھا کیا۔ جو کہ آخری ملاقات خود آکر ہم کو کروائی ہے۔ یہ فرما کر حضرت نے بہت سا تبرک میوہ جات اور ہر قسم کا پارچہ ان کو بخشا۔ (ترجمہ) (کرامت نامہ اردو)

گجرات سے مولوی صاحب رخصت ہو کر سوہدرہ آئے تو انتقال فرمایا۔ آپ کرامت کے ذریعہ جنازے پر پہنچے۔ عبدالرحمان مولوی صاحب کے فرزند انہیں دفنانے سیالکوٹ لے گئے تھے۔ وہ گجرات آتے ہوئے گھوڑے سے گرے اور بے ہوش ہو گئے۔ شاہ دولہ نے انہیں سوار کرایا۔ گجرات پہنچکر شکایت کی کہ آپ جنازے میں شریک نہیں ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔

> بھاؤ فقیر تو اس کا جنازہ پڑھ کر اپنے ہاتھ سے اسے خود دفن کر کے آیا ہے۔ مولوی صاحب سے کہا بھاؤ میں نے کبھی دروغ نہیں کہا۔ موضع سوہدرہ اور شہر سیالکوٹ میں ہر جگہ فقیر حاضر رہا ہے۔ اکثر مسلمان میرے اس بات کے گواہ ہیں۔ (ترجمہ) (کرامت نامہ اردو)

پھر آپ نے یاد دلایا کہ جب وہ گھوڑے سے گرے تھے۔ تو اسے آپ نے سوار کرایا تھا۔

میراں فاضل قاضی شہر گجرات کو روش درویشاں پسند نہیں تھی۔ انہوں نے
شاہ دولہ کے دو نائبین سادات خاں اور سید البستت کی شکایت کی۔ اور انہیں
جواب دہی کے لئے لاہور بلایا گیا۔ شاہ دولہ دریائی نے کرامت سے منزل منزل
ان کے کھانے دانے کا بندوبست کیا۔

جس وقت بادشاہ کے روبرو حاضر ہوئے تو بادشاہ
نے فرمایا کہ شاہ دولہ دریائی نے کس واسطے شہر گجرات
میں شور مچار کھا ہے۔ اور تمام کام ممنوعات وغیر
مشروعات شروع کیے ہیں۔ (ورق ۴۶ کرامت نامہ اردو)

سادات خاں نے کہا بغیر مدعی اور شہادت کوئی حکم شرعی نہیں لگایا جا
سکتا۔ بادشاہ خاموش ہوا۔

تو ایک ساعت سر در زانوں میں رکھ کر فرمانے لگے
کہ تم مت شہر گجرات میں قیام رکھو کسی اور جگہ جا کر
عمر گزران کریں۔ (ورق ۴۶ الف کرامت نامہ اردو)

سادات خاں نے انکار کیا۔ گجرات پیر خانہ کی وجہ سے ان کے لئے قبلہ و
کعبہ ہے۔ اگر خدمت میں نہ رہے تو قیامت کے دن روسیاہ اٹھے بادشاہ نے
انہیں واپسی گجرات کی اجازت دے دی۔

ابھی سادات خاں خدمت بادشاہ میں تھا۔

ایک فقیر حضرت کا ہاتھ میں دو کفنی اور دو کلاہ اور

دو آزار سفید اور دو تھان بافتہ عطر اور عنبر سے
آلودہ لے کر آیا۔ اور خان مذکور کا اسی وقت حال
متغیر تھا جب یہ سروپا دیکھا تو فرمایا کہ شمار کرکے بتاؤ
آیا کون کون سی چیز پارچہ ہے۔ (ورق ۷۶ الف کرامت نامہ)

فقیر نے انہیں گنا جب نام تھان بافتہ سنا تو کہا اسی کا مجھے انتظار تھا۔ مجھے
اسی پارچہ میں کفنانا یہ خلعت آخری ہے۔ پھر کلمہ شہادت پڑھا۔ اور جان جان آفرین
کے سپرد کی۔

سیلاب کا پانی برسات میں پہاڑ کی طرف سے آتا تو گجرات میں مکانوں کو
نقصان پہنچتا تھا۔ آپ نے بند باندھنا شروع کیا۔ میراں فاضل سے کسی نے
شکایت کی پانی کا رستہ حضرت شاہ دولہ کی طرف سے بند کر کے تمہارے مکانوں
اور مسجد کی طرف کیا جا رہا ہے۔

سید فاضل نے کہا فی الواقع شاہ دولہ ہمیشہ ہمارے
ساتھ عداوت کرتا رہتا ہے۔ اور وہ باز نہیں آتا تمام
تم مسلمانان کو مثل آہن گراں اور سقلی گراں اور ریباں
بنداں اور ملاں موذناں کو جمع کر کے لاٹھیاں وغیرہ
ہاتھ میں دے کر حکم دیا۔ کہ حضرت شاہ دولہ کو جا کر
معہ کل ہمراہیوں کے خوب مارو۔ (ورق ۷۷ ب کرامت نامہ اردو)

شاہ دولہ کے فقیر پریشان ہوئے۔ مگر آپ نے کہا کوئی خطرہ نہیں ہے۔
ہم خیریت سے رہیں گے۔

جس وقت حضرت نے اپنی سرانگشت اٹھاکر ہاتھ
ہلایا تو فوراً اسی وقت لشکر ہجوم میں خود بخود جنگ شروع
ہو گئی۔ (ورق ۷۸ الف کرامت نامہ اردو)

ان میں سے کوئی نہ رہا جسے چوٹ نہ آئی ہو۔ انہوں نے سبز سرخ اور ایک سیاہ فوج دیکھی۔ اگر وہ بھاگ نہ آتے تو سارے مارے جاتے۔

میراں فاضل نے بادشاہ سے شکایت کی اور قضیہ نپٹانے کے واسطے قاضی عبدالوہاب کو مامور کیا گیا۔ حضرت شاہ دولہ پر الزامات تھے۔

تم زنّار داروں کی امداد اور پرستش مقام ہنود اور راہ
رسوم زنّار داروں کی کرتے ہو۔ اہل ہندواں سے
بے دوستی اہل اسلام سے عداوت رکھتے ہو۔

(ورق ۸۰ ب کرامت نامہ اردو)

میراں فاضل تو عدالت میں پیش نہیں ہوئے ایک دوسرا شخص ان کی طرف سے وکیل بن کر آیا۔ اس نے الزام لگایا۔ کہ شاہ دولہ نے پرابت ناتھ جوگی کی مڑھی تعمیر کروائی۔ آپ کے فقیر ہندوں کے تالابوں پر جاکر بھنگ وغیرہ پیتے ہیں ہر فقیر کو آپ ایک روپیہ جمعہ کو دیتے ہیں۔ بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہیں میوہ جات شیرینی تقسیم کرتے ہیں۔ تالاب باغ جہان سرائے صاف رستے بنواتے ہیں حضرت نے سب باتوں کے جواب باصواب دیئے۔ اور قاضی عبدالوہاب نے بادشاہ کو لکھا کہ سب قصور سید فاضل میراں کا ہے۔

ملا عبدالرحمان حضرت شاہ دولہ کا مرید عقیدت مند تھا۔ اس کی شکایت

بھی سید فاضل میراں کے پاس کی گئی۔ الزام تھا۔ کہ وہ ہندو بچوں کو پڑھاتا ہے اور انہیں کے گھر کا پکا پکایا کھاتا ہے۔ اسے پکڑ لیا گیا۔ آپ نے دیکھا تو کہا فکر نہ کرو۔ آپ بھی سید فاضل میراں کی محفل میں آ بیٹھے۔ اسی دم فاضل میراں کی بیوی میں جن گھس گیا۔ اور سب منتر جادو والے عاجز آ گئے۔

فاضل میراں کے سوالوں کے جواب میں ملّا نے کہا۔

اے مولوی صاحب میں کوئی اپنے نفس کیواسطے
یہ کام نہیں کرتا لیکن میں اہل ہنود سے روٹی لے کر
جس کسی کو بھوکا پیاسا دیکھتا ہوں اس کو دے دیتا
ہوں۔ اور علم حروف خدا شناسی کے لئے پڑھتا ہوں۔ (ورق ۱۴۳ ب)

حضرت شاہ دولہ کی طفیل فاضل میراں سید عالی نسب کی بی بی سے سایہ جن و پری بھی جاتا رہا۔

ملّا عبد الحکیم اور فاضل میراں کے علاوہ قاضی رضی۔ قاضی شفیع۔ قاضی عبد الوہاب قطب الدین اور مولوی محمد زاہد فاضل، عابد خاں صدر الصدور کا ذکر بھی کرامت نامہ میں ہے۔

ان معلومات کا موازنہ اور مقابلہ بھی تاریخی حقائق سے کیجئے۔

فارسی کرامت نامہ اردو ترجمہ نجف شاہ میں مولوی محمد حکیم لکھا ہوا ہے اور ان کے والد ماجد کا نام مولوی شمس دین۔ ظاہر بظاہر یہ عبد الحکیم سیالکوٹی مولانا شمس الدین کے فرزند نامور ہیں۔ اردو اور فارسی کرامت نامہ میں صرف نام ہی

نہیں بدل گیا ہے۔ بلکہ ایک کرامت کے بیان میں عبدالرحمان کو ملا عبدالحکیم (محمد حکیم) کا فرزند بتلایا گیا۔ مگر دوسری کرامت کے بیان عبدالرحمان اور مولوی محمد حکیم کو ایک ہی آدمی سمجھا گیا ہے۔

تاریخ و تذکرے کے دفاتر سے ناواقف، صرف کرامت نامہ شاہ دولہ کے مطالعہ سے فاضل سیالکوٹی اور فاضل میراں گجراتی سے متعلق غلط تاثر لے سکتا ہے۔

ملا عبدالحکیم سیالکوٹی مولانا کمال کشمیری کے شاگرد اور حضرت مجدد الف ثانی اور نواب وزیر سعد اللہ خاں کے ہم سبق ہیں۔ آپ نے علم حدیث شیخ عبدالحق دہلوی سے حاصل کیا۔ آپ کئی مغل شہزادوں کے اتالیق تھے۔ اور بادشاہ سے ایک لاکھ روپیہ سالانہ وظیفہ پاتے تھے۔

صاحب خزینۃ الاصفیا کہتے ہیں۔

علمائے ہند بر قول و فعل وے جائے اعتراض و
حکام عہد را از حکم شرع کہ بفتوی وے جاری
شدے جائے انکار و اعتراض نبودے۔

شاہجہان، ملا سیالکوٹی کی بڑی قدر کرتا تھا۔ اس نے دو مرتبہ ملا کو چاندی میں تلوایا۔ اور چھ ہزار دونوں بار آپ کے ہموزن نذر کیا کئی دیہات بطور جاگیر عطا کئے۔ بادشاہ نامہ۔ عمل صالح مراۃ العالم۔ فرحت الناظرین خلاصۃ التواریخ میں اور تفاصیل بھی موجود ہیں۔

وقت کے صوفیا کرام سے ان کے تعلقات اچھے تھے۔ دارا شکوہ نے

میاں میر سے ملا فاضل سیالکوٹی کی ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ آدم بنوری، مجذوب شیخ حسین، حاجی محمد سعید سے آپ ملے تھے شیخ بلاول سے آپ کے قریبی تعلقات تھے۔ شیخ احمد سرہندی اپنے ہم سبق کو ملا عبد الحکیم ہی نے مجدد کا خطاب دیا۔ ملا شاید حضرت مجدد الف ثانی سے بیعت بھی تھے۔

ہمیں معلوم نہیں ہو سکا (نہ کسی تذکرہ یا تاریخ میں اس کا ذکر ہے) کہ شاہجہاں نے ملا سیالکوٹی سے تعلقات اچھے نہیں تھے۔ اور یہ جو کرامت نامہ میں لکھا ہے کہ بادشاہ نے ناراض ہو کر آپ مال اور جائداد ضبط کرنے کا حکم دیا تھا۔ درست نہیں ہے۔

فاضل میراں قاضی شہر اور علمائے گجرات میں گل سرسبد تھے۔ منشی گنیش داس انہیں علم شریعت و فقہ میں کامل مانتے ہیں۔ مذہب کے معاملہ میں فاضل میراں کٹر تھے۔ انہوں نے بلبھدر جوگی کی زبان نکلوا دی کیونکہ اس نے کلمہ پڑھنے سے انکار کیا۔ انہوں نے اہل حرفہ اور تاجر گروہوں میں سے بہت لوگوں کو مسلمان کیا۔

فاضل میراں اور ملا عبد الحکیم سیالکوٹی کو کسی سے ذاتی عناد نہیں ہو سکتا تھا۔ مذہب کے معاملہ میں وہ ذرا پکے تھے۔ میاں میر نے جب قرب حق کو خلقت سے کنارہ کشی کے ساتھ مشروط کیا تو ملا عبد الحکیم سیالکوٹی نے کہا۔

حضرت آپ نے جو کچھ بیان فرمایا اگر وہ صحیح ہے
تو یہ عین رہبانیت کی تعلیم ہے اور اسلام اس تعلیم
کی اجازت نہیں دیتا۔

ملا کو معلوم تھا کہ شاہ جہاں حضرت میاں میر کا بڑا معتقد ہے۔ اہل باطن

کی روش کے پیشِ نظر اہل اسلام کے لئے لازم تھا کہ جہاں ترک اصول اسلام اور سنت نبوی دیکھیں اس کے خلاف آواز اٹھائیں خواہ نتائج کچھ ہی کیوں نہ ہوں۔

ملا عبد الحکیم اور فاضل میراں کو شاہ دولہ سے کوئی ذاتی عناد یا پرخاش ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور اس سلسلے میں کرامت نامے کے مندرجات قابل قبول نہیں ہو سکتے۔

کرامت نامہ میں نواب یوسف خاں۔ نواب ابراہیم خاں۔ بختاور خواجہ۔ محمد اسلم پنج ہزاری بلب لئے (سدا بسنت) سید احمد فوجدار۔ بدیع الزمان فوجدار نواب مرتضیٰ خاں۔ سادات خاں سعید خاں ناظم کابل۔ مہابت خاں صوبیدار کابل (جیسے کرامت نامہ میں مہتاب رائے لکھا گیا ہے) مقیم بیگ۔ احمدی مہتہ کھیما وڈیرا۔ چوہڑمل وڈیرا۔ نانک قانون گو رائے موہن داس کے تذکرے ملتے ہیں۔

شاہ دولہ کے عام مریدوں میں حاجی نعمت خاں۔ میرزا ربانی۔ جانا جٹ بلہ گلہ بان۔ رانا کھوکھر بشنکر۔ کولا فقیر مسکین۔ فقیر مبارک۔ فقیر معصوم۔ میر محمود ہدایت اللہ منشی کستو۔ جیتا ہندو۔ ملوک۔ ہیرانند۔ ادیری کمریا۔ دانا جیوا جادو رائے ــــ ہیں جن کا ذکر کرامت نامہ شاہ دولہ دریائی گنج بخش میں موجود ہے۔

بہر حال کرامت نامہ کے مندرجات کا تاریخی حقائق سے موازنہ اور مقابلہ اس کی قدر و قیمت متعین کرنے کے لئے کافی ہے۔

کرامت نامہ میں کہیں شاہ دولہ کے چوہوں کا ذکر نہیں ملتا۔ اس سے ہمارے دعویٰ کی تصدیق ہوتی ہے۔ کہ یہ کوئی حضرت کی کرامت نہیں تھی۔ کئی کرامتوں

ہیں عقیدت مندوں کے لئے حضرت کی دعا کا ذکر ہے۔

اس جگہ مسماۃ جیونی دہقانہ قدرے سیاہ قد لے کر
آپ کی خدمت میں آئی۔ اور نہایت عاجزی سے عرض
کرنے لگی۔ کہ یا حضرت! مجھ غریب کے گھر دو تین فرزند
ہو کر مر گئے ہیں۔ لیکن اب میں بہت سال سے خشک
ہو گئی ہوں۔ اور آپ ایک مرد خدا ولی اللہ ہیں برائے
خدا اللہ میرے حق میں دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالےٰ مجھ کو
بھی ایک فرزند عطا فرمائے۔ تو اس کا عوض نذر دسواں
حصہ آپ کی نذر کروں گی۔ (ورق ۶۹ الف کرامت نامہ اردو)

شاہ دولہ کی برکت دعا سے اس کے ایک بیٹا پیدا ہوا۔ اور حسب الامر
اس عورت نے نام اس کا امیر باز رکھا۔ مگر بچہ منہ سے بولتا نہیں تھا۔ اور لوگ
اسے گونگا کہتے تھے۔ عورت نے شاہ دولہ سے عرض کیا۔

یا حضرت آپ کی دعا پاک سے اللہ تعالےٰ نے مجھ
کو فرزند تو عطا کیا ہے لیکن وہ بات چیت بالکل نہیں
کرتا۔ اور تمام لوگ اسے گنگا گنگا کہتے ہیں آپ نے یہ
بات اس کی دہقانہ سے سنی۔ تو اس کے فرزند کو فرمایا
کہ اے پہاڑ تم روبرو آدمیوں کے ہم کو شرمندہ کرتے
ہو بیشک زبان سے بات چیت کیا کرو۔ پس وہ لڑکا اسی
وقت طوطے بنگالی کی طرح باتوں میں شروع ہوا (ورق ۶۹ الف کرامت نامہ اردو)

شاہ دولہ دریائی ان مسلوب الحواس بچوں کے لئے جو ماں باپ کے لئے بار بن گئے تھے۔ ماں باپ کی شفقت سے محرومی کا ازالہ اپنی انسان دوستی اور محبت سے کرتے تھے۔ آپ انہیں اپنے پاس رکھتے تھے۔ لنگر سے کھانے دانے کا بندوبست کرتے تھے۔ انہیں درویشوں کے سپرد نہیں کیا جاتا تھا جیسا کہ بعد میں دستور ہوا۔ اور جس کی وجہ سے حسن سلوک کی شاہ دولہ والی روایت ٹوٹ گئی۔ اور شاہ دولہ کے چوہے مانگنے کھانے کا ذریعہ بن گئے۔ یہ سماجی برائی ہو گئی۔ تو اس کو ختم کرنے کا واحد طریقہ یہی تھا جو محکمہ اوقاف نے اختیار کیا ہے۔ اب ان چوہوں کو درگاہ پر نہیں چڑھایا جا سکتا وہ ماں باپ کی سپرداری ہی میں رہیں گے۔

اب اخیر میں ضروری ہے، کہ کرامت نامہ کے حوالے سے ہم معجزہ و کرامت کی بحث اٹھائیں۔

قرآن حکیم میں معجزہ کے لئے آیت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

فرعون نے کہا اگر تم سچے ہو۔ اور واقعی کوئی آیت (معجزہ) ہے کر آئے ہو تو اسے دکھاؤ۔ موسیٰ نے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا۔ وہ یکایک صاف صاف اژدہا بن گیا۔ اور اپنا ہاتھ باہر نکالا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہر شخص کی نظر میں جگمگا رہا ہے۔ (سورۃ الاعراف ۱۰۶/۱۰۸)

قرآن حکیم میں معجزہ کے لئے دوسرا لفظ برہان ہے۔

محدثین نے علامت اور دلیل کے الفاظ بھی اسی معنی میں استعمال کیے ہیں۔

۔۔۔ بہرحال آیات الٰہی براہین۔ دلائل اور علامات یا معجزے۔ دوسرے مترادفات کے ساتھ نبیوں سے خاص ہیں۔ اور اولیاء سے کرامات۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کیا معجزے در کرامت ممکن بھی ہیں۔ ان پر ایمان رکھنے کے باوجود اس ہمارے دور میں شک اور گاہے انکار کا کانٹا بھی چبھ جائے تو ایسی حیرانی کی بات نہیں۔ اہل یونان میں افلاطون شاعری سے بحث کرتا ہوا کرامت و معجزہ کو قدسی معاملہ سے تعبیر کرتا ہے۔ اہل اسلام میں کندی فارابی اور ابن سینا نے معجزوں اور کرامتوں سے متعلق بحثیں کی ہیں۔ ابن رشد اور ابن تیمیہ نے انہیں کے خیالات کی تائید و تنقید کی۔ غزالی اور رازی کی تصانیف میں بھی انہیں سلسلوں کو پھیلا کر بیان کیا گیا ہے۔ اطلاع غیب۔ رویت الٰہی و ملائکہ۔ قبولیت دعا عجائبات کا ظہور سبھی کو شرائط نبوت و ولایت میں شامل کیا گیا ہے ۔۔۔۔۔۔۔

تاہم ہمیں کوئی تاریخی شہادت نہیں ملتی کہ عیسیٰ ابن مریم کے خلیفہ اول یا حضور صلعم کے نزدیکیوں نے آپ سے معجزہ طلب کیا ہو۔ وہ سبھی ایمان لائے اور ان کے ایمان کی کیفیت بھی یہ تھی۔ کہ اگر پردہ اٹھا دیا جائے۔ تو ان کے ایمان میں شمہ بھر ترقی و زیادتی کی گنجائش نہیں تھی ۔۔۔۔۔ تو یہ کہنا مناسب ہوگا۔ کہ معجزے اور کرامات صرف انہیں کے لئے ہیں جن کا آئینہ قلبی ذرتی طور پر زنگ آلود ہو جاتا ہے معجزوں اور کرامتوں سے زنگ صاف ہوتا ہے۔ اور ایمان کو تقویت ملتی ہے مگر زنگ آلود ہی سہی بہرحال آئینہ کا وجود ضروری ہے۔

جادو گر ہوئے ہم سارے جہاں کے پروردگار پہ

ایمان لائے جو موسیٰ اور ہارون کا پروردگار ہے

یہ آئینہ تھا۔ لیکن فرعون اس سے محروم تھا۔

تم میری اجازت کے بغیر اس پر ایمان لے آئے یہ
ضرور تم لوگوں کی مکاری ہے۔ جو تم لوگوں نے اس
شہر میں پھیلا رکھی ہے۔ تاکہ اس کے باشندوں کو
یہاں سے نکال کر باہر کرو۔ پس جلدی ہی تم کو اس
شرارت کی سزا ملے گی۔ ؁ اعراف ۱۲۳

حضرت عیسیٰ کو بھی شکایت تھی۔ کہ وہ معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائے
آپ نے ان کے شہروں پر ملامت کی۔ کفار قریش حضور کو جادوگر کہتے تھے اور
اپنے احباب کو منع کرتے تھے۔ کہ حضورؐ کے پاس نہ اٹھیں بیٹھیں۔ انہوں نے آپ
کو کاہن کہا اور مجنوں کے نام سے پکارا۔ ان کے مقابلہ میں نجاشی پر حضرت جعفر طیارؓ
کی تقریر کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ نجران کے عیسائیوں نے مباہلہ سے انکار کیا۔ انہوں
نے سچے نبی کو جانا اور پہچانا۔ اگر وہ آپ کے مقابل آتے تو تباہ ہو جاتے۔ آپؐ نے
جناب خدیجۃ الکبریٰؓ سے روحانی واردات کا تذکرہ فرمایا۔ وہ ذرا متردد نہ ہوئیں۔
انہوں نے کہا۔ خدا آپ کو رسوا نہیں کریگا (بخاری) حضرت ابوذرؓ کے بھائی
نے انہیں اطلاع دی۔

وہ تو مکرم اخلاق کا حکم دیتا ہے۔ اور ایک کلام
پیش کرتا ہے۔ جو شعر نہیں۔

معجزوں اور کرامتوں کے سلسلے میں علمائے اسلام صرف شہادت کا درجہ

ملاحظہ فرماتے تھے۔ اور راوی کی دیانت و امانت کے نظر معجزہ اور کرامت کے متعلق فیصلہ صادر کر دیتے تھے۔ متی۔ یوحنا۔ مرقس نے جن معجزوں کا ذکر کیا ہے انہیں کون اہل ایمان جھٹلائے گا۔ عیسٰی ابن مریم علیہ السلام کے حواریوں کا نام اسبات کی ضمانت ہے۔ کہ معجزے ہوئے ہیں۔ اور ہو سکتے ہیں۔ عبدالقاہرہ بغدادی نے کہا۔

اسی خبر مشہور کے ذریعہ ہم نے آنحضرت صلعم کے
معجزات کو جانا۔ مثلاً شق القمر۔ دست مبارک
میں کنکریوں کا تسبیح کرنا۔ شاخ خرما کا رونا۔

مگر حکمائے اسلام و فلاسفہ کے لئے یہ کافی نہیں ہے۔ ان کا انداز مغربی فلسفیوں اور منطقیوں کا ہے۔ مثلاً انجیل میں سینٹ جان کے حوالے سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی دعوت کا ذکر ہے جس میں آپ نے صرف جو کی ۵ روٹیوں اور ۲ چھوٹی مچھلیوں سے بڑے گروہ کا پیٹ بھر دیا۔ اور بارہ ٹوکرے ٹکڑوں کے اٹھائے گئے۔

ہکسلے اسے ناممکن کہتا ہے۔ آخر ان روٹیوں کا وزن کیا تھا۔ اور مچھلیاں کتنی تھیں۔

۵ ہزار آدمیوں نے سیر ہو کر کھایا تو ایک آدمی نے اندازاً کتنا کھایا ہوگا۔
۱۲ ٹوکروں کا جو ٹکڑوں کے اکٹھے ہوئے۔ وزن کتنا ہوگا۔

۱۲ ٹوکروں اور کھانا جو کھایا گیا۔ دونوں کو ملائیں تو کیا ان کا وزن ۵ روٹیوں اور دو مچھلیوں کے برابر ہوگا۔ یہ سب سوال ہکسلے اٹھاتا ہے۔ اور لکھتا ہے

مجھے ان سے متعلق تسلی بخش شہادت مل جائے
تو میں اس معجزے کو ممکنات کی نفی اور خلاف توقع
مثال کہوں گا۔

ہکسلے کے مقابلہ میں ولیم جیمز ہے۔ اس نے اپنے مقالات میں جو ایک
یورپی یونیورسٹی کے لئے تیار کئے گئے تھے۔ وارداتِ روحانی کی تحقیق و تفتیش میں
مثالوں کے ڈھیر لگا دیئے۔

معجزہ اور کرامت ممکن ہے۔ اس کا جواب ہم قاری کی صواب دید
پر چھوڑتے ہیں۔ ہمیں اپنے بزرگوں سے حسن ظن ہے۔ اور اس لئے ہم
کرامت نامہ شاہ دولہ گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کو پیش خدمت کرنے کی اجازت
چاہتے ہیں۔

کرامت نامہ

شاہ دولہ دریائی گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

جسے

متعدد اصل فارسی اور اردو تراجم

سے

مقابلہ و موازنہ کرنے کے بعد

جدید

سلیس

اردو میں مرتب کیا گیا ہے

(۱)

مشتاق رام کو حضرت شاہ دولہ نے سفید لباس میں، دستار پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ آج شیخ سعدی ثانی بن کر آیا ہے۔ آپ کے ان کلمات کے اثر سے وہ مسلمان ہو گیا۔ اس کا نام شیخ امان اللہ رکھا گیا۔ مشتاق رام طالب خاص اور شاہ دولہ دریائی کا ہم نشین[1] تھا۔ اور کرامات حضرت کو فارسی میں لکھا جاتا تھا۔

خلیفہ مان سنگھ گھنشہ زیارت حضرت کے لئے آیا۔ ارشاد فرمایا کہ آج شیخ سعدی ثانی بن کر آیا ہے۔ تاثیر کلام حضرت سے وہ مسلمان ہوا اور خلیفہ امان اللہ نام پایا۔

ایک سال بارش نہ ہوئی خشک سالی سے سب ہراساں تھے سبھی مل کر حضرت شاہ دولہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور طالب دعا ہوئے کہ حضرت کے طفیل سختی دور ہو۔ سب مسلمانوں کو نماز کے لئے حضرت نے جمع فرمایا۔ نماز تمام کر کے دعا کو ہاتھ اٹھائے اور بارش برسنے لگی۔

---

[1] کسی نسخہ فارسی میں یہ عبارت نہیں ہے۔ مترجم نجف شاہ نے کرامت نامہ میں بطور تعارف خود بڑھادی ہے۔ ۱۲ نسیم

(۲)

ایک دن سائیوں والا حضرت کا امتحان لینے کے لئے سانپ کا گوشت پکا لایا۔ آپ نے بذریعہ کشف معلوم کر لیا۔ اور کہا اسے ڈھک کر رکھ دو۔ جب اس نے اصرار کیا۔ کہ آپ اسے کھا لیں۔ تو فرمایا اسے تم ہی کھا سکتے ہو۔ وہ تائب ہو کر خادم درگاہ بن گیا۔

(۳)

فتح محمد سوداگر سیالکوٹی نے طبق میں نجاست بھیج دی۔ نوکر کو اس کی خبر نہ تھی۔ حضرت نے فرمایا جاؤ اسے پھینک دو۔ نوکر نے کہا حضرت اسے قبول فرمائیں۔ کہا اچھا سرپوش اٹھاؤ۔ طبق پھولوں سے بھرا ہوا تھا۔ پھر آپ نے کہا اسے پھینک دو۔ خواجہ کو خبر ہوئی تو وہ حیران ہوا۔ وہ دیوانہ ہو گیا۔ نجاست کھاتا رہا اور اسی حالت میں مرا۔

(۴)

ہنتہ کھیم کرن کی ملازمت سے الگ ہو کر آپ سید اسر مست کی خدمت میں آئے تھے۔ آپ نے اجازت چاہی کہ لب دریا ایک عبادت گاہ بنوالیں جلال اور ابراہیم دو ملاحوں نے اس سلسلہ میں مدد کی حامی بھر لی۔ پھر اجازت مل جانے کے بعد حضرت نے ایک تکیہ بنوا کر اس کے چاروں طرف خندق کھدائی اور پھل دار درخت لگوا دیئے۔

صبح سے شام تک کام کر کے جلال اور ابراہیم تھک گئے۔ کہا حضرت باقی کام پھر کریں گے۔ فرمایا میں ابھی نہیں تھکا تھوڑا کام اور کر لوں۔ ایک ساعت

کے بعد آپ کا کدال دیگ کے منہ پر لگا۔ کہا دیکھو یہ کیا ہے۔ وہ بھاگ گئے آئے دیگ زیورات اور نقدی سے پُر تھا۔

انہوں نے پوچھا یہ مال کہاں رکھیں۔ آپ نے ملاّ زرگر کا پتہ دیا۔ کہا اس کے پاس امانت رکھو۔ جتنا خرچ کرنا ہو لیتے رہنا۔

اسی دن ایک مستانہ جوگی بھبھوت رمائے آیا وہ بھی صاحب کرامت تھا۔ اس نے دولت میں سے حصّہ مانگا۔ جلال چاہتا تھا۔ کہ اسے نکال دے۔ مگر حضرت نے روک دیا۔ اور کہا گورو جی جس قدر ضرورت ہو لے لیں۔ آپ نے کچھ تبرّک اس کے سامنے رکھا۔ اس نے انگلی کے سرے سے اسے چکھا اور کہا اے شاہ دولہ یہ وہی تبرک ہے۔

جوگی نے اٹھ کر دریا میں غوطہ لگایا۔ اور ایک چراغ اور دو روپیہ نکال لایا پوچھا یہ کیا ہیں۔ کہا گرو جی ایک چراغ اور دو روپیہ کس لئے؟ اس نے پوچھا فرمایا اللہ ایک اور محمدؐ برحق۔

جوگی نے دوسرا غوطہ مارا۔ کچھ دیر بعد ایک روشن چراغ اور ایک روپیہ نکال لایا۔ کہا یہ کیا ہیں۔ فرمایا ایک چراغ اور ایک روپیہ کس سے؟ اس نے پوچھا کہا۔ اللہ ایک جس کا ثانی نہیں۔

جوگی نے خوش ہو کر دعا دی۔ اور دیگ پر لکھ دیا۔ ایک بار تم سے ملاقات کی ہے۔ اکیس بار پھر ملاقات ہوگی۔ یہ کہہ کر جوگی غائب ہو گیا۔

زرگر کی عورت نے[1] امانت مال کا سارا حال اپنے داماد سے بیان کیا۔ وہ چوروں کو لے کر آیا۔ جو زرگر کے سارے خاندان کو قتل کر کے مال لے اڑے۔

---

[1] نجف شاہ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ زرگر کی ہڈیاں آپ نے گنگا جی بھجوا دیں۔ حالانکہ زرگر مسلمان تھا۔ ہنم

حضرت نے فرمایا کہ چلو دیکھیں آپ آئے اور کہا یہ مال قارونی ہے۔ اس کے بعد شاہ دولہ جہاں خزانہ نکلتا وہیں دفن کرا دیتے تھے۔

(۵)

قوم گوجر سے ایک آپ کا مرید اور طالب، ملازم شاہ ہوا۔ بادشاہ نے اسے شیر سے لڑوایا۔ اس نے دل میں حضرت کو یاد کیا۔ کرامت سے آپ تشریف لائے۔ اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ اور کہا ڈر مت ایک کیا سو شیر تیرے ہاتھ سے مارے جائیں گے۔ اس نے شیر کو مار لیا۔

(۶)

حضرت کے خاص مریدوں اور وزیروں سے کچھ شادی فرزند کیلئے سیالکوٹ گئے۔ مقدم موضع کیلو کی نے جو آپ کا ارادت مند تھا۔ ان کی خوب آؤ بھگت کی۔ شادی کے بعد واپسی پر اسی کے پاس ٹھہرے۔ اس نے حق خدمت ادا کیا۔ اور رخصت کے وقت سلام نیاز بھیجا۔ انہوں نے حضرت کی خدمت میں پہنچکر حالات بیان کئے اور سلام دیا۔ آپ کے پاس اس وقت گریہ بیٹھی تھی۔ اس سے حضرت نے پوچھا مقدم کا عوض خدمت کیا ہے۔ وہ مانند طوطی بنگالی بولی جو خدمت مرشد کرے جو مانگے سو ملے۔

(۷)

حاجی نعمت اللہ سوداگر لاہور سے تھا۔ وہ شوق سے دیوانہ ہو کر حضرت کی زیارت کو آیا شربت انار اور ماہی پولا اور ماہی روغن پختہ وہ کھانا چاہتا تھا۔ قصبہ وزیرآباد میں تلاش کے باوجود مچھلی دستیاب نہ ہوئی۔ دل میں کہا مرشد کامل مچھلی

کھلا اور شربت پلا دے گا۔

وہ گجرات آیا تو حضرت نے کہا میاں فقیروں کی آزمائش کی نیت اچھی بات نہیں اس نے معذرت کی۔ اتنے میں ایک شخص نے ماہی روغن پختہ اور ماہی پلا نذر پیش کی۔ آپ نے گھر سے شربت و انار منگوائے اور کھانا کھلا دیو۔

حاجی نے دوشالہ چاک کر کے کفنی گلے میں ڈال لی۔ اور حضرت کی خدمت اقدس میں رہنے لگا۔ گھر والوں نے ابتری حال و احوال اور کاروبار آپ سے بیان کی آپ نے حاجی صاحب کو بھیج دیا۔ اور وعدہ فرمایا۔ کہ توفیق خدا کے ساتھ ہر کڑے وقت میں مدد کو آؤں گا۔

حاجی بموجب فرمان حضرت کاروبار سوداگراں میں لگا رہا ایک کاروباری سفر میں اس کی کشتی میں بحری لٹیرے چڑھ آئے۔ اس نے آپ کو یاد کیا۔ وقت چاشت آپ لیٹے ہوئے تھے جلدی میں اُٹھے اور زور زور سے اِدھر اُدھر وار کرنے لگے ایک دو ساعت کے بعد جوش و خروش کم ہوا سب حیران تھے۔ امان اللہ خلیفہ نے یہ سب حال لکھ لیا۔

حاجی بخیر سفر سے لوٹا اور تحفہ تحائف لے کر حاضر ہوا جب اس سے پوچھا تو اس نے غارت گری فرنگ اور امداد مرشد کا حال سنایا اور سب کا ایمان تازہ ہوا۔

(۸)

نعمت اللہ، حسام خاں کا ملازم تھا۔ وہ زیارت بیت اللہ سے مشرف ہوا وہاں اس کی ملاقات حضرت شاہ دولہ سے ہوئی۔ حج اکبر کے روز دربارہ ملاقات پوچھا تو حضرت نے بتلایا کہ آپ گجرات سے ہیں۔ حج و طواف کے بعد آپ نے

اسے ایک کلاہ اور ایک چادر عطا فرمائی۔

گجرات میں آکر اس نے حضرت سے متعلق پوچھا معلوم ہوا نہیں ہیں۔ وہ حاضر خدمت ہوا اور پوچھا حضرت کب واپس آئے۔ آپ نے اس کے منہ میں شیرینی ڈال کر کہا راز فقرا ظاہر نہیں کیا کرتے۔

اس نے درویشوں سے پوچھا۔ انہوں نے بتلایا حضرت تو برابر گجرات میں تشریف فرما رہے ہیں۔ آپ حج پر تو نہیں گئے ہیں۔ صرف عید کے روز سیالکوٹ امام صاحب کی فاتحہ میں تشریف لے گئے تھے۔ اس نے دستار اتار کفنی پہنی اور کلاہ درویشی لگالی حضرت نے اسے میاں عربی کا خطاب دیا۔ وہی چراغ جلاتے تھے۔ اور آج تک اولاد ان کی مزار شریف پر چراغ جلاتی ہے جھاڑو دیتی ہے اور چادر چڑھاتی ہے۔

(۹)

آپ نواب ابراہیم خاں کی ملاقات کے لئے سوہدرہ تشریف لائے موہن داس ایک ہندو ساتھ تھا۔ نواب نے کہا اے حضرت پیر مسلمان، اور طالب اس کا ہندو۔ آپ نے کہا عیسیٰ بدین خود موسیٰ بدین خود۔

نواب صاحب نہ مانے۔ انہوں نے کہا اے موہن داس جو پیر صاحب کہیں گے۔ تو مانے گا۔ اس نے کہا ضرور۔ نواب اسے مسلمان کرنے کے لئے کہتے مگر آپ کی کرامت سے اس کی زبان گنگ ہوگئی۔ حضرت نے موہن داس کو رخصت کیا۔ تو اس کی زبان کھلی۔ نواب صاحب نے معذرت فرمائی۔ اور نذر نذرانہ پیش کیا۔ حضرت نے اسے دعائے خیر دی۔ اور سب کچھ وہیں لٹا دیا۔

(۱۰)

خانا جٹ موضع گکھڑ چیمہ سے بہر زیارت آیا۔ مچھلی پلاؤ کو دل چاہا۔ دوست کو آگے بھیجا کہ وزیرآباد سے سامان خرید کر تیار کروائے۔ مچھلی دستیاب نہ ہوئی۔ وہ کلیاں آیا وہاں بھی کچھ نہ ملا۔ اس نے سوچا اب شاہ دولہ ہی میری خواہش پوری کرینگے۔ وہ گجرات آیا۔ تو آپ نے کھانے دانے کے لئے پوچھا۔ اس نے کہا حضرت پر سب کچھ روشن ہے۔ آپ نے فقیر مسکین سے کھانا لانے کے لئے کہا، وہ مچھلی پلاؤ لایا۔ حضرت نے فرمایا۔ اور جس چیز کو دل چاہے مانگ لو۔ اس نے تازہ خوشۂ انگور کا سوال کیا۔ آپ نے گدڑی اٹھائی اور تازہ خوشہ ڈال سے ٹوٹا ہوا عنایت کیا۔

(۱۱)

میرزا رہائی آپ کا ارادت مند چاندنی چوک دِلی میں سیر تماشا کر رہا تھا کہ ایک پہلوان مست ہاتھی پر آیا سب لوگ دیکھ کر بھاگ گئے۔ مگر وہ ڈٹا رہا سوچا مجھے کیا خوف، بندہ مرید شاہ دولہ ہے فیلبان نے ہاتھی بڑھایا اور ہاتھی نے چاہا کہ اسے چیر دے۔ مگر حضرت کرامت سے وہاں پہنچے اور ہاتھی کی سونڈ کاٹ کے مرید کو رہائی دلوائی۔

میرزا رہائی مغل جب خدمت اقدس میں آیا تو کہا تو بھی ایک بچہ شیر ہے اور ہمیں شیر بانی کے لئے آدمی چاہیئے۔ پھر اسے بعہدہ شیر بانی مقرر فرمایا۔

(۱۲)

شاہ جمال مجذوب کسی کو قریب نہ آنے دیتا۔ دُور دُور بھاگ جاتا تھا فرمایا اسے پوست کا پانی دو آرام ہو جائے گا۔ خانا جٹ نے پیالہ تیار کروایا اور مجذوب

کے پیچھے پیچھے ہر جگہ گیا۔ آخر وہ ٹھہر گیا۔ کہا کیا ہے۔ کہا آب پوست۔ اس نے پی لیا پھر اس کا سودا اور تنہائی ختم ہوئی۔ اور وہ کھانے پینے لگا۔

(۱۴)

حضرت شاہ دولہ اپنے جانوروں کو کاٹھی زریں اور ہنسکہ باندھ کر چھوڑ دیتے تھے۔ ایک بچہ ہرن جہانگیر کی شکار میں جا نکلا اسے بتلایا گیا۔ یہ شاہ دولہ کا ہرن ہے جنہیں بعض کیمیا گر کہتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں ان کے پاس پارس ہے اسی لئے حضرت عمارات پختہ و عالی شان بنواتے ہیں۔ پل۔ مساجد۔ چاہ۔ مہمان خانے باغ گنبد اور کنویں۔ مزید استفسار پہ بادشاہ سلامت کو یہ بھی بتلایا۔ کہا۔ کہ حضرت وحش و طیور۔ جانوران دریائی و صحرائی کی پرورش بھی کرتے ہیں آپ کے آہوبان خانو نے کہا حضرت ایک خدا پرست فقیر ہیں۔ اور بس۔

جہانگیر نے حضرت کو بلانے کے واسطے گرز بردار بھیجے۔ آپ نے فرمان شاہی کو سر پہ رکھا۔ اور مہمانوں کے کھانے دانے کا بندوبست کر کے ساری رات عبادت میں بسر کی۔ صبح کو مع خادمان شاہی کے روانہ ہوئے۔

شاہدرہ میں آپ نے گھی میدہ اور شکر لے کر روٹی تیار کرائی اور سرخ رومال میں باندھ کر تبرک جہانگیر کے آگے رکھا۔

نورجہاں اور جہانگیر بادشاہ حضرت شاہ دولہ سے بڑے متاثر ہوئے۔ آپ نے کہا کہ نہ کیمیا کی خبر رکھتا ہوں۔ نہ میرے پاس پارس ہے۔

جہانگیر کے دل میں وسواس تھا۔ کہ شاہ دولہ کی طرح کے صاحب اثر و نفوذ شورش برپا کروا سکتے ہیں۔ اس نے زہر آلود خلعت لانے کا حکم دیا۔ آپ نے

خلعت پہنا۔ مگر زہر کا کوئی اثر نہ ہوا۔ دوسرا خلعت سبز رنگ تیز زہر والا لایا گیا آپ نے مرشد سید اسرمست کا خیال دل میں کیا۔ وہ تشریف لائے اور تسلی دی۔ ایک ساعت بعد جب زہر کا اثر نہ ہوا۔ بادشاہ نے اشارہ کیا کہ زہر ہلاہل کا پیالہ تیار کریں۔ اسی دم تخت شاہی زلزلہ میں آیا اور محل ہلنے لگا۔ اور ہر طرف فقیر سلاح پوش نظر آنے لگے۔ بادشاہ بہت ڈرا نور جہاں نے کہا فقیر بڑا قوت والا ہے۔ اس سے چھیڑ اچھی نہیں۔ بادشاہ نے اور خلعت سرخ رنگ لانے کا حکم دیا۔ آپ نے فرمایا پرانے فقیر سرخ رنگ پہنتے تھے مجھے جوڑا سبز ملا ہے۔ اور ہمیں یہی رنگ پسند ہے۔ بادشاہ چپ رہا۔ زر نقد اس نے نذر کیا۔ آپ نے سب وہیں ملازمان شاہی میں لٹا دیا۔ بادشاہ نے پانچ ہزار بیگھہ زمین وغلہ معافی دینی چاہی۔ آپ نے کہا تمہارا نذرانہ مجھے مل گیا۔ جب ضرورت ہوگی مانگ لوں گا۔ اور بادشاہ حضرت سے مجھے مو

—— (۱۴) ——

اورنگ زیب نے تخت پر جلوس فرمایا۔ اور سارے درویشوں کو بلایا کہ ان کے درجات آزمائش میں ڈال کر معلوم کرے۔ نواب ابراہیم نے رائے بندرابن کو لکھا کہ شاہ دولہ کو روانہ کرے۔ وہ حضرت کا ارادت مند تھا۔ آپ سے کیسے کہتا دوسری طرف شاہی عتاب کا ڈر تھا۔ ہر کرن کو وال خدمت میں آیا۔ آپ نے عندیہ معلوم کر کے کہا جو کہنا ہے بے خوف کہو۔ میں خدا و رسول کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔

آپ آمادہ سفر ہوئے۔ موضع کلیاں میں مقام تھا۔ کہ آدھی رات شور اٹھا جب حضرت نے پوچھا تو کہا بابا امام صاحب نے فوج مدد کے لیے بھیجی ہے بیتاب ہے

کر کے آپ منزل منزل شاہدرہ آئے راہ میں ہر مقام پر ہجوم خلائق نذر و نیاز پیش خدمت کرتا تھا۔ آپ سب بانٹ دیتے تھے۔

فقرا آپ کو دیکھ کر خوش ہوئے سمجھے کہ اب ساری بلا ٹلی۔

بادشاہ دستر خوان پر کھانا کھاتا تھا۔ آپ کرامت کے ذریعہ وہیں پہنچے۔ اور ساتھ شریک ہو گئے۔ بختاور خواجہ اور ماہ بانو کنیز نے کہا یہ وسب مبارک شاہ دولہ کا ہے صرف ہاتھ جو نظر آرہا تھا۔ مرضعیت کا تھا جس کی بڑی انگلی غائب تھی۔ بادشاہ نے درخواست کی۔ آپ جمال ظاہری سے مسرور کریں۔ آپ سامنے آگئے۔

نواب صاحب کو حکم ملا کہ فقرا کا سب کام حضرت کی مرضی کے مطابق نپٹایا جائے۔ آپ نے سب فقیروں کو چھٹکارا دلوایا۔ اور گھروں کو پہنچایا۔ اور پھر گجرات تشریف لائے

— (۱۵) —

جوہرمل ہندو سرہند والا خادم حضرت کا تھا۔ ایران میں مسلمان ہوا اور درجہ وزارت تک پہنچا۔ اس نے حضرت کی نذر و نیاز ایک جلودار کے ہاتھ بھیجی۔

اس وقت ایک شخص محمد اسلم جو حضور کی دعا سے پنج ہزاری کے مرتبہ تک پہنچا تھا۔ طالب دعا تھا۔ کہ وہ چارپائی پر ایڑیاں رگڑ کر نہ مرے۔ بلکہ میدان جنگ مثل بہادران۔ آپ نے دعا دی۔

جلودار جہلم پر تھا۔ آپ نے کرامت سے اسے گجرات بلوایا۔ اس نے سُنا۔ کہ وہ گجرات میں ہے۔ تو اس کی حیرت کا ٹھکانا نہ رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ کہ آخر یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔ اس نے نذر پیش خدمت رکھی۔ اور دریافت

کیا یا حضرت ابھی میں جہلم تھا۔ ابھی گجرات کیسے آیا۔ آپ نے شیرینی سے اس کا منہ بند کر دیا۔ اور کہا راز درویش فاش نہیں کرتے ہیں۔

(۱۶)

جھنڈ چوہڑ مل دڈیرا کے گھر لڑکا ہوا۔ مگر ماں کا دودھ خشک ہو گیا۔ جھنڈ تلاش شیر دار کا وعدہ کر کے حضرت کی خدمت میں آیا۔ اسی وقت خدمت اقدس میں ایک شخص کابل سے آیا۔ ناشپاتی۔ انار جلال آبادی اور سفید زیرہ اس نے نذر کیا۔ آپ نے جھنڈ کو یہ سب بخش دیا۔ کہا فقیروں کی آزمائش اچھی نہیں۔ بیوی کو جاکر یہ کھلاؤ۔ شیر زیادہ ہوگا۔

(۱۷)

حضرت سید امر مست کی حضوری کے زمانہ میں آپ حسب حکم مسجدوں میں پانی بھرتے تھے۔ مرشد نے فرمایا۔ بازید کی حویلی شروع ہوئی ہے۔ وہاں جاکر مزدوری کرو۔ شیخ نے ہر مزدور کو جدا جدا کام پر لگایا۔ اور شام کو پیمائش کام کر کے مزدوری دینے لگا۔ حضرت کے کام کی پیمائش ۲۱ عصا لمبائی اور ایک اونچائی ہوئی۔ وہ سمجھا یہ کام موکلوں کا ہے۔ کہنے لگا۔ حضرت آپ کی دعا سے عمارت بن جاتی ہے۔ آپ مزدوری کے لئے آکر گناہ گار نہ کریں۔ پھر اس نے ٹنکہ سرخ کی تھیلی نذر کی جسے آپ نے لاکر مرشد کی خدمت میں پیش کیا۔

مرشد نے فرمایا اب مشک اور ڈول لے کر شہر میں آب رسانی کا کام کرو۔ آپ مسجدوں اور سارے گھروں میں پانی بھرتے تھے۔ آپ کی کرامت سے رات کو دروازے کھل جاتے اور برتن بھر جاتے۔ لوگوں کو خبر ہوئی تو نذریں آنے لگیں

یہاں تک کہ رستے بند ہوئے۔

حضرت سید اسد مست نے پھر حضرت کو خدمت میں بلا لیا۔ ہر وقت دو زانو سامنے بیٹھے رہتے تھے۔

(۱۸)

ایک شخص نے آپ سے کہا آج شبرات جوگیاں ہے۔ آپ سجادہ پر بیٹھے تھے۔ اسی طرح مراقبہ میں کرامت سے ٹلہ جوگیاں جا پہنچے اور سبز رنگ کا دھاگا باندھا۔ اہل محفل آپ کو وہیں دیکھ رہے تھے۔ جب ایک جوگی آیا تو کہنے لگا حضرت آپ ٹلہ سے کب آئے۔ سبھوں نے کہا حضرت یہیں تھے۔ اس نے کہا کہ انہیں ساری دنیا نے وہیں دیکھا ہے۔

(۱۹)

ملا کی مسجد خام تھی۔ اس نے سوچا شاہ دولہ پل بنواتے ہیں۔ تالاب مسجدیں بنواتے ہیں ولی اللہ کامل ہیں۔ تو بلا کر مسجد پکی کروائیں گے۔ دو تین روز اسی خیال میں رہا۔ اور خدا سے دعائیں کرتا رہا۔ آپ مسجد میں تشریف لائے۔ اور کہا اتنا متفکر کیوں ہے۔ کسی آدمی کے زبانی پیغام بھیج دیا ہوتا۔ وہ حیران رہ گیا۔

(۲۰)

حضرت سید اسد مست کے مکان میں کنواں خس و خار سے پُر تھا۔ آپ نے شاہ دولہ سے کہا کہ اسے صاف کرو۔ آپ نے ماناکھوکھر کو ساتھ لیا۔ اسے کہا۔ اندر اتر۔ مگر وہ ڈر کے مارے راضی نہ ہوا۔ آپ کنوئیں میں اترے اور اسے بلایا۔ اس نے دیکھا کہ کنوئیں کی گہرائی کے مطابق آپ کا قد پچاس گز ہو گیا ہے۔ فرمایا مجھے

ٹوکرا بھر بھر کر دے۔ باہر ڈالتا جاؤں گا۔ پوچھا کیا آپ دیو پری ہیں کہا میں ہی مسکین فقیر ہوں۔

صبح تک کنواں صاف کر دیا۔ اور کھاری پانی کی بجائے میٹھا پانی آنے لگا۔ آپ نے ایک کوزہ آب حضرت مرشد کی خدمت میں پیش کیا۔ فرمایا واہ واہ کیا خوش مزہ پانی ہے کسی دریا کا پانی ایسا نہ ہوگا۔ اس کو آب کوثر یا زمزم کہنا چاہیئے۔ رحمت ہو تجھ پر اے سخی شاہ دولہ دریائی یہ خطاب تیرے لائق ہے۔

حسب حکم مرشد، شاہ دولہ نے ایک کوزہ آب بایزید کو پیش کیا۔ کہا واہ تیری مردانگی صرف راتوں رات آب شور کو بند کر کے آب شیریں جاری کر دیا۔ "تحقیق تو شاہ دولہ "دریائی" ہے

—— (۲۱) ——

سید احمد فوجدار معتقد آپ کا تھا اس کی تنزلی عہدہ ہوا۔ آپ سے طالب دعا ہوا۔ آپ نے فرمایا خوف نہ کرو بحکم خدا اور برکت امام صاحب سے بحال ہو جاؤ گے۔ فوجدار کا پروانہ تنزلی جب بھی سعید خاں ناظم کابل کے روبرو رکھا جاتا۔ پروانہ بحالی بن جاتا۔ پروانہ کی نقل میں بھی مضمون بدل جاتا تھا کسی نے بتلایا کہ سید احمد معتقد شاہ دولہ ہے۔ نواب صاحب نے پروانہ بحالی لکھوایا اور فوجدار کے پاس بھجوا دیا۔

—— (۲۲) ——

مہابت خاں[۱] صوبیدار کابل گجرات سے گزرتے ہوئے زیارت حضرت

---

[۱] نواب مہابت خاں ترجمہ پیر بخش شاہ میں ہے۔ ۱۲ نسیم

کے واسطے حاضر ہوا۔ اور خواہش کی۔ کہ انگور تازہ ملیں تو معتقد کرامت ہو۔ وہ آپ کی محفل میں در آیا۔ آپ تواضع سے پیش آئے۔ اس نے دیکھا دیں یا دو شیر بغل سے حضرت کے نکل کر غرّانے لگے۔ آپ نے انہیں اشارہ کیا۔ آپ نے پھر فقیر توشگی سے کہا میوہ جات شہر کابل لا کر سامنے نواب صاحب کے رکھو۔ مہابت خاں نے بڑی معافی مانگی اور بھاری نذر دی۔

— (۲۳) —

مہابت خاں صوبہ کابل سے تبدیل ہو کر بھاری نذرانہ لے کر حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے وقت رخصت دو تھان سوئی دھاگہ، دو مشک نافہ و عنبر در رضائیاں عطا کیں۔ رخصت ہو کر مہابت خاں پہلی منزل پر آیا۔ وہیں حضرت تشریف لائے فرمایا میرا دل چاہتا تھا۔ کہ تمہیں ایک بار پھر دیکھ لوں۔ مہابت خاں سمجھ گیا۔ کہ میرا وقت قریب ہے۔ آپ امین آباد تک اسے کھانا اور تبرک بھیجتے رہے۔ پھر مہابت خاں امین آباد ہی میں مر گیا۔

حضرت نے اس کی فاتحہ دلوائی — اس کے مرنے کی خبر بعد میں آئی تھی۔

— (۲۴) —

قاضی رضی الدین نے خواب دیکھا کہ آسمان سے ایک گھوڑا اترا اور شاہ دولہ کو سوار کر کے جانب عرش اڑ گیا۔ قاضی صاحب حیران ہوئے۔ درگاہ میں حاضر ہوئے شاہ دولہ نے فرمایا تم ایک سوکھے گھوڑے کو دیکھ کر حیران ہو۔ مجھے تو خدا نے بہت گھوڑے دیے ہیں۔ ساتھ ہوتے تو معلوم ہوتا فقیر کہاں سے کہاں پہنچا ہے۔ بمکرر ارشاد فرمایا راز درویش فاش نہ کرنا۔

قاضی صاحب جانے کے لئے اُٹھے۔ تو کہا ابھی ٹھہر جاؤ معلوم نہیں۔ آج کی رات جانوروں پرندوں کا کیا حال ہوگا۔ اسی دم تیز ہوا چلی آندھی آئی خوب پانی برسا اور اولے بھی پڑے۔ جیسے بادل پھٹ گئے مطلع صاف ہوا۔ تو قاضی صاحب کو رخصت کیا۔

(۲۵)

قاضی رضی نے نالشی عرضی محمد شفیع کے خلاف صدارت پناہ میں گذاری وہ سُنکر پریشان حضرت کی خدمت میں آیا۔ آپ نے فرمایا۔ گھر جاؤ اور بچوں بیوی میں بیٹھو خدا سب ٹھیک کر دیگا۔ لوگ اسے ڈراتے رہے کہ روپوش ہو جائے۔ مگر اسے کرامت حضرت پر پورا بھروسہ تھا۔ پھر پانچ چھ روز کے بعد حکم بحالی اسے مل گیا۔

(۲۶)

ملّا محمد حکیم[1] نے خواب دیکھا۔ کہ دروازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر ہے۔ وہاں ایک جوگی داخلہ روک رہا تھا۔ اس نے تنگ کیا تو ملّا نے اسے ایک طمانچہ دے مارا۔ اور اندر تشریف لائے۔ دیکھا۔ کہ شاہ دولہ سرکار رسالت صلعم کو رومال ہلا رہے ہیں۔ آپ نے ملّا کی سفارش فرمائی اور حضرت نے نگاہ کرم سے سرفراز فرمایا۔ صبح خیال میں بڑا تعجب کرتے ہوئے درگاہ میں آئے تو سندر ناتھ جوگی بھی آیا جس کا منہ ورم کر گیا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ تم نے بیگناہ اسے طمانچہ مارا۔ فقرا سے یہ سلوک مت کرو۔ اور نہ ان کا راز فاش کرو۔

---

[1] یہ عبد الحکیم سیالکوٹی۔ مجدد الف ثانی اور سعد اللہ نواب وزیر کے ہم سبق ہیں۔ ۱۲۰ - نسیم

(۲۷)

آپ ڈیک کا پُل بنوا رہے تھے۔ شیر گڑھ کا نمبر دار روغنی روٹی کا نذرانہ لایا اور عرض کی حضرت سرکار سے ضبطی زمین و جائیداد کا حکم ہے اور حکم بردار سختی کرتا ہے۔ آپ نے کہا روٹی طبق میں رکھو اور تمہارا مدعا خدا اور برکت امام سے حاصل ہو گا۔

ضبطی جائیداد کے بعد وہ شخص چلا گیا۔ مگر تشخیص کے وقت چار گاؤں جمع میں نہیں آتے تھے۔ بار بار میزان میں چار گاؤں شامل نہیں ہوتے تھے۔ ان کی حیرانی پر کہا حضرت شاہ دولہ نے فرمایا تھا۔ کہ تیری جائیداد شمار میں نہیں آئے گی۔ آخر اس کی زمین واگزار کر دی گئی۔

(۲۸)

حضرت سید اسر مست کا وقت اخیر تھا۔ کہا کوئی حاضر ہے۔ فرمایا حضرت دولہ حاضر ہے۔ حضرت نے شاہ دولہ کو منگھو پیر کے پاس بھیجا کہ پیغام دو ہم یاد کرتے ہیں کئی بار اسے بلایا مگر اس نے کہا رات کا وقت نا وقت ہے صبح کو آؤں گا۔

سید اسر مست نے آخری بار پکارا۔ حضرت نے پھر کہا دولا حاضر ہے فرمایا ہر کرا خواہد بدہد مولا۔ آپ نے گدڑی حضرت شاہ دولہ کو بخشی اور فرمایا اس میں دنیا اور عقبیٰ ہے۔

کہا حضرت یہ گدڑی مجھ سے منگھو پیر چھین لے گا۔ کہا جب وہ آکر طلب کرے تو اسے زمین پر پھینک دینا اور جو اس گدڑی کو اٹھا لے گا۔ یہ اسی کی ہے

صبح کو وفات مرشد کی خبر ہوئی۔ پیر منگو اور دوسرے آدمی جمع ہوئے۔ اور گدڑی کا جھگڑا اٹھ کھڑا ہو گیا حضرت شاہ دولہ نے گدڑی زمین پر رکھ دی۔ اور کہا جس میں زور ہے اسے اٹھا لے گا سب نے زور لگایا۔ مگر کوئی گدڑی نہ اٹھا سکا۔ پھر حضرت نے اسے ایک ہاتھ میں اٹھا لیا۔ اور جھاڑ کر دوش مبارک پر رکھا۔

آپ شہر سے باہر ایک غار میں آ بیٹھے اور یاد الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ ایک ماہ تک آپ بے خور و خواب رہے۔

شنکر چنے والا ادھر سے گزرا آپ نے اسے آواز دی۔ اور گدڑی تلے سے دو ہاتھوں میں روپے بھر کر اسے دیئے کہا آج سے تم ہمارے مودی راز ہمارا فاش نہ کرنا۔ سبز ساگ اور نان فی الحال پکا لاؤ۔ اور آپ نے افطار کیا۔

اور پھر یوں ہوا کہ ایک سوداگر کا جہاز طوفان میں آیا۔ اس نے ۵ ہزار ۵ سو روپیہ منت سید اسرمست کی مانی اسے بشارت ہوئی وہ روپیہ شاہ دولہ کو دے وہ حضرت کی تلاش میں نکلا شنکر آپ کی اجازت سے خدمت میں لایا اس نے دیکھا۔ کہ حضرت خواب میں ہیں۔ نور آپ کے چہرے سے مثل آفتاب پھوٹ رہا ہے۔ اور ایک سیاہ سانپ نے آپ کے منہ پر سایہ کر رکھا ہے۔

دونوں نے انتظار کیا۔ آپ بیدار ہوئے تو اجازت دی۔ نذر قبول کی اور اسے تبرک دے کر رخصت فرمایا۔ پھر آپ نے وہ سارا نقد و جنس منگو پیر کے قدموں میں ڈال دیا۔ اور وہ راضی ہو گیا۔

پھر خزانہ غیب سے دولت لے کر آپ نے مرشد کے مرقد۔ گنبد و چاہ قبور امام صاحبان اور شہداء پر صرف کی۔

(۲۹)

ایک شخص شمشیر بکف ارادہ قتل سے آیا۔ ہاتھ اٹھایا تو اٹھا رہ گیا۔ لوگ خوف زدہ ہو گئے دو تین راجپوت مریدوں نے کہا اجازت ہو تو اسے قتل کر دیں۔ فرمایا نہیں جیسا یہ کرے گا ویسا ہی پا دے گا۔ ایک ساعت بعد اس نے تلوار اپنے شانہ پر ماری اور بازو کاٹ لیا۔ لوگ اسے سنگسار کرنے کے درپے ہوئے مگر آپ نے منع فرمایا۔ وہ تکیہ سے نکلا تو اسے لوگوں نے مار ڈالا اور لاش اس کی گڑھے میں ڈال کر خس و خاشاک سے ڈھانپ دی۔

(۳۰)

ایک شخص خیلا وڈیرا سیالکوٹی دو سو روپیہ نذر خدمت اقدس میں لایا۔ آپ اس وقت تعمیر چاہ میں مصروف تھے۔ آپ نے اسے فرزند نرینہ کی بشارت دی۔ اس کے گھر بیٹا پیدا ہوا۔

(۳۱)

مقیم خاں احدی شادی فرزند کے لئے لاہور جا رہا تھا۔ آپ اس وقت پل ڈیک نالہ کی تعمیر میں مصروف تھے ہمراہیوں نے کہا۔ آپ کی زیارت بھی کرتے چلیں۔ اس نے پیچھے ہرنیوں کے بڑے خوبصورت چرتے دیکھے۔ اور ان کے پیچھے اس نے گھوڑا ڈالا۔ اچانک وہ گھوڑے سے گر پڑا۔ اور اس کا سر پھٹ گیا۔

اس نے تلوار نکالی اور کہا مجھے فوراً حضرت شاہ دولہ کے پاس لے چلو۔ میں تندرست ہو گیا۔ تو بہتر ورنہ آپ کو مار دوں گا اور خود بھی مر جاؤں گا۔ حضرت نے فرمایا تو نے ہرنیوں کے مارنے کا ارادہ کیا۔ اور کچھ اندیشہ نہ کر۔ آپ نے اس کے منہ

میں شکر ڈال دی۔ اور کہا گھر لوٹ جا سب ٹھیک ہو جائیگا۔ منہ میں شیرینی ڈالی تو فوراً درد میں کمی ہوئی۔ سویا تو خواب دیکھا۔ کہ ایک فقیر ایک لکڑی لیئے آیا ہے اور کہتا ہے اسے رگڑ کر زخم پر لگاؤ۔ خواب میں اس نے ایسا ہی کیا۔ اور تمام زخم بھر گئے بیدار ہوا تو لوگوں نے حیرانی سے پوچھا اس نے کہا "فضل مولا کرم شاہ دولا"

— (۳۲) —

حضرت سید اسر مست فرماتے تھے۔ کہ شاہ دولہ ساری دنیا میں مشہور ہو گا۔ ساری عمر خزانہ غیب سے خرچ کرے گا۔ اس کے در پر گھوڑے پالکی گھر میں غلام باندیاں رہیں گی۔ لنگر جاری رہے گا۔ اور غریب غربا پکائیں گے جس طرح مرشد نے فرمایا ظہور میں آیا۔

— (۳۳) —

شاہجہان نے کشمیر جاتے ہوئے نالہ ڈیک کے کنارے قیام فرمایا۔ پانی گہرا تھا۔ پار کرتے ہوئے اسباب اور باربرداری کے جانور، عطر خانہ نوری بیگم اور کچھ اسباب داراشکوہ بہہ گیا۔ بادشاہ نے بدیع الزمان فوجدار کو طلب کیا۔ اور حکم دیا۔ اس کی واپسی تک نالہ پر پکا پل بن جائے تاکہ سب کو آرام رہے۔ اس نے کاریگروں کو حکم دیا۔ ہزار روپیہ خرچ کیا۔ مگر ایک اینٹ بھی پکی نہ نکلی کئی بار پژاوہ چالو کیا مگر بے کار۔ اس نے کمہاروں کو قید کر دیا۔ بادشاہ نے پل بنانے کا دوبارہ حکم دیا۔ اسی دوران میں کسی آدمی نے کہا کہ سوائے حضرت شاہ دولہ کے کوئی پل اس جگہ نہیں بنا سکتا۔ بادشاہ نے سلام بھیجا اور پالکی معہ آٹھ کہاروں کے بھیجی۔ تاکہ آپ کو بادشاہ کے پاس لائیں۔ انہوں نے کہا حضرت پالکی کس قدر خوب صورت ہے۔ پھر آپ کو

بٹھا کر جلدی جلدی لے چلے۔ پوچھا کہاں جاتے ہو۔ کہا بادشاہ نے ڈیک پل بنوانے کے لئے آپ کو بلوایا ہے۔ فرمایا۔ درویشوں سے دغا بازی اچھی نہیں۔ ہمیں حکم دیں پہنچا دیتے۔ پھر آپ نے ہزاروں کمہار قید و بند میں دیکھے اور حاکم سے ان کی سفارش کی میرزا رضا مند ہو گیا۔ آپ نے ان سے فرمایا تم مٹی ساری صاف کر کے چلے جاؤ۔ پھر آپ نے حکم دیا مسالہ چونا وغیرہ تیار کریں۔ اور پرانی عمارتوں سے اینٹیں نکلوا کر پل کی تعمیر کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس جگہ دیو رہتے تھے جو پل ٹھہرنے نہیں دیتے تھے شاہ دولہ نے انہیں بلوایا اور فرمایا یہ جگہ چھوڑ جاؤ۔ انہوں نے کہا ایک بیلو بھٹی کا لڑکا دس بکرے۔ دس من کھانا ہم روز کھاتے ہیں۔ آپ نے انہیں پکڑ کر ہنڈیا دولی کے نیچے رکھ دیا۔ اور مٹی میں دبا دیا۔ ایک شخص بطور خدمت اقدس میں آیا۔ جواب سلام کے بعد آپ نے فرمایا۔ کہ نیچے جا کر جو مسالہ چونہ تجھ پر پہنچے اسے لگا کر دیواروں کو مضبوط کرو۔ اس طرح پانی میں دیواریں اٹھیں۔ اور تعمیر شروع ہوئی۔ زیر زمین ایک چبوترہ آپ نے دریافت فرمایا جس میں دس دس بیس بیس سیر کی اینٹیں تھیں انہیں کھدوا کر آپ نے اس کار خیر میں لگوایا۔

ہنسارہ زمیندار نے آپ کو پیغام زبانی بھیجا کہ تعمیر پل بند کر دیں۔ جو لوگ گزرتے تھے۔ وہ ان سے محصول وصول کرتا تھا۔ پل سے اسے آمدنی بند ہو جانے کا خطرہ تھا آپ نے بند لگا کر پانی روکا تھا اس نے سوچا رات کو پانی توڑ دیا جائے جس سے فقیر اور مزدور سب مر جائیں گے۔ آپ نے کرامت سے اس کی ناسد نیت کو پا لیا۔ اور اپنے ایک مرید کو پہرہ پر مقرر کیا۔ فرمایا آج رات حضرت خضر علیہ السلام اطلاع پہنچائیں گے اسی وقت سب فقیروں کو خبردار کر دینا۔ آپ نے زمیندار کو کہلا بھیجا کہ یہ کار خیر

ہے اس سے منع کرنا اچھا نہیں ہے۔ رات کو اس بدبخت نے پانی توڑ دیا۔ اور پہرہ دار نے عین وقت پر سب کو خبردار کر دیا چنانچہ بھی سلامت رہے۔ صبح کو وہ بہت شرمندہ ہوا۔ پھر ایک درویش نے شکار میں جا کر بادشاہ سے شکایت کی۔ بادشاہ نے فقیر کی شکر سے تواضع کی۔ اور سات گاؤں اس پل کے آس پاس وقف و معافی عطا کئے۔ بادشاہ نے گزر پردار بھیجے اور حوری بیگم نے چودہ ہزار روپیہ شاہ دولہ نے رقم واپس کی فرمایا بیٹیوں کا مال حرام ہوتا ہے۔ خدا کارساز ہے سب سامان سنوار دے گا۔

بدیع الزمان نے سنا آپ نے رقم واپس کر دی ہے وہ ایسا خیال بھی نہ کر سکتا تھا۔ اسے ناگوار ہوا۔ اس نے کہا تم پل کیسے بنواؤ گے۔ خواہ مخواہ کا شور مچا رکھا ہے آپ نے فرمایا اے بے انصاف میں نے خواب و خور حرام کر دیا ہے۔ اس پل کو سوائے تیرے سب دیکھیں گے۔ اسی روز وزیرآباد کے مقام پر شیخ عارف نے اسے ہلاک کر دیا۔ اور خود بھی مارا گیا۔ حضرت نے فرمایا کنس کو کنہیّا نے مارا۔ اور خود بھی مر گیا۔

— ۳۴ —

جیونی میرپور والی کا بیٹا پردیس چلا گیا۔ اور اس کی خبر نہ آئی۔ وہ حاضر خدمت ہو کر طالب دعا ہوئی۔ اگر بچہ زندہ ہو تو واپس آ جائے۔ آپ نے فرمایا۔ بچہ تیرا زندہ ہے ایک سال اسی طرح روتے دھوتے گزرا۔ بچہ نے شادی کر لی۔ تو آپ نے اسے خبر دی اس نے کہا حضور اس سے میری ملاقات کروائیں۔ حضرت نے موکلوں کو حکم دیا۔ اور وہ اسے لے آئے۔ لباس زعفرانی پہنے ہوئے۔ اور سہرا باندھے ہوئے ہتھیار لگائے ہوئے۔ وہ اسے پہچان کر خوش ہوئی اور اسے گھر لے آئی۔ وہ خود حیران تھا ایک پل میں کہاں سے کہاں آیا۔

(۳۵)

مسماۃ اردری حضرت کی مریدتھی۔ اس نے بیٹے کا ناطہ ایک جگہ طے کر دیا۔ مگر وہ ملتان چلا گیا۔ لڑکی والوں نے چاہا کہ رشتہ کسی اور جگہ کر دیں۔ اس نے حضرت سے درخواست کی۔ کہ برائے کرم اس کی مدد کریں۔ آپ نے فرمایا تم جاکر شادی کی تاریخ مقرر کر دو۔ چنانچہ اسی تاریخ پر اس کا بیٹا گھر پہنچ گیا۔

(۳۶)

ملہب رائے کو آپ سدالبنت کہتے تھے۔ وہ شہزادہ داراشکوہ کا وکیل تھا وہ نذر و نیاز لے کر حاضر خدمت ہوا اور طالب دعا۔ کہ دلّی کا تخت و تاج اسے عطا فرمائیں۔ آپ نے ایک ساعت توقف فرمایا۔ اور کہا تخت و تاج جس کا حق ہے اسی کو ملے گا۔ اس نے بہ تکرار کہا حضور وہ آپ کا مرید خاص ہے۔ مگر آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ نہ اس کے لئے دعا فرمائی۔ آخر کار تخت و تاج اورنگ زیب عالمگیر کو ملا

(۳۷)

بادشاہ اورنگ زیب حسن ابدال جاتے ہوئے گجرات اترا۔ شہزادہ عالی قدر بہادر شاہ ساتھ تھا۔ وہ زیارت شاہ دولہ کا طالب ہوا۔ میرزا قاضی نذر و نیاز لیکر حاضر ہوا۔ اور شہزادہ کا پیغام پیر بھاون شاہ کے ذریعے دیا۔ آپ نے منظور فرمایا بھاون شاہ کو آپ نے باہر بٹھلایا اور خود اندرون خانہ تشریف لائے۔ شہزادہ تعظیم تکریم بجالایا۔ آپ نے کہا تم تخت پر قائم رہو۔ شہزادہ قدمبوس ہوا کہا حضور آرزو تھی کہ زبان مبارک سے الہام ہو۔ آپ نے فرمایا۔ بار دگر جب واپس آؤ گے۔ تو تاج و تخت تمہیں ملے گا۔ شہزادے نے نذر گزرانی اور رخصت کیا۔

وہ حضرت کا ہاتھ پکڑے باہر آیا۔ تو بہادر شاہ نے ہاتھ حضرت کا چھڑا دیا
کہا یہ خوشامد ہے۔ بہادر شاہ کو غصہ آیا میرزا قاضی نے سمجھایا۔ تو دونوں حیران ہو گئے
کہ ایک دوسرے کو نہ پہچانا۔ بہادر شاہ نے بھی شہزادے کو دعا دی۔ کہ یہ تخت
تیرے نصیب رہے۔ بہادر شاہ ملک کابل فتح کر کے لوٹا تو اورنگ زیب کا
انتقال ہوا اور تخت اسے ملا۔

(۳۸)

موضع کلا چور میں کام شروع ہوا تھا۔ اور ایک پرانی عمارت سے شاہ دولہ
اینٹیں نکلوا رہے تھے۔ اتنے میں ایک دروازہ نکلا۔ بیلدار آگے بڑھا تو اندر بیٹھے
ہوئے خضر صورت بزرگ نے اسے طمانچہ مارا جس سے وہیں مر گیا۔ فرمایا اے دولہ
یہ کیا ہنگامہ ہے کہ ہمیں آرام سے بیٹھنے نہیں دیتا۔ آپ نے مٹی ڈلوا کر دروازہ بند کروا
دیا۔ اور زمین ہموار کر دی۔ دوسری جگہ کھودا تو دیگ اشرفیوں سے پُر نکلی آپ نے
اسے بھی دبوا دیا۔ آپ موضع نوگراں والے میں اینٹیں نکلوانے لگے ہر جگہ دیگیں
اشرفیوں سے پُر نکلیں۔ مگر آپ نے سب کو دفن کرا دیا۔ مزدوروں نے جب یہ غیب
کے خزانے آنکھوں سے دیکھے تو وہ رات کے وقت دیگیں نکلوانے آئے۔ مگر کوئی
نشان نہ ملا۔ مٹی ڈال کر واپس آ گئے۔ اگلے دن مزدوری دیتے وقت حضرت
شاہ دولہ نے انہیں دوہری مزدوری دی۔ پوچھا تو کہا۔ یہ ساری رات بھی محنت
مزدوری کرتے رہے ہیں۔

(۳۹)

بلھب رائے حضور کا خاص مرید تھا۔ اور ایک بالک قانون گو سے محبت

کرتا تھا۔ باپ کی وفات پہ نانک ہڈیاں اس کی لیکر گنگا جی گیا۔ اور بلحبب رائے ہجر میں پیچ وتاب کھانے لگا۔ اس وقت آپ ڈیک نالے پر پل بنانے میں مصروف تھے۔ پوچھا پریشانی کیوں ہے اس نے کہا مرشد آج بیساکھی ہے۔ اور کل کے دن اسوقت گنگا جی میں اشنان ہوں گے۔ آپ نے کہا تیرا جی چاہے تو گنگا جی یہیں سے تماشا کرلے۔ اس نے غوطہ لگایا۔ تو لب گنگا نکلا سیر وتماشا کیا۔ دوستوں سے ملا محبوب کو دیکھا ظہر کے وقت اس نے پھر غوطہ لگایا۔ تو ڈیک نالہ میں تھا۔ پوچھا کہو اشنان ہوئے بکرر ارشاد کیا راز درویش فاش نہ کرنا۔

(۴۰)

شاہ دولہ سہ پہر کو سردائی پیتے تھے۔ لوگ سمجھتے تھے "بوٹی" میراں محمد قاضی اور دوسرے علما میراں فاضل کے پاس آئے کہ جمع ہو کر جائیں اور آپ کو منع کریں آپ کو ان کے رشک و حسد کی خبر تھی "تاہم آپ نے فقیر مسکین شاہ کو فرمایا صراحی ہماری لاؤ۔ ہم نوش کریں۔ سید قاضی امام فاضل جمع ہوں گے۔ اور ہمارا وقت ضائع ہوگا۔ بہرحال تبرک تیار رکھو۔ آپ نے نصف صراحی نوش فرمائی تھی۔ کہ وہ آن پہنچے آپ نے صراحی فقیر کو تھما دی۔ قاضی میراں نے صراحی اسکے ہاتھ سے لے لی۔ انہوں نے پیالہ میں انڈیلا تو دودھ خالص گائے کا تھا۔ سب شرمندہ ہوئے۔

(۴۱)

سیالکوٹ میں مولوی شمس الدین معہ فرزند مولوی محمد حکیم زیارت کے واسطے آئے فرمایا۔ اے مولوی صاحب یہ فرزند آپ کا مقرب بادشاہ ہوگا۔ درجہ بلند پائے گا۔ مگر ہمارے ساتھ حسد رکھے گا۔ مولوی شمس دین نے معذرت کی۔ اور اصرار کیے

ساتھ طالب دعا ہوئے۔ اور آپ نے اسے دعا دی۔

مولوی محمد حکیم بادشاہ کی ملازمت میں بلند درجہ پر پہنچا۔ حضرت اسوقت گجرات میں تھے۔ اس نے پختہ دیوار سے تکیہ حضرت کا رستہ روک دیا۔ آپ نے پیغام دیا کہ حسد و عداوت واجب نہیں۔ دل میں سوچ لو۔ اور ہوشیار رہو۔ مولوی صاحب نہ مانے نشہ دولت میں فرمایا شاہ دولہ دیوانہ ہے اور دوسرے الفاظ نامناسب کہے آپ نے فرمایا۔ اس نے حد کر دی ہے۔ — تھوڑے دن گزرے تھے کہ حکم بادشاہی معزولی اور ضبطی جائیداد کا پہنچا گرز بردار آئے۔ اور سب مال و اسباب یک قلم لے لیا۔ اہل و عیال نان شبینہ کو محتاج ہوئے۔ آخر کار مولوی صاحب حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے معذرت قبول فرمائی۔ اور اسے دربار روانہ کیا۔ وہاں نواب سعداللہ خاں نے مولوی صاحب کی دستگیری کی۔ بادشاہ نے سب مال و اسباب واگذار کر دیا۔ یہ کرامت دیکھ کر مولوی شمس دین اور مولوی محمد حکیم معتقد ہوئے

— (۴۲) —

دیوا بٹالہ کی ایک قوم گجرات کے باشندوں کو بہت ستاتی تھی۔ اہالیان شہر اور رائے بندرابن نے حضور کے پاس شکایت کی۔ آپ نے سر جھکا لیا۔ پھر فرمایا فکر نہ کرو۔ سب خیریت ہے۔ اب کسی کو ادھر آنے کی جرات نہ ہوگی۔ آپ نے ہاتھ کی لکڑی لے کر شہر کے گرداگرد حلقہ کھینچ دیا۔ رائے بندرابن نے مطمئن ہو کر، قطب الدین سے کہا کہ اگر وہ ادھر آئیں تو انہیں قرار واقعی سزا دیں۔ وہ لشکر لیکر ان پر چڑھ دوڑا۔ جنگ میں دشمن نے دیکھا ایک شخص سبز پیراہن سبز ٹوپی پہنے عصا ہاتھ میں لئے آگے آتا ہے۔ دشمن کی فوج پریشان ہوگئی۔ سردار نے سمجھا کہ

یہ شخص شاہ دولہ گجرات شہر کا شاہ ولایت ہے پس اس کی فوج بھی گجرات پر چڑھائی سے باز رہی۔

(۲۴)

شاہ دولہ سیالکوٹ میں تھے پیر زودہ حقانی جنہیں پیر مردان کہتے تھے چار ہزار ملنگوں سمیت موضع رود رس میں شب باش ہُوا۔ اس نے مریدوں سے کہا شاہ دولہ کو بلاؤ۔ وہ آئے۔ اور آپ کو پکڑ کر لے چلے۔ آپ نے کہا رات کا نا وقت ہے صبح میں خود تمہارے پیر کی خدمت میں چلوں گا۔ وہ نہ مانے۔

اتفاقاً زمیندار قید حاکم سے فرار ہوا تھا۔ اور بادشاہ کے ملازم اسے ڈھونڈ رہے تھے۔ انہوں نے فقیروں کو زمیندار کے آدمی جان کر گرفتار کر لیا اور شاہ دولہ کو بعد سلام رخصت کیا۔ صبح کو آپ نے انہیں نجات دلوائی۔ پیر حقانی نے سُنا تو انہیں سخت غصہ آیا مریدوں سے کہا خاص شاہ دولہ کے ڈیرے چلو۔ وہ حضرت کے باغ میں آئے۔ انہوں نے میوہ جات کو خراب کر دیا۔ ہر جگہ دھواں لگا کر خوب شور و غل مچایا۔ آپ نے شنکر مودی کو بلایا۔ اور کہا میدہ روغن بھنگ تمباکو افیون پوست گھاس دانہ لکڑی پارچہ اور میوے باغ میں ڈھیر کر دو۔ تاکہ وہ استعمال کریں۔ ایک ہفتہ آپ نے انہیں مہمان رکھا۔

رخصت ہوئے تو آپ نے سب کو لنگوٹ بندھوائے اور ان کے پرانے لنگر لے کر آگ میں ڈال دیئے۔ صرف دو لنگر محفوظ رہے۔ آپ نے پیر حقانی سے کہا یہ دو لنگر صرف کام کے ہیں۔ باقی سب ناکارہ۔ صرف دو آدمیوں کو لیکر دنیا کی سیر ضروری نہیں مناسب ہے اپنے تکیہ میں چلے جاؤ۔

پیر حقانی رضامند ہوئے مگر انہوں نے شاہ دولہ سے وعدہ لیا۔ کہ آپ ان کے جنازے پر ضرور آئیں گے آپ نے کہا بھائی زبان سیف الرحمان ہے۔ اور آپ کی عمر کا پیالہ لبریز ہے۔ سیالکوٹ سے پیر حقانی رخصت ہو کر آئے۔ تو اسی دن جان بحق ہوئے حضرت ازروئے کرامت اسباب کفن دفن لے کر پہنچے اور بعد ازاں اس کی قبر پر مقبرہ بنوایا۔

(۴۴)

راجہ چینز اشیر وسر[1] راجوری کا راجہ دل سے عقیدت مند تھا۔ یہ خاندان لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ راجکماری بنام بائی پیدا ہوئی تو آپ نے براہ کشف معلوم کر کے بشارت دی۔ کہ اس دختر طالع مند کی جان ضائع نہ کریں۔ اس نے دو بار ارادہ قتل کیا۔ آپ نے پھر منع کیا۔ اور فرمایا اسی کی بدولت مرتبہ عالیہ ملے گا۔

راجہ معہ اہل و عیال نذر و نذرانہ لے کر حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے کہا اسے ہمارے قدموں میں مت ڈالنا۔ اس طالع مند سے بادشاہ پیدا ہوں گے۔

راجہ نے اسے خوب پرورش کیا۔ اس کی بلوغت کے زمانہ میں شاہ جہان کشمیر جاتا تھا۔ راجہ نے بائی جی کو نذر کیا۔ بادشاہ نے اورنگ زیب سے اس کا عقد پڑھا دیا بعد میں اورنگ زیب حضرت کی زیارت کے واسطے آیا۔ اس نے ایک مرغ۔ دو جلیبیاں اور لاچی اور ایک چابی نذر کر ڈالی۔ اس نے خیال کیا۔ کہ اگر حضرت دست مبارک سے چابی عنایت کریں تو سمجھوں گا۔ کہ تخت و سلطنت مجھے ملتا ہے اسی وقت ایک شخص نے روغنی روٹی لا کر حضرت کے سامنے رکھی۔ آپ نے روٹی اور

---

[1] نام چینز سنگھ کرامت نامہ فارسی میں مذکور ہے۔ اور تذکرہ راجگان راجوری میں چینز حسین[؟] لکھا ہے ۱۲ نسیم

چابی اورنگ زیب کو دے دی۔ فرمایا یہ روٹی اور چابی درگاہ رب العالمین سے تم کو ملتی ہے۔ خاطر جمع رکھیں۔ بائی نے بھی تائید کی۔ کہا میرے والدین کو بھی اسی مرد کامل اور با خدا نے فرمایا تھا۔ کہ بائی بیگم بادشاہ بنے گی۔ اور اس سے بادشاہ پیدا ہوں گے۔ اورنگ زیب کے دو فرزند بہادر شاہ اور محمود بیگم بائی سے تولد ہوئے۔

(۴۵)

شاہ دولہ تعمیر پل ڈیک تالہ میں مصروف تھے۔ ایک رہزن ۹ اشرفیاں نذر لے کر آیا۔ آپ نے قبول نہ فرمائیں۔ بلکہ منہ پھیر لیا۔ اس نے پھر پیش کیں۔ آپ نے کہا تف تف، دور دور فرمایا۔ انہیں دفن کردو انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اور دوسرے کاروبار میں مصروف ہو گئے۔ جن مزدوروں کو معلوم تھا۔ وہ رات کے وقت اشرفیاں نکالنے آئے۔ دیکھا تو ۹ اشرفیوں کی بجائے ۹ سر دفن ہیں۔ وہ بہت ڈرے اور ان پر پھر مٹی دے دی۔ آپ نے فرمایا۔ اس نے ۹ آدمیوں کا خون کر کے ۹ اشرفیاں حاصل کی تھیں۔

(۴۶)

حضرت شاہ دولہ خزانہ غیب سے نقد اور پرانی عمارتوں سے اینٹیں نکال کر عمارت میں لگوا رہے تھے۔ ایک دیگ پر زر نکلی آپ نے فرمایا۔ اسے دفن کردو انہوں نے اس پر مٹی ڈال دی۔ رات کے وقت انہوں نے پھر دیگ نکالنے کی کوشش کی۔ مگر کچھ معلوم نہ ہوا۔ ان مزدوروں کو اگلی شام آپ نے دوہری مزدوری دی۔ کہا یہ بیچارے ساری رات کام کرتے رہے ہیں۔

(۴۷)

عورتیں آپ کے سسرال سے آئی تھیں۔ بی بی حنیفہ نے انہیں چارپائی پر بٹھلایا

اور نیچے اتر کر دروازے پر بیٹھ گئیں۔ اور سب کی خیریت نام بنام پوچھنے لگیں شاہ دولہ اندر آئے تو غیرت میں آکر کہا تف تف تو دیوانی ہے۔ آپ کا کہنا تھا کہ بی بی صاحبہ دیوانی ہو گئیں

(۴۸)

بی بی صاحبہ جوش جنون میں واویلا کرتی تھیں۔ لوگ معترض ہوئے۔ آپ کو ناگوار گزرا تو انہیں لکڑی مارنے اٹھے۔ بہادر شاہ اور کئی دوسرے خادم حاضر تھے۔ انہوں نے معافی چاہی۔ کہا بی بی صاحبہ اختیار میں نہیں برحق دیوانگی ہے۔ بہادر شاہ کو معلوم تھا۔ کہ لکڑی اگر بی بی صاحبہ کو لگی تو خیریت نہیں۔ انہوں نے دروازہ بند کر دیا۔ آپ چارپائی پر بیٹھ گئے۔ اس کمرے میں سوائے تابدان جس میں سے بمشکل چڑیا نکل سکے اور رستہ بھی نہ تھا۔ ایک ساعت بعد ایک فقیر آیا۔ کہا بابا اندر محل صراحی مانگ رہے ہیں سب نے کہا۔ کہ فقیر جھوٹ بول رہا ہے۔ دروازہ کھولا تو آپ اندر نہیں تھے۔ اندر جا کر دیکھا۔ تو آپ چارپائی پر بیٹھے تھے۔ آپ نے بہادر شاہ پر مہربانی فرمائی کہ انہوں نے غصہ ٹال دیا۔ اور پھر ۵ روپیہ نقد دیئے کہ شیرینی بی بی صاحبہ کے پاس لے جائیں۔

(۴۹)

پیر حقانی تین چار ہزار مریدوں کے ساتھ عیدگاہ میں مقیم ہوئے شاہ دولہ نے فقیر مبارک نامی سے کہا کہ آٹا شکر گھی۔ سیاہ بھنگ۔ افیون تمباکو۔ پوست۔ لکڑی۔ گھاس دانہ جو وہ مانگیں۔ مہیا کر دو۔ وہ حاضر خدمت ہوا مگر ان کے ایک مرد پیش نے سختی سے بات کی غصہ میں فقیر مبارک نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا حقانی پیر نے فرمایا مجھے حضرت شاہ دولہ کا پاس نہ ہوتا تو تجھے مروا دیتا۔

کرامت شاہ دولہ سے پیر صاحب کا غصہ فرو ہوا۔ بعد ازاں آپ خود عیدگاہ کی

طرف تشریف لائے معصوم فقیر آگے آگے گردش کرتا آتا تھا جغتائی نے جب آپ کا پُرنور چہرہ دیکھا تو سرونڈ تعظیم کیواسطے کھڑا ہوا حضرت اس سے بغل گیر ہوئے اور فرمایا گھر آیا مال جایا۔ آپ نے ۳ دن تک انہیں مہمان رکھا۔ پیر جغتائی نے فرمایا۔ شاہ دولہ کو جیسا سنا تھا ویسا پایا۔

(۵۰)

منگووال میں بھائی پیارا کے پاس گورو نانک تشریف لائے۔ اور آپ کا پتہ پوچھا۔ بتلایا چھ ساتھ کوس پر ہیں۔ پوچھا ملاقات ہوتی ہے۔ بھائی پیارا نے عرض کی۔ ہر ہفتہ گرو جی نے کہا۔ صبح ہی جا کر انہیں لے آنا۔ آپ کو کرامت کے ذریعے معلوم ہوا اور آدھی رات کو گورو جی سے آن ملے۔ بات چیت۔ خاطر تواضع کے بعد گورو جی سے رخصت ہوئے۔ گورو جی نے بھائی پیارا سے کہا اب گجرات نہ جانا۔

صبح کو حضرت معہ دو چار خادم ایک بھنگی حلوہ ایک کوزہ شیر بادہ گاؤ لائے اور گورو جی سے ملاقات ظاہری فرمائی۔ اور حلوہ اور دودھ نذر کیا۔ قبول کرنے کے بعد گورو جی نے تونبہ آگے رکھ دیا۔ حضرت نے کوزہ سے دودھ ڈالنا شروع کیا۔ نہ ان کا تونبہ بھرتا تھا نہ کوزہ خالی ہوتا تھا۔ گورو نانک نے فرمایا صد آفرین۔ شاہ دولہ تو راست است دریائی ہے۔ یہ کوزہ مثل دریا ہے جو خالی نہیں ہوتا۔ اور تونبہ مثل سمندر جو کبھی نہیں بھرتا

(۵۱)

قاضی میراں محمد فاضل بادشاہ کی طرف سے قاضی شہر گجرات تھے۔ انہوں نے دو نابینا شاہ دولہ، سادات نعال بلسب برائے کی شکایت کی۔ کہ وہ کام ممنوعات اور غیر مشروعات کرتے ہیں۔ وہ تین سو آدمی جو دکانوں پر دیکھتے ہیں لوٹ لیتے ہیں۔

شال دوشالے لے لیتے ہیں. نشہ وغیرہ کرتے ہیں. سدا بسنت مسائل تصوف آپ کو بتلاتا رہتا ہے.

بادشاہ نے دونوں کو بلایا۔ انہوں نے حضرت سے مدد چاہی فرمایا ہم منزل منزل ساتھ جائیں گے. کوئی وسواس نہ کرو. دونوں لاہور روانہ ہوئے جس مقام پر ٹھہرتے نان حلوہ اور گوشت پاتے تھے. بادشاہ نے اُن سے پوچھا. کہ شاہ دولہ نے یہ کیا شور مچا رکھا ہے. امام نے جواب دیا. آپ سنی سنائی بات پر کس طرح اعتبار کر سکتے ہیں. اگر کسی شخص کو ایذا پہنچی ہے تو شکایت کرے اور پیروی کرے تا ہاں فیصلہ ہو جائے بادشاہ نے کہا اچھا تم گجرات مت جانا. کہا گجرات مرشد خانہ ہے نہ جاؤں تو روز قیامت روسیاہ اٹھوں گا. بادشاہ نے اسے رخصت کیا. اتنے میں ایک فقیر دو کفنی دو کلاہ دو سفید آزار بند اور دو تھان بافتہ عطر و عنبر میں لپسے ہوئے لایا. سادات خاں کا حال غیر ہوا. کہا بتلاؤ کیا لائے ہو. فقیر نے تفصیل سنائی. جب نام بافتہ سنا. کہا اسی کا انتظار تھا سوائے اس کے دوسرا کفن مجھے نہ دینا. اس نے کلمہ شہادت پڑھا. اور جان جان آفرین کے سپرد کی.

—— (۵۲) ——

پہاڑ کی طرف سے سیلاب کا پانی بہہ کر مکانوں کو نقصان پہنچاتا تھا. اس لئے شاہ دولہ نے تعمیر بند کا منصوبہ بنایا. سید فاضل میراں سے کہا گیا. کہ شاہ دولہ پانی کا رخ اس کے مکان و مسجد کی طرف کر دیں گے. سید صاحب نے ایک ہجوم جس میں آہن گر سقلی گر میاں بند. ملا و موذن شامل تھے. جمع کر کے شاہ دولہ اور آپ کے مریدوں کو مارنے پیٹنے کے لئے بھیجا. بہت لوگوں نے افسوس کیا. کہ بے قصور فقیر کو

مارنے جا رہے ہیں۔ ایک فقیر نے شاہ دولہ سے کہا حضرت تکیہ لوٹ چلیں۔ مگر آپ نے قبول نہ فرمایا۔ ناحق شناس اور قریب آئے۔ اس نے دوبارہ عرض کیا۔ آپ نے نہ انگشت اٹھا کر کہا۔ کوئی خطرہ نہیں ہے۔ آپ نے انگلی ہلائی وہ لوگ آپس ہی میں لڑنے لگے۔ اور پھر بھاگ کھڑے ہوئے لوگوں نے فاضل میراں کو بتلایا کہ انہوں نے سیاہ و سرخ و سبز پوش فوج دیکھی جن کے پاس تلواریں نیزے تیر و کمان تھے۔

بادشاہ عازم گلگت تھا۔ سید فاضل بھی آیا اور شکایت پیش کی۔ بادشاہ کو یقین نہیں آتا تھا۔ کہ فقیر ایسا کر سکتا ہے۔ نواب یوسف خاں اور مرتضیٰ خاں نے تصدیق کی۔ کہ شاہ دولہ بزرگ بلند مرتبہ مہمان نواز، مرد درویش ہیں۔ بادشاہ نے قاضی عبدالوہاب کو حکم دیا کہ گجرات جا کر فیصلہ کریں۔ اور بادشاہ کو اطلاع بھیجیں قاضی شفیع کی حویلی میں انہوں نے قیام فرمایا۔ شاہ دولہ کابلی دروازے کے باہر پل کی تعمیر میں مصروف تھے۔ مدعی معہ رائے بندرابن اور دوسرے معززین شہر بھی آ گئے۔ الزام یہ تھا۔ کہ شاہ دولہ زنار داروں کی امداد۔ پرستش مقام ہنود۔ اسلام دشمنوں سے دوستی رکھتے ہیں .... طرفین کے اظہار شرعی کے لئے میراں فاضل کو بھی بلایا گیا۔ اس نے انکار کیا۔ قاضی نے میراں سید فاضل کے خلاف رکھ بھیجا۔

ایک شخص نے فاضل میراں سے کہا۔ کہ آپ کی طرف سے سوال جواب میں کروں گا ــــ اس نے کہا۔ پرایت جوگی کا مڑھ آپ نے بنوایا ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ کھیم کرن وڈیرا اس کا چیلا ہے۔ اسے گرو کا مڑھ بنانے کے لئے معمار نہ

ملتے تھے۔ اس نے مجھ سے درخواست کی میں نے معمار بھیج دیئے۔ اور ان سے کہا کہ مقبرہ قبلہ رو بنائیں۔

وکیل نے کہا تالاب جہاں ہندو نہاتے ہیں۔ اور پیشانی پر قشقہ کھینچتے ہیں۔ آپ کے فقیر جاکر وہاں بھنگ گھوٹتے ہیں۔ فرمایا قاضی صاحب جہاں پانی ہوتا ہے ہندو مسلمان سب نہاتے ہیں۔ انہیں جب چیز کی طلب ہوتی ہے عمل کرتے ہیں فقیر انہیں کیسے منع کرے فقیر حاکم یا کوتوال نہیں ہے۔

ایک اور شخص نے کہا۔ کہ حضرت بعد نماز جمعہ ایک ایک روپیہ مسکین کو دیتے ہیں۔ دیگیں پکواتے ہیں۔ میوہ جات شہر میں تقسیم کرواتے ہیں مرمت چاہ۔ باغ سرائے وغیرہ پر خصوصی نظر رکھتے ہیں۔ مسافروں کو کفن دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کوئی کام شریعت کے خلاف ان میں نہیں ہے۔ کوئی حاجتمند، ہندو یا مسلمان آئے فقیر مقدور بھر حاجت روائی کرتا ہے۔ قاضی صاحب وکیل پر سخت ناراض ہوئے۔ کہ ایسے خدا پرست کے خلاف بادشاہ کے پاس شکائتیں کیوں کی جاتی ہیں اور اس نے آپ کو تکریم و تعظیم کے ساتھ رخصت کیا۔ قاضی کے لڑکے پر جو مدت العمر سے درد چشم میں مبتلا تھا۔ آپ نے دم کیا اور وہ بھلا چنگا ہو گیا۔ گرد و نواح کے لوگ میوہ شیرینی پھل پھول نذر نیاز لائے تھے۔ آپ نے قاضی صاحب کی خدمت میں بھیجے اور نقد و جنس تکیہ میں موجود لوگوں میں لٹا دی۔

—— (۵۳) ——

میر محمود مرید شاہ دولہ دن رات خدمت حضرت میں رہتا تھا۔ اس نے اکثر دیکھا کہ حضرت روز مصلّٰے کے نیچے سے نکال کر مزدوری ادا کرتے ہیں۔ یہ عجیب امر تھا۔ پھر وہ زمین بھی نہایت سخت تھی۔ اور کبھی کبھی آپ کا مصلّٰے لرزتا تھا۔ اس نے حاکم کو اطلاع

دی کہ شاید یہ جادو کا کرشمہ ہے یا کار عظمت۔ حاکم اسے لیکر تکیہ پر آیا۔ آپ نے جلال میں آکر فرمایا۔ فقیر سے روپیہ پیسہ مانگتا ہے۔ پھر گھڑا پیالہ کوزہ رکابی سارے برتن ایک ایک کر کے اس کے آگے پھینک دیئے کہا یہ لو یہی ہمارے پاس مال و دولت ہے۔ حاکم کانپ گیا اور واپس ہولیا۔ میر محمود بھی کمال شرمندگی سے حاضر دربار نہ ہوا اور راہ میں جھونپڑی بنا کر رہنے لگا شاید حضرت ادھر سے گزریں تو زیارت نصیب ہو۔ اس کے مرنے پر حضرت تشریف لائے۔ اسے الوداع کہا۔ نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا۔

(۵۴)

آپ مرشد حضرت سید اسر مست کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک پیسہ تھا۔ پوچھا ہاتھ میں کیا ہے کہا پیسہ ہے فرمایا تیرے ہاتھ میں سوراخ ہے۔ یہ پیسہ کس طرح تیرے ہاتھ میں رہا حضرت نے پیسہ پھینک دیا۔ مگر کف دست ورم کر گیا۔ اور ہاتھ میں سوراخ ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت شاہ دولہ جو پیسہ آتا خرچ کر دیتے تھے۔

(۵۵)

آپ حضرت سید اسر مست کی خدمت میں حاضر تھے کہا یا مرشد سخت بھوک لگی ہے۔ کہا بھوبل کھاؤ۔ دس بارہ دن خاکستر کھاتے رہے اور کمال ناتوانی ہوئی۔ لوگوں نے مرشد سے کہا۔ انھوں نے فرمایا۔ ایک ایک چھوارا عزہ در رفتہ رفتہ آپ کی طبیعت بحال ہو گئی بعد ازاں مدت العمر جب بھوک لگتی تو پرندے آکر پاس آجاتے مگر آپ انہیں کھانا پانی دے کر اڑا دیتے تھے۔ آپ نے ساری سوائے ازعزہ کے کچھ نہ کھایا نہ پیا۔

۵۶

فقیر پیر حقانی نے ایک بار شربت میں زہر ملا کر آپ کو پلا دیا۔ آپ نے پی کر کہا۔ یہ تم نے کیا کیا ہے۔ وہ منکر ہو گیا۔ فقیر اور خادم حضرت کے اسے مارنے لگے۔ آپ نے منع فرمایا کہ مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ آپ کے فقیر حقانی کی معذرت قبول کر کے ایک لنگی اور چادر عطا کی۔

۵۷

ایک نائب پیر حقانی کا معہ پچاس فقرا کے آزمائش حضرت کیواسطے آیا۔ اور چاول کتے کے گوشت کے ساتھ تیار کر وا کے سامنے دھرے۔ آپ جلال میں آکر کہنے لگے دور دور۔ اور کتا دیگ سے زندہ بھونکتا ہوا نکل بھاگا۔ نائب نے معافی مانگی اور بعد ازاں در حضرت اختیار کر لیا۔

۵۸

حضرت شاہ دولہ ٹیک نالہ پر پل دیکھنے جا رہے تھے بموضع کوٹلی پہنچے اور پیپل کا درخت دیکھا جو مدت ہوئی خشک ہو گیا تھا فرمایا یہ ہرا ہو جاتا تو مسافروں کو بڑا آرام ملتا۔ آپ نے دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے تھے کہ وہ درخت شاخیں نکال کر سایہ دار ہو گیا۔ اسے آج تک شاہ دولہ کا پیپل کہتے ہیں۔ اور ویسا گھر اسایہ کسی پیپل کا نہیں دیکھا۔

۵۹

پیر حقانی کا ایک مرید سیفی کی دعا پڑھنے والا گجرات آیا۔ وہ حیک مسادہ میں ٹھہرا۔ اور گجرات کی طرف منہ کر کے پھونکنے لگا۔ چالیس دن ہو گئے مگر گجرات

پر اس کی سیفی کا اثر نہیں ہوا۔ پھر وہ گجرات آیا حضرت مسجد شاہ دولہ میں یادِ الٰہی میں مصروف تھے وہ آپ کی پشت پر ہو بیٹھا۔ اور سیفی پڑھ کر پھونکنے لگا۔ ایک شخص نے کہا حضرت یہ شخص کچھ پڑھ کر پھونک رہا ہے۔ اتنی دیر میں ایک شخص لوٹا دہی کا لے آیا۔ آپ نے فرمایا یہ لوٹا اسے دے دو۔ فقیروں نے اسے کہا کہ حضرت نے یہ بطور تبرک بھیجا ہے ایک شخص تھال ملیدہ کا لے کر آیا۔ آپ نے وہ بھی اسے بھجوایا اس نے تبرک قبول نہ کئے اور زور زور سے پڑھ کر پھونکنے لگا۔ آپ نے جلال میں فرمایا فقیروں پر سیفی کا اثر نہیں ہوتا۔ ایک حضرت کے مرید نے پھر اسے محفل سے نکال دیا۔ اور وہ سگِ دیوانہ کی طرح بھونکتا چلا گیا۔

۶۰

کشمیر جاتے ہوئے حضرت روپووال ٹھہرے۔ ملیدہ تیار کر دیا یا اور سب کو برابر بانٹ دیا۔ لوگوں نے مقدم کو جا سنایا کہ شاید ایک چوروں کا گروہ ہے اور لوٹ کا بہت مال واسباب ساتھ ہے اور ملیدہ تو ایسا کھلایا ہے کہ کبھی نہیں کھایا ہوگا۔ آدھی رات کو لوگ روپووال کے جمع ہو گئے اور مع فقیروں کے حضرت کو باندھ لیا اور لوٹ مار کا سامان طلب کیا۔ آپ نے فرمایا۔ ہمارے بدن پر صرف کپڑے ہیں انہوں نے سب کو ایک مکان میں بند کر دیا۔ حاکم آیا تو شاہ دولہ کو دیکھتے قدم بوس ہوا۔ اور سرداروں سے کہا کہ یہ تم نے کیا کیا۔ انہوں نے معافی مانگی۔ آپ نے پانی لے کر اپنے ہاتھ سے ان کے منہ پر چھینٹے دیئے۔ اور ان کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔

حضرت نے پوچھا اس گاؤں کا نام کیا ہے۔ کہا روپووال۔ فرمایا اس کا نام روپووال غلط ہے اجڑوال ہونا چاہیئے۔ لوگوں نے بڑی سماجت کی فرمایا اچھا کبھی

آباد کبھی ویران ان کی سیف زبان سے نکلی ہوئی بات آج بھی پوری ہوتی ہے کبھی یہ گاؤں اجڑتا ہے کبھی بستا ہے۔ یہیں کے سردار کی بیٹی سے بہاون شاہ کی شادی ہوئی

(۶۱)

نواب مہتاب خاں کا ملازم جانو باؤ کو کابل لے جا رہا تھا۔ ان کا مال چوروں نے لوٹ لیا۔ رائے بندرابن کو قید کر دیا گیا۔ وہ شاہ دولہ کا مرید تھا۔ اس نے نیم شب کے وقت اپنے مرشد کو یاد کیا۔ اسی وقت دو موکل حاضر ہوئے انہوں نے زنجیر و طوق اس کے کاٹ دیئے اور اسے اٹھا کر تولے کے میدان میں چھوڑ گئے۔ اور وہاں سے وہ آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے کہا تم کہیں جا بیٹھو کوتوال کو ہر چند ڈھونڈا پتہ نہ چلا۔ تب معلوم ہوا کہ وہ موکل حضرت شاہ دولہ کے تھے۔

(۶۲)

مولوی محمد حکیم حضرت کی زیارت کے واسطے سیالکوٹ سے آیا حضرت بڑے پیار اور خلوص کے ساتھ ملے۔ اور کہا بڑا اچھا کیا کہ آخری ملاقات کروائی۔ آپ نے اسے بہت میوہ۔ تبرک پارچہ جات اس کو دیئے۔ شہر گجرات سے جب مولوی صاحب سوہدرہ پہنچے تو انتقال فرمایا۔ آپ اس کے جنازے پر بذریعہ کرامت پہنچے۔ اور اسے سیالکوٹ میں دفن کروایا کفن و دفن کے بعد مولوی صاحب کا بیٹا عازم گجرات ہوا راہ میں گھوڑے سے گر کر بے ہوش ہو گیا حضرت نے اسے سوار کرایا۔ اور بادشاہ کے حضور میں بھجوایا۔ شاہ نے دیکھتے ہی خلعت و خطاب دیا۔ گجرات میں مولوی صاحب کے فرزند نے افسوس کیا۔ کہ حضرت جنازے میں شریک نہ ہوئے۔ آپ نے فرمایا میں سوہدرے پھر سیالکوٹ جنازے میں شریک تھا۔ اکثر مسلمان میرے گواہ

ہیں۔ دوسرے لوگوں نے بھی گواہی دی۔ مگر اسے یقین نہ آتا تھا۔ آخر آپ نے
کہا جب تم گھوڑے سے گرے تھے تو تمہیں سوار کس نے کیا تھا۔ اب اسے
یقین آیا۔ اور دل سے حضرت کا معتقد ہوا۔

(۶۳)

شاہجہان کشمیر جاتا تھا۔ سید سادات خاں ساتھ تھا۔ وہ گجرات میں حضرت
کی زیارت کے لئے آیا۔ اس وقت آپ شیرینی بانٹ رہے تھے۔ اس نے دل میں کہا
اس میں کچھ یاروں کا حصہ بھی ہے حضرت نے ایک خشک روٹی اس کے ہاتھ میں تھما
دی۔ اس نے کہا اور دل کو شیرینی مجھے روٹی حضرت نے فرمایا اسی خشک روٹی پر ٹیکا
سادات خان گستاخانہ بادشاہ سے وجہ کفاف کی زیادتی چاہی۔ اسے شاہ دہلی
پر اعتراض کرنے کی وجہ سے سودا ہوگیا۔ سب کچھ ضبطی کے بعد وہ کپڑے پھاڑ کر حضرت
کی خدمت میں آیا۔ آپ نے اسے خشک روٹی دی۔ جسے اس نے قبول کیا۔ اسے
ایک پیراہن اور ایک کلاہ بھی دیا۔ دل وجان سے وہ طالب آپ کا ہوا۔ آپ نے پانچ روپے
روزینہ اس کا لگایا۔ مگر وہ روپیہ شراب، دکباب میں دے ڈالتا تھا۔ دکاندار دل کو ستاتا
تھا۔ آپ نے اس کا روزینہ بند کر دیا۔ اور نذر و نیاز روک دی۔
آخر سادات خاں نے لکڑی اور گھاس جمع کر کے کٹیا بنالی۔ اور ارادہ کیا
کہ حضرت خود آکر کھانا کھلائیں گے تو کھاؤں گا۔ اس نے بارہ دن دھونی رما کر گزارا
کیا اور فاقہ کے ہاتھوں سخت لاغر ہوگیا۔ کریم بخش ایک مرید گوشت نان پکا لایا۔ آپ خود
لے کر سادات خاں کے پاس آئے۔ اور لقمہ اپنے ہاتھ سے اس کے منہ میں دیا۔ اور اس
کا ہاتھ پکڑ کر کہا چلو سایہ میں بیٹھو۔ سادات خاں کا دل دنیا سے سرد ہوگیا تھا۔ یہاں

اپنے بیگانے آڑے وقت میں ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کا دل یادِ الٰہی میں محو ہو گیا۔

(۶۴)

حضرت شاہ دولہ بہاول شاہ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ کہ کالا بادل برسنے لگا۔ فرمایا اے بادل کیوں خلل ڈال رہا ہے کھانا کھا لیں تو یہاں برسنا۔ تمام شہر و صحرا میں بارش ہوئی سیلاب آیا۔ مگر جہاں آپ تشریف فرما تھے۔ ایک بوند پانی نہ پڑا لوگ کرامت دیکھ کر حیران رہ گئے۔

(۶۵)

ایک منصب دار کا ملازم بکری لایا۔ اور اپنے سامنے ذبح کروائی۔ حضرت نے ایک ران اسے دے دی۔ اور باقی فقیروں کو دے کر فرمایا اسے پکا کر کھا لو۔ کھا ہی چکے۔ تو وہ آیا اور بکری مانگی آپ نے کہا وہ فقرا نے کھالی۔ اس نے کہا میں حضرت کو مار کر خود مر جاؤں گا۔ میری بکری پیدا کریں۔ آپ نے فقیروں سے کہا کہ اس کی کھال ہڈیاں وغیرہ لے آئیں۔ آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور ان پر دم کیا۔ وہ بکری تین پاؤں پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ آپ نے فرمایا اتنی بکری ہمارے فقیروں نے کھائی تھی وہ موجود ہے۔ ایک ران تیرا ملازم لے گیا تھا۔ اس سے لے لو۔

(۶۶)

آپ نماز عید سے واپس آرہے تھے۔ رستہ بارش کے سبب خراب تھا۔ آپ نے مریدوں سے کہا کہ مٹی ڈال کر اسے برابر کردیں۔ جب ٹھیلدار ٹوکرہ ڈالتا۔ تو حضرت زبان سے فرماتے۔ یہ گندم کا ڈھیر ہے۔ یہ چاول کا اسی طرح ہر ایک ٹوکرے پر ایک جنس کا نام لیتے تھے۔ دریافت کرنے پر حضرت سے فرمایا۔ کہ لاہور کی طرح یہ بھی غلہ منڈی

بنے گی۔ یہ بازار غلہ فروشاں میر گنج کے نام سے مشہور ہوا۔

امیر خاں نے کٹڑہ بنانا شروع کیا۔ تو پیپل جسے حضرت نے پالا تھا۔ کاٹ دیا۔ محبوب نامی فقیر نے فریاد کی کہ ہمارا پیپل کاٹ دیا گیا ہے۔ آپ غصہ میں آئے۔ کہا جس نے ہمارا پیپل کاٹا ہے۔ اللہ بھی اس کی اولاد کو قتل کرے گا۔ اس کی بیخ و بنیاد اکھڑ جائیگی یہ کٹڑہ بھی نہیں رہے گا انہیں دنوں اس کا بھائی امیر خاں فوجدار گجرات آیا۔ دونوں میں عداوت تھی۔ باہم لڑنے لگے۔ اور وہ معہ اہل عیال کے مارا گیا۔ اور گھر بار ویران ہو گئے۔

— (۶۷) —

حضرت شاہ دولہ حجرے کے دروازے پر بیٹھے تھے۔ پیر بہادر شاہ محمد رشید مولوی محمد حکیم کے ہمشیرزادے کے ساتھ تشریف لائے۔ گرمی سخت تھی۔ اس نے آہستہ سے بہادر شاہ سے کہا کوئی سرد ولایتی چیز ملے تو گرمی کم ہو حضرت نے براہ کشف معلوم کیا.... اسی وقت ایک سوداگر آیا۔ شربت صندل اور حلوا نان اور ولایتی تربوز آپ کے سامنے رکھا۔ آپ نے ان کے سامنے رکھ کر کہا۔ گرم سرد دونوں چیزیں موجود ہیں جیسا جی چاہے کھاؤ پیو۔

— (۶۸) —

ایک منصبدار معہ عیال و اطفال کابل سے آرہا تھا خواص پور میں اس کی زنانہ سواری کے بیل کی ٹانگ خراب ہوئی۔ وہ بڑا پریشان ہوا حضرت کو یاد کیا تو آپ نے براہ کشف و کرامت بیل بھیج دیا۔ پھر وہ معہ اہل عیال حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔

(۶۹)

حضرت کا دوستدار ایک میرزا تھا۔ آپ نے اس کی قبر کی مرمت کرائی شروع کی۔ امام سادات خان نے پوچھا کہ اس کے مزار پر کتنا خرچ ہوگا۔ فرمایا فقیروں سے حساب پوچھنا مناسب نہیں مگر اس نے اصرار کیا۔ تو کہا۔ دو تین سو روپیہ خرچ ہوگا۔ کہنے لگا مرشد میری قبر پر کیا خرچ ہوگا۔ کہا پانچسو روپیہ کے قریب۔ اس نے عرض کیا۔ آپ وہ رقم مجھے دیں جب مر جاؤں تو رسی پاؤں میں باندھ کر کسی غار میں پھینک دیں۔ آپ نے پانچسو دے دیا۔ جسے اس نے دو تین روز کے نقل و نشہ میں خرچ کر دیا۔ یہ تھی آپ کی نازبرداری فقیراں۔

(۷۰)

حضرت شاہ دولہ تعمیر چاہ میں مصروف تھے۔ آپ کا دھیان کنوئیں میں تھا۔ امام سادات خاں خدمت میں حاضر ہوا۔ سوچا اگر میں نے سلام کیا تو آپ کو تکلیف ہوگی۔ مناسب ہے خود سامنے جا کر سلام کہوں۔ یہ سوچ کر وہ کنوئیں میں کود پڑا۔ اس کے پیچھے نور خاں اور ظہور خاں بھی کود پڑے۔ حضرت نے ہائے ہائے کر کے کہا کوئی جلد رسی لانا۔ امام نے کہا۔ یا مرشد مجھے اپنے دست مبارک سے خود توجہ فرما کر نکالیں گے تو نکلوں گا۔ آپ نے دست مبارک بڑھا کر اسے نکالا۔ کہا اے مرشد یقین ہو گیا جس طرح آپ نے اس وقت دستگیری کی۔ اور چاہ سے نکالا عاقبت میں بھی دست گیری کریں گے۔

(۷۱)

ایک شخص کشمیر سے ڈالی (تحفہ) آپ کے لئے لایا۔ اس کا بچہ ساتھ تھا۔ وہ

رو کر ناشپاتی مانگتا رہا. مگر اس نے نہ دی کہا یہ حضرت کی نذر ہے حضرت کے دربار
آیا تو فرمایا کہ تیرا بیٹا رو رو کر مانگ رہا تھا تو نے کیوں نہ دی ۔

(۷۲)

ایک مطرب واسطے روزگار طرف کابل روانہ ہوا اور آپ کی نذر دو پیسہ فی روپیہ
دل میں مان لی۔ کابل سے وہ بہت سا روپیہ کما لایا. مگر اس کی نیت بدل گئی ۔ اور صرف
پانچ روپیہ نذر پیش کی۔ آپ نے فرمایا تم اپنے قول و قرار پر قائم رہو. فقرا سے منکر کیوں ہوتے
ہو. اس نے فرمایا حضرت وہ مال زیادہ نہیں تھا جتنا ہاتھ آیا اسی کے مطابق نذرو
نیاز سامنے رکھ دی. حضرت نے فرمایا ایک صد اشرفی اور بیاسی روپیہ نقد اس وقت تیرے
ہاتھ میں ہے ۔ ان کا حساب کرو کہ ہمارے حصہ کا روپیہ کتنا ہے خوف سے اسکے بدن
میں لرزا پڑھ گیا ۔ اس نے کل روپیہ اور اشرفیاں سامنے رکھ دیں کہا حضور میرا افشا
نہ کریں ۔ دعا فرمائیں صحیح سالم گھر جاؤں آپ نے روپیہ اور اشرفیاں اسے بخش دیں۔
اور کہا اللہ تجھے خیریت سے گھر پہنچائے ۔

(۷۳)

شاہد دولہ حضرت بہادر شاہ نماز ادا کرنے قاضی محمد شفیع کی مسجد میں تشریف
لائے ۔ وہاں عابد خاں صدر الصدور پنج سورہ پڑھ رہا تھا ۔ اس نے سلام کیا اور پوچھا
حضرت آپ کچھ لفظ بھی پہچانتے ہیں. آپ نے پنج سورہ آپ کے ہاتھ سے لے لیا ۔
اور انگشت مبارک الف پر رکھی فرمایا. فقیر اس حرف کو اچھی طرح جانتا ہے اور باقی
حرفوں سے بھی منکر نہیں ہوا

صدر الصدور نے پوچھا آپ کی عمر کتنی ہوگی۔ فرمایا دن اور ایک رات پوچھا جب

جہانگیر نے تخت پر جلوس کیا۔ اس وقت آپ کی عمر کیا تھی۔ کہا جب باپ اس مقدم کا کلانور کی چوکی پر بیٹھا تھا۔ فقیر اس وقت (۱۸) اٹھارہ سال کا تھا۔ انہوں نے حساب کیا ۱۵۰ سال عمر حضرت کی اس وقت ہوگی۔ اسے حضرت نے دُعا دی۔

(۷۴)

خواجہ بابا نے شفتالو کی ڈالی ارسال کی۔ باغبان نے کہا رقعہ لکھ دیں میں جواب لیتا آؤں گا۔ کہا رقعہ کی ضرورت نہیں۔ آپ پر ظاہر و باطن واضح ہے اس نے وہ ڈالی۔ تھوڑا اسی خود کھائی کچھ لوگوں میں بانٹ دی ہے۔ باقی لاکر خدمت میں رکھی۔ اس کو دیکھ کر آپ نے فرمایا تف تف رستے میں خود کھاتا اور لوگوں کو بانٹتا آیا۔ وہ سُن کر حیران رہ گیا۔ اس نے معافی مانگی اور حضرت نے تبرک دے کر رخصت فرمایا۔

(۷۵)

خواجہ بابا نے غلام کی معرفت بے موسم انار جلال آبادی طلب کئے۔ فرمایا موسم رہا ہے مگر انار ملنا مشکل ہے۔ غلام نے کہا خواجہ بابا کو بڑی ضرورت ہے آپ نے کہا دکان میں ڈھونڈو۔ اسے دو عدد انار تازہ طاقچہ میں رکھے ہوئے ملے۔ آپ نے ایک کو توڑ کر حاضرین میں تقسیم کر دیا۔ اور دوسرا غلام کو دے دیا۔ اس موسم میں تازہ انار باغ بہشت سے آیا تھا۔

(۷۶)

موہن داس طالب شاہ دولہ حضرت کی کرامات کا ذکر شاہجہان سے کرتا تھا بادشاہ نے سُن کر کہا۔ مگر شاہ دولہ نے ہمیں یاد نہیں کیا بادشاہ حمام چلا گیا واپسی پر ایک شخص سر دیا اور نبات لئے آیا۔ دربان نے حضرت کی طرف سے تبرک پیش کیا شاہ نے

مصری منہ میں ڈالی۔ اور سر و پا سر پر اٹھایا۔ اب قاصد کی جستجو ہوئی۔ مگر وہ نہ مل سکا معلوم ہوا موکّل شاہ دولہ تبرک لے کر آیا تھا۔

٧٧

آپ گھر میں اللہ اللہ کر رہے تھے۔ خواجہ ہدایت اللہ مع اہل و عیال کشتی میں سوار ہوا درمیان دریا تختہ ٹوٹ گیا۔ اور پانی اندر تیزی سے آنے لگا سب بدحواس ہو گئے۔ اس کی والدہ صاحبہ نے دو روپیہ پلّو سے باندھ لئے اور دل میں شاہ دولہ کو یاد کر کے کہا یہ وقت دستگیری کا ہے۔ خدارا ہم کو دریا سے نکالو۔ آپ نے بذریعہ کرامت تختۂ کشتی کا مرمت کیا اور کشتی کو دوش مبارک کا سہارا دے کر کنارے لائے

جب والدہ صاحبہ نذر لائیں تو تبسّم کر کے فرمایا۔ اتنی مشقت کی مزدوری صرف دو روپیہ آپ نے انہیں کمر کے زخم دکھائے۔ اس نے کہا آپ نے بہرحال ہمیں دوبارہ زندہ فرمایا۔ آپ نے ایک روپیہ تبرک کے طور پر انہیں واپس کر دیا اور دعا دیکر رخصت کیا۔

٧٨

آپ گھر میں یاد الٰہی میں مصروف تھے۔ درویش درشتی صاحب حال و قال گرجہ سیرت نیک صورت گجرات آیا اور دو رستہ پر بازار سرائاں میں جا بیٹھا۔ انہوں نے دکانیں کھولیں۔ تو کہا مہاراج بھوجن بھنڈارے کا بندوبست کریں۔ کہا ہمیں بھوجن شاہ دولہ بھیجیں گے۔ ہم ان کے مہمان ہیں۔ اور دل میں کہا۔ اگر شاہ دولہ صاحب کرامت ہوئے تو کھانا دانا بھبوت وغیرہ بھیجیں گے

حضرت نے سہل سنت محمدی کو طلب کیا۔ کہ دو رستہ پر جوگی بیٹھا ہے اسے بھوجن بھبوت اور مرگ چھالا دے دو۔ اور ہمارا السلام بھی کہہ دو۔ جوگی نذر و نیاز وصول

کر کے غائب ہو گیا۔

(۷۹)

ایک شخص بکری لا رہا تھا۔ گجرات کے نزدیک اس کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اور وہ چلنے سے لاچار ہوئی۔ وہ اپنے حال پر رونے لگا۔ اگر بکری مالک تک نہ گئی تو اجرت بھی نہ ملے گی الٹے بکری کی قیمت دینی ہوگی۔ اسے روتا دیکھ کر کسی نے کہا حضرت شاہ دولہ کے حضور میں حاضر ہو کر عرض کرو جو اس وقت سرائے شہر کی تعمیر کرا رہے ہیں۔ وہ بکری اٹھا لایا۔ اور احوال سنایا آپ نے دست مبارک اس پر رکھ کر کہا اسے بکری بحکم خدا درست ہو جا اور بکری اٹھ کر کودنے لگی۔

(۸۰)

سدا بسنت مردی سے آپ قرض اٹھاتے تھے۔ ایک بار قرضہ ۵۰۰ روپیہ جمع ہوا۔ اس کی عورت نے اسے برا بھلا کہا اتنا روپیہ اب حضرت سے کس طرح وصول ہوگا۔ جو روپیہ نذر و نیاز کا آتا حضرت اسی دم خرچ کر ڈالتے ہیں۔ اس نے کچھ نہ کہا آپ نے بذریعہ کشف و کرامت معلوم کر لیا۔ آپ اسے باغ میں لائے اور ایک گڑھا کھدایا اور کہا اس میں سے جتنا روپیہ اصل و سود ہوتا ہے لے لو باقی دفن کرو۔ اس نے زمین کھودی تو روپیہ اور اشرفیاں نکلیں۔ حساب کر کے اس نے روپیہ لے لیا۔ اور باقی دفن کر دیا۔ بعد ازاں اسے خیال آیا کہ اور دولت لے لوں۔ اب کھودا تو سانپ بچھو برآمد ہوئے۔

(۸۱)

ایک شخص جیتا نامی مرید خاص تھا سفر پر جا رہا تھا وہ جھاڑیوں میں بیٹھا تو اس کا گھوڑا چھوٹ گیا۔ وہ پریشان ہوا کہا مرشد یہ وقت دستگیری ہے جہاں

گھوڑا ہو لاکر دو۔ گھوڑا نہ ملا تو پیری مریدی بس ہوئی۔ آپ نے ازراہ کرامت چور کو جا لیا۔ اور ایک چابک اس کی کمر پر مارا۔ اور اسی وقت گھوڑا مالک کو دے کر آ وہ گھوڑا لے کر آیا۔ اس نے کہا ایک سفید ریش بزرگ نے چابک میری کمر پہ مارا اور کہا لے چل ورنہ مار دوں گا۔

(۸۲)

ایک مغل کابل سے سو اشرفی اور پستہ بادام لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے نذر قبول فرمائی اور کہا منشی کستو سے کہا یہ سب پاس رکھ لو۔ آپ نے مغل کو تبرک دیکر رخصت کیا۔ دوسرے روز سدا بسنت سے کہا منشی کستو سے کل کی نذر لے آؤ۔ کستو نے اشرفیوں کی بجائے سو روپیہ بھیج دیا بخیال کیا۔ آپ کو کیا معلوم۔ میں فرزند کی شادی میں یہ دولت خرچ کروں گا۔ آپ نے روپیہ دیکھ کر کہا ہاں وہ سرخ رنگ کا پلیسہ تھا کہا حضرت مجھے تو معلوم نہیں جو اس نے دیا میں لے آیا حضرت نے منشی کو بلایا وہ منکر ہو گیا۔ فرمایا جس کام کے لئے روپیہ رکھا ہے نامراد ہو گئے جس دن منشی کستو بیٹے کی شادی کر کے لایا اسی دن وہ بیمار ہو کر مر گیا وہ گریہ وزاری کرتا ہوا آیا۔ فرمایا۔ جو جیسا کرے گا۔ بھرے گا فقرا کے ساتھ دغابازی کی یہی سزا ہے۔

(۸۳)

ایک فقیر نے سیالکوٹ سے آکر دعویٰ کیا۔ کہ شہر گجرات ہمارے نام پر ہے اور بے ہودگی کرنے لگا۔ آپ کے معتقدوں نے اسے ملامت کی کہ حق اولیا لینا اچھا نہیں۔ آپ نے سنا تو نیم شب کو اسے پکڑ کر آسمان پر لے گئے۔ اور کہا گجرات کس کے نام پر ہے خوب دیکھ لے۔ اس نے یہ درجہ دیکھا تو بابرکت حضور کو جان کر معافی مانگی۔

پاؤں پر گرا حضرت نے اسے اٹھایا اور ہاتھ اس کے سر پر رکھا۔ اور کہا قدرت نے بلوہ بکنا اچھا نہیں تم مسافر نہ ہوتے تو سزا ملتی۔ اس نے ہمراہیوں سے واقعہ بیان کیا۔ اس علی کا نام سیدان سکندر تھا۔

(۸۴)

بحالت پریشانی آپ ایک جگہ مرمت کی نگرانی کر رہے تھے۔ گورو گورکھ ناتھ مخدوم جہانیاں، خواجہ خضر، بہاء الحق زکریا ملتانی چہار یار سیر کرتے ہوئے آئے کہا پریشان کیوں ہو۔ فرمایا۔ یہ مکان عمیق اور خراب ہے۔ آنے جانے والوں کو تکلیف ہوتی ہے آپ سب دعا کریں یہ ساری زمین سوکھی ریت سے ڈھک جائے۔ گورکھ ناتھ نے ایک مٹھی ریت زنبیل سے نکال کر پھیلا دی۔ دوسرے سال سیلاب آیا تو ریت کے انبار لگ گئے۔ میدان سے ولدل صاف ہوگئی گڑھے غائب ہوگئے اور خلق خدا آرام سے آمدورفت کرنے لگی۔

(۸۵)

چودھری نے زاری کی کہ حضرت میری زمین میں حاکم کے کمہاروں نے پژاوہ بنایا ہے اور زمین چھین لی ہے۔ دعا کریں آفت مجھ غریب کے سر سے ٹل جائے۔ حضرت نے کہا فکر نہ کرو۔ ایک اینٹ بھی اچھی نہیں نکلے گی جب دو تین پژاوہ خام رہے تو انہوں خود جگہ چھوڑ دی۔

(۸۶)

موضع عبدالخالق پور کا زاہد فاضل حضرت کا مرید تھا۔ وہ حاضر ہوا۔ اور کہا میرے گاؤں کی تشخیص زیادہ ہوگئی ہے۔ آپ نے کہا بادشاہ کے حضور میں جاؤ انشاءاللہ

مقصد پورا ہو جائیگا۔ بادشاہ اس کی عرض سن کر خاموش رہا۔ اور پھر اس کا مقصد پورا کر دیا۔ مولوی صاحب نے سوچا نذر حضرت سوا روپیہ دوں گا۔ اگر حضرت نے طلب فرمایا۔ مولوی صاحب حاضر خدمت تھے۔ ایک ساعت بعد حضرت نے کہا۔ لاؤ وہ ہمارا سوا روپیہ زاہد فاضل نے کہا حضرت میں نے چودہ علم حاصل کئے ہیں۔ مگر یہ مرتبہ نہیں ملا ہے۔ آپ کو کشف القلوب کیسے ہوا۔ کہا حضرت آپ ایک کتاب ایک دن میں پڑھ لیتے ہیں۔ اور فقیر نے اپنی تمام عمر میں سوائے ایک حرف کے دوسرا نہ پڑھا نہ یاد کیا۔ فقیر تو اسی پر اعتقاد رکھتا ہے۔

(۸۷)

جادو رائے ہندو مرید حضرت کا تھا۔ ایک رات اس کے گھر کو آگ لگ گئی اور گھر والے دھوئیں میں بیہوش ہو گئے۔ آپ نے براہ کشف و کرامت معلوم کیا۔ اور پلک میں اس کے گھر پہنچے۔ سب کو جگایا اور مرید کو چارپائی پر سہمتے ہوئے ہمسایوں کے مکان میں پہنچا دیا۔ پاس ہی ایک منصب دار کا لشکر اترا ہوا تھا۔ آپ نے انہیں کہا جلد آگ کو بجھاؤ۔ سب نے مل کر جلدی آگ پر قابو پا لیا۔ کسی نے مولوی فاضل سے کہا کہ شاہ دولہ نے جادو رائے کی مدد کی۔ اس نے بلا کر پوچھا تو جادو رائے نے تصدیق کی۔

(۸۸)

ہندوؤں میں سے ۵ آدمیوں کی دربار میں طلبی ہوئی۔ جادو رائے خدمت حضرت میں آیا اور منت کی کہ حضرت مجھے نہ جانا پڑے۔ آپ نے فرمایا خاطر جمع رکھو جب وہ سامنے بادشاہ کے آئے تو اس نے دستک (دستخط) ملاحظہ کر کے کہا۔ اس میں جادو رام کا نام نہیں اسے کیوں پکڑ لائے۔ اسے واپس بھیجا انہوں نے اسے چھوڑ

دیا۔ وہ واپس آکر مایوس ہوا۔

۸۹

شاہ دولہ گھر میں تھے کہ چار تن اولیاء اللہ باغ میں وارد ہوئے آپ نے معلوم کر کے جادو رائے کو بلایا اور فرمایا مرشداں بابا گورو نانک سخی سرور۔ سید لعل مست اور امام غازی مکہ معظمہ سے آئے ہیں۔ چار حصہ شیرینی رکھی ہوئی ان کی خدمت میں پیش کرو۔ وہ باغ میں آیا تو وہ چاروں عیسیٰ نفس موجود تھے۔ اس نے شیرینی سخی سرور کے سامنے رکھی اور ہیبت کے رعب و داب سے کانپنے لگا پھر خود حضرت اس کی پشت پر آکر کھڑے ہوئے کبھی دائیں اور کبھی بائیں۔ اب اسے معلوم ہوا حضرت اس کی پشت و پناہ ہیں حضرت سخی سرور نے فرمایا۔ کہ اس شیرینی کے ۵ حصے کردو چاروں نے اپنا اپنا حصہ لے لیا۔ کہا یہ پانچواں حصہ شاہ دولہ کا ہے۔ انہیں دے دینا۔ اس نے حصہ اٹھا لیا اور حضرت کی خدمت میں آیا۔ آپ نے فرمایا۔ ان کا حال بتلاؤ کہا۔ آپ خود ہمارے ساتھ تھے۔

۹۰

ملوک نامی فقیر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا دکھیو یا کچھ دکھلاؤ۔ اس نے کاغذ کا پرزہ منہ میں ڈالا اور وہ روپیہ ہو گیا۔ پھر اس نے زرّین پارلی ہاتھ سے نکالی آپ نے یہ شعبدہ بازی دیکھی تو جلال میں آئے اور اپنے ہاتھ کر اس کے ہاتھوں سمیت گرم دودھ میں رکھ دیا۔ اس کے دونوں ہاتھ جل کر کوئلہ ہو گئے حضرت کے ہاتھ پر اثر نہیں ہوا لکھمن جوگی نے پھر اس کی کمر پر ایک چھڑی ماری اور اسے محفل سے اٹھا دیا۔

(۹۱)

شاہ دولہ سیالکوٹ سے ڈیک نالہ کا پل دیکھنے آئے۔ ایک عورت جیونی نے سیاہ قند نذر کی۔ اور عرض کیا میرے دو تین بچے ہو کر مر گئے ہیں۔ اب میں کئی سال سے خشک ہوں۔ آپ مرد خدا ہیں میرے لئے دعا فرمائیں۔ خدا مجھے فرزند عطا کرے۔ میں پھر بھی نذر دوں گی۔ آپ نے منظور فرمایا۔ اور کہا بی بی تجھے خدا نے از سر نو سرسبز کیا ہے۔ تیرے گھر لڑکا ہو گا۔ اس کا نام میر یار رکھنا۔ خدا کی قدرت سے اسی سال بچہ ہوا مگر بچہ چار سال کی عمر تک بولتا نہ تھا۔ لوگ اسے گونگا کہتے تھے۔ آپ ادھر سے گزرے تو اس نے فرزند عزیز پیش خدمت کیا اور کہا حضرت فرزند تو مجھے عطا ہوا ہے۔ مگر یہ بولتا کیوں نہیں۔ فرمایا۔ بیٹا تم ہمیں دوسروں کے سامنے شرمندہ کرتے ہو۔ اور لڑکا اسی دم بنگالی طوطے کی طرح بولنے لگا۔

(۹۲)

سیداد خاں[1] جن کا لقب امام تھا خدمت میں حاضر نہ ہو سکے معلوم ہوا۔ کہ چند روز سے سخت بیمار ہے۔ آپ نے بہاون شاہ کو ساتھ لیا۔ اور کچھ تبرک لے کر عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ دو دست بستہ اٹھا۔ آپ نے حال غیر دیکھ کر افسوس فرمایا کہا میری خواہش تھی۔ کہ سجادہ نشین تمہیں کروں۔ کہا میں لائق سجادہ نہیں جس کا حق ہے اسے خدا نصیب کرے۔ یہ حق بہاون شاہ کا ہے اور بندہ آپ سے پہلے دنیا سے جاتا ہے۔ آپ اس کی نیت پر خوش ہوئے تبرک اپنے

---

[1] وہی سادات خاں مرید خاص حضرت شاہ دولہ صاحب

ہاتھ سے کھلا کر اس سے رخصت ہوئے اور اس نے چند روز بعد دار فانی
سے کوچ کیا۔

۹۳

بھجو نے حضرت کا نذرانہ ۵ پیسے دینا تھا۔ وہ ایک اینٹ ہر روز پژاوہ سے
چرا کر لاتا رہا اور پھر انہیں ۵ پیسے میں فروخت کر دیا۔ اور نذر حضرت کی خدمت میں
لایا۔ آپ نے پیسے رکھ لئے۔ پاس فقیر منتظر تھے۔ کہ حضرت پیسے انہیں دے دینگے
آپ نے فرمایا ایک ایک اینٹ پژاوہ سے چرا کر بڑی مشکل سے ۵ پیسے جمع کئے ہیں۔
پھر کسی کو یہ پیسے کیسے دے دوں۔ وہ بڑا شرمندہ ہوا کہا حضرت آپ ظاہر و باطن
جانتے ہیں۔ سر عام رسوا نہ کریں۔ آپ نے کہا آفرین ہے۔ تیری نیت پر خدا سے نذر کا
وعدہ تو نے پورا کیا۔ اللہ تجھے اجر دے گا۔ تھوڑے دنوں بعد وہ آدمی امیر ہو گیا۔

۹۴

میراں محمد فاضل قاضی شہر نے کہا آپ عمارات میں روپیہ صرف کرتے ہیں
اس وقت مسجد زیر تعمیر ہے اس میں امداد دیں۔ آپ نے فرمایا پنج شنبہ کو جو کچھ پاس
ہو گا۔ حاضر کر دونگا۔ پنج شنبہ کو قاضی کے آدمی آئے آپ نے فرمایا اگلے پنج شنبہ کو
آنا تیسرے شنبہ کو قاضی میراں فاضل نے اپنے آدمی کو بھیجا۔ اور کہا اگر آج نہ دیں
تو انہیں پکڑ لانا۔ آپ نے انہیں تبرک دیا۔ اور فرمایا ذرا آرام کرو۔ آپ گھر میں تشریف
لے گئے۔ اور دو کنالی آٹے کی گوندھا کر باہر تشریف لائے۔ آپ نے دو دو سیر کا پیڑا
بنا کر آسمان کی طرف پھینکا۔ اور وہ پیڑے اوپر ہی اوپر چلے گئے دیر ہوئی تو وہ آدمی
خفا ہوئے اور کہا چلیئے آپ قاضی صاحب کے پاس چلیئے۔ آپ نے فرمایا برد

پنج شنبہ روپیہ ضرور لے جانا۔ ایک جگہ مزدوری کر آیا ہوں۔ مزدوری حلال مل جائیگی پنج شنبہ کو ایک سوداگر آیا۔ اور ایک سو دو اشرفیاں نذر کیں۔ آپ نے قاضی صاحب کو طلب کیا۔ وہ روپیہ پیش کر دیا۔

جب حضرت نے آم سوئے آسمان پھینکا تھا۔ تو اس کا وقت امان اللہ نے لکھ لیا تھا۔ پھر خادمان درگاہ نے سوداگر سے ماجرا پوچھا۔ اس نے کہا۔ کہ میرے جہاز سوراخ ہو گیا تھا۔ میں بشرط سلامتی جہاز و مال ایک صد دو اشرفی بطور نذر پیر روشن ضمیر دل میں مقرر کی۔ اس وقت بھاری پتھر سے آسمان سے جہاز پر گرنے لگے انہوں نے سوراخ بند کر دیئے۔ اور جہاز بفضل خدا امن و امان کنارے پر لگا۔ میں اسی کی نذر لے کر آیا ہوں۔ آپ نے دونوں ہاتھ دکھلائے اور کہا یہ روپیہ مفت کا نہیں ہے ہم نے بڑے زور سے جہاز کو کمر پر اٹھا کر کنارے لگایا ہے۔ یہ حلال کمائی محنت کی ہے۔ میراں قاضی سے فرمایا۔ کہ اس روپیہ کو مسجد میں لگاؤ۔

سوداگر کو آپ نے خلعت و تبرک دے کر رخصت کیا۔

(۹۵)

ایک شخص کو جن نے بہت تنگ کیا تھا۔ اسے حضرت شاہ دولہ کی خدمت میں لائے فرمایا اسے تنگ کیوں کرتا ہے۔ اس نے کہا یا مرشد میں آپ کی زیارت کو آتا تھا۔ رستے میں اس نے میرے سر پہ پیشاب کر دیا۔ فرمایا اسے معلوم نہ تھا۔ کہ تم میرے پاس آتے ہو۔ اور نہ اس نے تمہیں دیکھا۔ ورنہ ایسی غلطی کیوں کرتا۔ اسے چھوڑ اور وہ جن سلام کر کے چلا گیا۔

(۹۶)

ایک شخص مرید شتربانی پر مقرر تھا۔ اس کا نام جانی تھا۔ بڑے عرصہ آپ
کی خدمت میں رہا۔ فرمایا تمہاری موت شیر کے پنجے سے واقع ہوگی۔ موضع جھیکا یار
کے علاقہ میں شیر و پلنگ بہت تھے جب شیر آتا تو جانی نعرہ مار کر اسے بھگا دیتا۔ ایک
شیر ببر اس کے پاس آیا۔ اس نے اس کی کمر پر تھپکی دی شیر اس کا ایسا دوست ہوا
کہ دن میں دو چار بار اس کے پاس ضرور آتا تھا۔ آخر عمر میں وہ سو رہا تھا۔ تو اچانک شیر
نے حملہ کر کے اسے مار ڈالا اور حضرت کی بات پوری ہوئی۔

(۹۷)

گاسٹے والے کرشلی لوہاراں آ ترے۔ ان کا بیل چوری ہو گیا۔ انہوں فرہاد ترکھان
اور جلاہوں کو پکڑ لیا کہا یا بیل دو یا تین صد روپیہ۔ انہوں نے حضرت سے فریاد کی کہ
برائے خدا مدد فرمائیں۔ آپ نے انہیں بلا کر کہا ان لوگوں کو چھوڑ دو یہ چور نہیں ہیں۔
گاسٹے والے بولے آپ کو ان سے ہمدردی ہے تو بیل خود دے دیں یا روپیہ دلوائیں۔
آپ نے بذریعہ کرامت معلوم کر کے کہا۔ تمہارا بیل موضع منچر میں ہے وہ اس گاؤں
میں آئے اور بیل انہیں مل گیا۔

(۹۸)

ایک شخص نے ۱۹ اشرفیاں اور ایک نگینہ حضرت کی نذر کیا۔ آپ نے خادم
کے سپرد کر دیا۔ رات کو اس کی نیت بدل گئی اس نے چاہا کہ اشرفیوں میں کچھ چھپا
لوں۔ صبح کو سات اشرفیاں اور نگینہ اس نے آپ کے سامنے رکھے۔ حضرت نے
فرمایا امانت میں خیانت نیکوں کا کام نہیں ہے۔ ضرورت ہے تو یہ سات بھی لیکر

خرچ کرو۔ ان دو اشرفیوں سے کچھ نہیں ہوگا۔ وہ سخت شرمندہ ہوا۔ کہا حضرت میں بھول گیا تقصیر معاف کریں۔

(۹۹)

ملّاں عبدالرحمان[۱] دوست دار شاہ دولہ تھا۔ قاضی فاضل میراں سے شکایت کی گئی کہ وہ ہندو بچوں کو پڑھاتا ہے اور انہیں کے گھر کا پکا ہوا کھانا کھاتا ہے اور مولوی کہلاتا ہے اسے ہدایت شرع کے مطابق ہونی چاہیئے۔ میراں فاضل غصہ میں آیا اور اسے پکڑ منگوایا۔ آپ نے دیکھا کہ ملا عبدالرحمان (المعروف مولوی محمد حکیم) کو قاضی کے آدمی لیے جاتے ہیں۔ آپ نے سبب پوچھا تو مولوی صاحب نے کہا کسی نے شکایت کردی ہے۔ اب معلوم نہیں کیا ہو کیا نہ ہو۔ آپ نے فرمایا سب خیریت ہے اور اس کے ہمراہ سیدنا میراں کی محفل میں چلے آئے۔ ابھی مقدمہ پیش نہیں ہوا تھا۔ کہ کنیز اندرون خانہ سے آئی کہا بی بی صاحبہ پر کوئی سایہ پڑ گیا ہے۔ وہ واویلا کر رہی ہیں۔ سید میراں نے فوراً جن بھوت نکالنے والوں کو بلایا۔ انہوں نے منتر افسوں پڑھے۔ وہ ایک دو ساعت کے بعد بولا۔ اے سید عالی نسب (فاضل میراں اس ولایت میں شاہ دولہ پیر کامل ہیں۔ اور مولوی درویش، پیر کامل اور طالب علم۔ میراں فاضل نے کہا تم کس واسطے ہندو بچوں کو پڑھاتے ہو اور ان کے گھر

---

[۱] یہ عجیب بات ہے کہ عبدالرحمان کو اس کرامت کے بیان میں مولوی محمد حکیم سے ملا کر ایک سمجھا گیا ہے۔ یہاں کرامت ۶۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی عبدالرحمان آپ کے صاحبزادے تھے (؟) یہ مقام بھی ویسا ہی ہے جہاں مصنف نے تاریخی حقائق کو مدنظر نہیں رکھا
نسیم

کی پکی ہوئی روٹی کھاتے ہو۔ مولوی صاحب نے کہا میں اپنے نفس کیواسطے ایسا نہیں کرتا۔ ان سے روٹی لے کر جسے بھوکا دیکھتا ہوں کھلاتا ہوں علم حروف خدا شناسی کے لئے پڑھاتا ہوں۔ میراں فاضل نے کہا۔ مولوی ٹھیک کہتا ہے حضرت نے میراں فاضل کو دعا دی۔ ان کی بی بی صاحبہ سے سایہ جاتا رہا اور حمل ٹھہر جا چھٹا۔

(۱۰۰)

بہاون شاہ کو آپ نے میرانند مرید خاص کے پاس حسن ابدال بھیجا حضرت بہاون شاہ کی توجہ سے اسے صحت کلی ملی۔ ادھر شاہ دولہ بیمار ہو گئے۔ اور کئی خط بہاون شاہ کو بلانے کے لئے لکھے حضرت نے میرانند سے خواب میں کہا اس نے کہا آپ جلد از جلد گجرات چلیں حضرت سخت بیمار ہیں۔ یہ ذکر تھا۔ کہ دوسرا نوازش نامہ پہنچا۔ آپ بے حد متفکر ہوئے اور مرتضیٰ خاں سے کہا جلد از جلد روانگی کا بندوبست کریں۔ ایسا نہ ہو کہ وفات حسرت آیات کے وقت دیدار دلنواز سے محروم رہیں۔ گجرات منزل بہ منزل تیزی سے پہنچکر بہاون شاہ قدم بوس ہوئے۔ آپ نے انہیں سینہ سے لگایا۔ اور پیار و محبت سے پیش آئے اور ہاتھ پکڑ کر اندرون خانہ لے گئے۔ کہا تم نے اچھا کیا۔ موقع پر آ گئے ایک صندوق سے نان تازہ خمیری میدہ والا گرم گرم نکال کر اسے دیا۔ اور کہا کئی دن کھایا پیا کچھ نہیں اسے کھاؤ۔ مجھے اللہ نے نیم نان دیا تھا تم کو پورا۔ چیزیں وافر تمہارے مقدر میں ہیں۔ اور تم سب باتوں سے بے پرواہ ہو گئے ہو۔ چوکی پر بیٹھا کر بہاون شاہ کے سر پر تاج رکھا۔ اور آغوش میں لیکر توجہ کامل فرمائی اور نعمت باطن عطا کی سجادہ پر بٹھایا۔ اور اسی روز سے نذر بہاون شاہ کے لئے آنے لگی۔ ایک ہفتہ بعد شاہدولہ دریائی نے دار فانی سے

۱۰۸۰ھ ہجری میں کوچ کیا۔

(ترجمہ اردو کرامت نامہ شاہ دولہ دریائی مُنجف شاہ میں ترقیمہ کے بعد ایک اور کرامت کا بیان ہے۔)

کرامت دیگر

میاں جیتو آپ کا مرید خاص تھا۔ اور حضرت ایک مجلس میں اس کے ساتھ شطرنج کھیلا کرتے تھے۔ اس کی دو بیویاں تھیں۔ آپ گھر میں آتے تو ایک کھانا سامنے رکھتی۔ مگر دوسری چھپ جاتی تھی۔ ایک بار حضرت تشریف لائے۔ تو وہ بھی سامنے بیٹھی رہی۔ آپ واپس چلے آئے اور کھانا نہ کھایا۔ میاں صاحب نے پوچھا تو فرمایا۔ وہ آج تک ہمارے روبرو نہیں ہوتی تھی ......

جیتو نے کہا حضرت دعا کریں کہ خدا ہمیں فرزند عطا کرے۔ آپ نے دُعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ ایک بیوی کے اسی سال بچہ اور پھر دوسری کے چار فرزند جناب خداوندی سے عطا ہوئے۔

کنایات

قرآن، حدیث و تراجم کے (چند) مروّجہ نسخے

اور

قرآن و تصوف	ڈاکٹر میر ولی الدین احمد	اُردو
الطبقات الکبریٰ	علامہ عبدالوہاب شعرانی	ترجمہ۔ اُردو
حدیقۃ الاولیاء	عبدالقادر بن سید ہاشم بن سید محمد ٹھٹھوی متن فارسی حسام الدین راشدی	
چہار باغ پنجاب	منشی گنیش داس قلمی و چاپ شدہ امرتسر	متن فارسی
حقیقت گلزار صابری	محمد حسن شاہ رامپوری	اُردو
آئینہ تاریخ تصوف	محمد حسن شاہ رامپوری	اُردو
اخبار الاخیار	حضرت عبدالحق محدّث دہلوی	ترجمہ اُردو
نفحات الانس جامی	عبدالرحمان جامی قلمی و چاپ شدہ	متن فارسی
تذکرہ اولیاء ہند	میرزا محمد اختر دہلوی سہ جلد	اُردو
خزینۃ الاصفیا	غلام سرور لاہوری	ترجمہ اُردو
فرحت الناظرین	محمد اسلم پسروری	متن فارسی
تذکرۃ الاولیاء	فریدالدین عطّار قلمی متن فارسی و اُردو ترجمہ چاپ شدہ	
ثقافت پاکستان	مرتبہ شیخ محمد اکرام	اُردو
آبِ کوثر	مرتبہ شیخ محمد اکرام	اُردو
رودِ کوثر	مرتبہ شیخ محمد اکرام	اُردو
اولیائے نقش بند کی سرگرمیاں	محمد دین	اُردو

اولیائے چشت	محمد دین کلیم		اُردو
کشف المحجوب	حضرت علی الہجویریؒ	قلمی و چاپ شدہ فارسی	(عکسی)
عوارف و معارف	حضرت شہاب الدین سہروردیؒ	ترجمہ	اُردو
فتوح الغیب	حضرت پیر بغدادیؒ	ترجمہ	اُردو
حضرت عبدالقادر جیلانی	غلام حیدر سہیل		اُردو
سیرت غوث اعظم	زاہد قادری		اُردو
حضرت علی ہجویری	امین الدین احمد		اُردو
رابعہ بصری	دوارا السکاکینی (سیدہ)		اُردو
سیرت حضرت بایزید	تفضل احمد عارف		اُردو
تصوف اسلام	عبدالماجد دریاآبادی		اُردو
بزم صوفیہ	صباح الدین احمد		اُردو
تزکیہ نفس	امین الدین اصلاحی		اُردو
ذکر الابرار فی سلسلۃ الاشجار			اُردو
باغ سادات			اُردو
مقاماتِ محمود	معشوق یار جنگ بہادر		اُردو
سلیم التواریخ	مولوی علی اکبر		اُردو
سلسلۃ الاولیاء	مولانا صالح کنجاہی	قلمی	متن فارسی
سفر نامہ	حضرت سید حسن پشاوری	قلمی	فارسی
تذکرہ راجگان راجوری			اُردو

کتاب	مصنف		زبان
گوہر گنج			اردو
تذکرہ شاہان گوجر	عبدالمالک مولویؒ		؍؍
تزک جہانگیری	سلیم واحد سلیم		ترجمہ اردو
تاریخ سیالکوٹ	نیاز رشید		اردو
اذکار نوشاہیہ	مولانا شریف حسین شرافت		اردو
تاریخ گجرات	جناب احمد حسین قریشی (پروفیسر)		اردو
سرحدی اور پنجابی اور قبیلے	ایلیٹ	انگریزی	مقالات
ملا عبدالحکیم سیالکوٹی	مقالہ امین احمد ڈیٹڈ	پنجاب یونیورسٹی	اردو
تاریخ گجرات	اعظم بیگ لاہوری		اردو
انوار الاولیاء	فقیر احمد قادری		اردو
سفینۃ الاولیا	دارا شکوہ شہزادہ	ترجمہ	اردو

شاہین	مجلہ زمیندار کالج گجرات	
پاکستان ٹائمز	۱۹ جنوری ۱۹۶۶ء ولی اللہ خاں ، مقالہ شاہ دولہ (انگریزی)	
غازی	گجرات کی علمی درسگاہیں	اردو
کرامت نامہ	حضرت شاہ دولہ دریائیؒ	فارسی
کرامت نامہ		فارسی
کرامت نامہ		فارسی
کرامت نامہ	ترجمہ اردو (انجف شاہ)	
کرامت نامہ		اردو

کرامت نامہ — اُردو

تذکرۃ الواصلین — ترجمہ نظم فارسی کرامت نامہ

پیرِ خرابات

خطبات و مقالات

حضرت مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم

مرتبہ : محمد سرور

یہ خطبات و مقالات نتیجہ فکر ہیں ایک ایسی نادرالوجود شخصیت کے جس کو قدرت نے دل و دماغ کی غیر معمولی صلاحیتیں عطا کی تھیں۔

پچیس سال کی جلاوطنی کے بعد مولانا مرحوم جب وطن واپس لوٹے تو ان خطبات و مقالات کی صورت میں اپنا پیغام سنایا۔ مرتب نے ایک مبسوط مقدمے میں مولانا مرحوم کے اس پیغام کے تاریخی پس منظر کی وضاحت کی ہے۔

قیمت : 6 روپے

●

سندھ ساگر اکادمی

چوک مینار، انارکلی، لاہور